دل میں جنم لینے والی برائیوں سے حفاظت کرنے اور سچا مرید بننے پر راغب کرنے والی ایک عمدہ تحریر

الکوکب الشاھق
فی الفرق بین المرید الصادق وغیر الصادق

سچے مرید کے اوصاف

تصنیف
قطب ربانی ابو المواھب
عبد الوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم
پروفیسر
محمد اعجاز جنجوعہ حفظہ اللہ
گورنمنٹ ڈگری کالج بھونچال کلاں چکوال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دل میں جنم لینے والی برائیوں سے حفاظت کرنے
اور سچا مرید بننے پر راغب کرنے والی ایک عمدہ تحریر

الکوکب الشاھق فی الفرق بین المرید الصادق وغیر الصادق

قطب ربانی ابوالمواہب
عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ حفظہ اللہ
گورنمنٹ ڈگری کالج بھونچال کلاں چکوال

دار النعمان
کراچی، فیصل آباد، ساہیوال
0345-7760640

نام کتاب : سچے مرید کے اوصاف

تصنیف : ابوالمواہب علامہ عبدالوہاب شعرانی

مترجم : پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ

پروف ریڈنگ: محمد قاسم چشتی

صفحات : 252

اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۵ھ/2014ء

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : دارالنعمان، مدینہ ٹاؤن فیصل آباد، پاکستان

ملنے کے پتے:

(1) مکتبہ قادریہ، یونیورسٹی روڈ، نزد فیضان مدینہ کراچی

(2) مکتبہ برکات المدینہ، بہادرآباد، کراچی

(3) مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ لاہور

(4) مکتبہ فیضان مدینہ، سوساں روڈ نزد فیضان مدینہ، فیصل آباد

(5) مکتبہ فیضان رضا، توکل مسجد ریلوے روڈ، ساہیوال

DAR-UL-NOMAN

Karachi,Faisalabad,Sahiwal

Contact Numbers- 0345-7760640, 0333-3585426

فہرست مضامین

الشیخ ابوالمواہب عبدالوہاب الشعرانی

میں نہیں سمجھتا کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی تعارف کے محتاج ہیں کیونکہ آپ ان عظیم نفوس میں سے ہیں جن کی شہرت سے دنیا معمور ہے اور جن کا چرچا لوگون کی زبانوں پر ہے۔ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنے احوالِ زندگی قلم بند کیے جس میں اپنی زندگی اور اپنی فکر پر گہری نظر ڈالی اور اُس کتاب کا نام رکھا "لطاف المنن والأخلاق فی وجوب التحدث بنعمة الله على الإطلاق"

آپ کا اسم شریف عبدالوہاب۔ کنیت ابوالمواہب اور نسب شریف حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جہت سے ہاشمی شجرہ سے ملتا ہے۔ یہ شجرۂ نسب اس طرح ہے:

عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفاء ابن الشیخ موسیٰ ابن شاہ احمد بن شاہ سعید بن شاہ فاشن بن سلطان محیا ابن سلطان روفاء بن ریان ابن سلطان محمد بن موسیٰ ابن السید محمد ابن الحنفیۃ ابن الامام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابن ابی طالب

امام شعرانی اس شرفِ نسب کے باعث بلند مقام ہوئے اور مقامِ تقویٰ کی طرف توجہ فرمائی۔ اور یہ سب اللہ پاک کے کرم واحسان سے تھا۔ جیسا کہ یتیم بچوں کے قصے میں ہے کہ ان کا باپ نیک تھا اگر ان کا باپ نیک نہ ہوتا تو وہ اس نعمت سے محروم رہتے۔

پہلا مرحلہ

جائے ولادت اور طلبِ علم

امام شعرانی مغرب عربی کے قبیلہ زغلہ سے نسبت رکھتے ہیں آپ کے ساتویں احمد شہرِ تلمسان کے حاکم تھے۔ (لطائف)

کہتے ہیں کہ امام شعرانی کے جدّ امجد موسیٰ کی حضرت شیخ بومدین سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کن لوگوں سے نسبت رکھتے ہیں تو جوابی سوال کیا: کیا نسبت

سے مراد جہتِ شرف ہے؟ پھر کہا میں سید محمد ابن الحنفیہ کی طرف منسوب ہوں۔ فرمایا حکومت، شرف اور فقر ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ عرض کیا سیدی میں فقر کے سوا سب کچھ چھوڑ چکا۔ چنانچہ حضرت شیخ نے شاہ احمد کی تربیت کی، پھر جب "سلوک الی اللہ" کی منازل طے کر چکے اور طریقت میں کمال پا چکے تو حضرت شیخ نے مریدوں کی تربیت کے لیے سرزمینِ مصر کی طرف جانے کا حکم دیا۔ پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا۔

بعد ازاں آپ کے پوتے احمد نے ساقیہ ابی شعر کی طرف ہجرت کی۔ یہ نیل کی طرف متوفیہ کی بستی ہے۔ یہاں ان کی ولایت کا شہرہ ہوا، انہوں نے سن 828، کو وفات پائی۔ اور اپنی ہجرت گاہ میں دفن ہوئے۔ یہی احمد حضرت عبدالوہاب شعرانی کے والدِ گرامی ہیں۔ جن کے پاس علم کا وافر حصہ تھا۔

روایات کے مطابق امام شعرانی 27 رمضان المبارک 898ھ کو اپنے ننھیالی گاؤں قلقشندہ میں پیدا ہوئے اور چالیس دن کے بعد اپنے ددھیالی بستی کی طرف منتقل ہوئے۔ اور پھر اسی کی طرف منسوب ہوئے۔ اسی وجہ سے شعرانی اور شعراوی کہلائے۔ بچپن ہی میں جب کہ آٹھ سال کے تھے۔ قرآنِ حکیم حفظ کر لیا۔ ساتھ ہی "ابو شجاع" اور "اجرومیة" کو بھی یاد کر لیا۔ ابھی نو سال کے تھے کہ والدِ گرامی نے 907ھ میں وفات پائی۔ اور ساقیہ ابو شعرہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ پھر آپ کے بھائی عبدالقادر نے آپ کی کفالت کی، وہ تارک الدنیا صوفی اور عبادت و ریاضت میں مشغول ولی تھے۔ انہوں نے آپ کو "ابو شجاع" اور "اجرومیة" پڑھائی۔ شاید یہ پہلا مرحلہ دوسرے اور تیسرے مرحلے کی تمہید اور تیاری تھی۔ کہ آپ ایک صوفی گھرانے میں پروان چڑھے اور والد کے وصال کے بعد بھائی عبدالقادر نے آپ کی پرورش کی۔ اور ریف میں ابتدائی پرورش کے دوران ان سے علم حاصل کیا۔ دراصل یہ ایک تمہیدی مرحلہ تھا جس نے آئندہ کے مراحل کی اساس فراہم کی۔ امام شعرانی نے اس مرحلہ سے منسوب تمام نعمتوں کا ذکر "لطائف المنن" میں کیا۔ جن میں سے شرف نسب، حفظِ قرآن، نمازِ پنجگانہ کی پابندی، یتیمی میں آفات سے

حفاظت، پھر ریف سے مصر کی طرف ہجرت ہے۔ شاید یہ آخری نعمت (نعمتِ ہجرت) دوسرے مرحلہ سے خصوصی تعلق اور اتصال رکھتی ہے۔

دوسرا مرحلہ

قیامِ مصر

خدا کی مشیت تھی کہ امام شعرانی نے اپنے والد کے ہم راہ ریف سے مصر کی طرف رختِ سفر باندھا۔ خود فرماتے ہیں: "یہ اللہ تعالیٰ کا کرم واحسان ہے اور نبی اکرم ﷺ کی برکت ہے کہ میں نے بلادِ ریف سے مصر کی طرف کوچ کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرزمینِ جفا سے بلادِ لطف و علم میں لے آیا۔ اسی حقیقت کی طرف سیدنا یوسف علیہ السلام نے اشارہ فرمایا: ﴿وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ﴾ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا جب اس نے مجھے جیل (قید خانہ) سے نکالا اور تمہیں دیہات سے لے آیا۔"

اور مصر میں آمد 911ھ کے اوائل میں تھی۔ اس وقت میری عمر 12 سال تھی۔

حضرت امام شعرانی جامع ابی العباس غمری میں اقامت گزیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے جامع کے شیخ اور ان کی اولاد کو آپ پر مہربان کر دیا گویا آپ اسی خانوادہ کے فرد ہوں۔ ان کے ساتھ ہی آپ کا کھانا پینا تھا۔ آپ ان کے ہاں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ دینی کتب کے متون حفظ کر لیے۔ ان متون میں منهاج نووی، الفیہ ابن مالك، توضیح ابن هشام، جمع الجوامع، الفیہ عراقی، تلخیص المفتاح، شاطبیہ اور قواعدِ ابن ہشام وغیرہ مختصرات شامل تھیں۔ پھر ہمت نے رفعت پائی تو "کتاب الروضة" کا خلاصہ "کتاب الروض" از بر کیا۔ یہ شافعی مذہب کی جامع کتب میں سے ہے۔

تیسرا مرحلہ

جہانِ طریقت میں

جب حفظِ متون کا مرحلہ تمام ہوا اور حفظ، فہم اور روایت میں استغراق و کمال حاصل

ہو گیا توحیاتِ مستعار کا نیا مرحلہ سامنے تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان مرحلوں میں فاصلہ یا دوری تھی بلکہ یہ مرحلے باہم پیوست تھے اور شاید اس تیسرے مرحلے کے ارہاصات وعلامات کا ظہور ہو چکا تھا۔ بلکہ پہلے اور دوسرے مرحلے نے اس کو ہموار کر دیا تھا۔ "کتاب الروض" حفظ کر چکے تھے مگر اہم بات یہ تھی کہ آپ نے اس تیسرے مرحلہ میں "قضاء علی الغائب" کا باب حفظ کر لیا۔ ایک دفعہ ایک صاحبِ حال بزرگ آپ سے ملے تو بطورِ مکاشفہ فرمایا: "قضاء علی الغائب" کے دروازے پر ٹھہر اور کسی چیز سے غائب پر حکم نہ کر۔

پھر شیخ احمد بہلول سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حالتِ کشف میں فرمایا: "اب اشتغال باللہ کی طرف توجہ کر، تیرے لیے وہ علم کافی ہے جو تو نے حاصل کیا، اب اس سلسلہ میں مشائخ سے مشورہ کر۔"

مشائخ نے کہا: "طریقت میں قدم نہ رکھ جب تک اپنے حفظ کی چیزوں کو مشائخ کے سامنے نہیں کھولتا۔"

چنانچہ آپ نے پچاس کے لگ بھگ مشائخ کے سامنے ان کتابوں کی شرح کی۔ ان مشائخ کے مناقب کا ذکر آپ نے اپنی کتاب "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" میں کیا۔

آپ نے شرح منہاج شیخ محلی سے، شرح روض شیخ زکریا سے پڑھی۔ اسی طرح جمع الجوامع حاشیہ شیخ کمال الدین بن ابی شریف سے، الفیہ ابن مالك، الفیہ عراق اور شرح التوضیح امام عینی سے پڑھی۔ جب کہ شرح الشواھد نیز صحاح ستہ بھی امام عینی سے پڑھیں۔ اور فیض کے چشموں سے سیراب ہوئے جو خشک نہ ہونے والے تھے۔

اگر تحقیق و تفحص سے کام لیا جائے تو ان مشائخ کی تعداد بڑھ سکتی ہے مگر حفظِ متون اور مشائخ کے سامنے پڑھنا طریقِ تصوف میں قدم زن ہونے سے پہلے تھا۔

جب تمام مراحل طے ہو چکے تو ایک مدت تک مجاہدۂ نفس کیا اور دنیاوی تعلقات سے کنارہ کشی کی۔ عرصۂ دراز تک پہلو زمین سے نہ لگا۔ بلکہ خلوت گاہ کی چھت سے رسی

باندھ لی۔ امام مُناوی فرماتے ہیں: "رات کے وقت اس رسی کو گلے میں ڈال لیتے تاکہ گر نہ جائیں۔ متواتر فاقہ کشی کی۔ دائمی روزے رکھتے اور چند لقموں پر افطار کرتے۔ یوں مجاہدہ کا سلسلہ جاری رہا تاآنکہ روحانیت میں کمال پیدا ہوگیا۔" اسی مرحلہ کا ثمرہ ہے کہ آپ نے تصنیف تالیف کی طرف توجہ فرمائی اور کثیر کتب تصنیف فرمائیں جن میں مختصرات، مفصلات، مستدرکات اور تازہ تالیفات تھیں۔

خانقاہ کا قیام

تیسرے مرحلے میں گوشۂ ذکر یعنی خانقاہ کا قیام ہوا۔ جس میں اللہ پاک کے اسمائے کریمہ کا ذکر کیا جاتا۔ آپ نے "لطائف المنن" میں جن نعمتوں کا ذکر کیا ان میں مرکزِ ذکر یعنی زاویہ، شب و روز ذکر و مذاکرہ، قرآن حکیم کی تلاوت تھی۔ تلاوت کا ایسا سلسلہ تھا کہ ابھی ایک قاری ختم نہ کرتا کہ دوسرا شروع کر دیتا۔ اسی حدیث، فقہ اور تصوف کی کتب کی تعلیم و تدریس کا غیر منقطع سلسلہ تھا۔

شاید مرحلہ سوم کا روشن ترین پہلو مدعیانِ تصوف کا مقابلہ تھا۔ اور اس کی دو واضح صورتیں تھیں

(1) اس موضوع پر خاص تصنیف لطیف جس کا عنوان ایسا باندھا جو اس کے مضامین پر دلالت کرتا ہے یعنی "موازین القاصرین من الرجال" اس میں تمام مدعیانِ تصوف کے احوال لکھ دیے۔

(2) دورانِ تصنیف تالیف شیطان اور وسوسوں سے ظاہر ہونے والے اس پہلو پر سرسری نظر۔ وجہ یہ تھی کہ کج رو، نابینا اشخاص دوسروں کے عیال بن کر کاملین کے دستر خوان سے طفلانہ ریزہ چینی کے دعویدار ہو گئے۔ آپ نے ایسی ہی ایک جماعت کا ذکر کیا جو تصوف اور سلوک کا دعوی کرتی مگر شیطان کے ہاتھ کھلونا تھی۔ ان لوگوں نے اپنا سب مال و متاع گنوا دیا، اور دنیا کے فقیر بن گئے۔ اور اپنے دین، صلاح اور مجالسِ ذکر کے نام سے

خوراک و پوشاک کا اہتمام کرنے لگے۔ اس لحاظ سے طبل باز اور بنسری نوازان سے زیادہ اچھی حالت میں ہیں۔

امام شعرانی اس پہلو کی تشخیص اس طرح فرماتے تھے جس طرح عارف نفسوں کی تشخیص فرماتا ہے۔ شاید شیطان جس راہ سے ان پر داخل ہوتا ہے وہ غرور اور گمان کی راہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اچھے کام کررہے ہیں۔ شیطان ان کے دلوں میں وسوسے ڈال کر کہتا ہے "اب تم دنیا میں پاک بازی اور پرہیزگاری کے ساتھ شہرت پا گئے اور ہر کوئی تمھارے بارے میں پاک بازی کا گمان کرتا ہے۔"

پھر نصابین (فقیروں) پر وسوسہ ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ تم لوگوں سے کہو "ہم تمہیں خرچ کرنے کا طریقہ سکھاتے ہیں جس سے تم اپنے اوپر اور اپنی جماعت پر خرچ کرتے رہو۔ پھر جب وہ شیطان کے دام میں آجاتے ہیں تو اس کے فرماں بردار ہوجاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کا پاکیزگی اور خیر و صلاح کا دعویٰ کیا حیثیت رکھتا ہے جب کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت مخلوق سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بندوں سے کم مقام دیتے ہیں۔"

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو سرکاری علما پر محمول کیا جو حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کو پند و نصیحت نہیں کرتے۔ نہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں ایک یہ کہ وہ ان کے سامنے بے بس ہوتے ہیں۔ دوسری یہ کہ وہ برائی کو برائی نہیں جانتے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس دعوئ سلوک کو پیسے کی خاطر قرآن پڑھنے والوں اور دعوتِ ولیمہ پر ٹوٹ پڑنے والوں اور کھانوں پر جھپٹنے والوں پر محمول کیا۔ نیز اہلِ علم حرف، رمل اور سیمیاء سیکھنے والوں کو اس کا مصداق ٹھہرایا۔

آپ اپنے شاگردوں کو ایسے علوم سیکھنے سے منع کرتے اور ڈانٹتے تھے۔ آپ کی نظر میں یہ ایسے امور ہیں جن پر وہ لوگ کاربند ہوتے ہیں جو صالحین کی صفات سے محروم ہیں۔

ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وجود میں ان کی ایسی تاثیر ہو جیسے صالحین کی اللہ تعالیٰ کے اذن و توجہ سے ظالموں یا بدکاروں میں تاثیر ہوتی ہے۔ یا امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا جو اپنے آپ کو مشائخ کے خلفا قرار دے کر مشیخت (پیری) کے دعویٰ فریب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس دعویٰ کی اہلیت نہیں رکھتے۔

امام شعرانی کے شیوخ

امام شعرانی کے شیوخ بہت ہیں۔ زیادہ مشہور شیوخ حسبِ ذیل ہیں:

حضرت سیدی علی الخواص، سیدی علی المرصفی اور سیدی شناوی۔ ان سے آپ نے منازلِ سلوک طے کیں۔ بقول امام مُناوی حضرت سیدی علی الخواص سے آپ نے تکمیل کی۔

امام شعرانی نے ایک کتاب تصیف کی جس میں اپنے شیخ سیدی علی الخواص کے فتاویٰ شامل کیے اور اس کا عنوان باندھا "درة الغواص علی فتاویٰ سیدی علی الخواص"

اپنی کتاب "لواقح الانوار" کے خاتمہ پر اپنے ان مشائخ کے مناقب کا طویل ذکر کیا جن سے آپ کو دسویں صدی ہجری میں ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ ان کی تعداد بہت ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا۔ اس لیے ان سے آگاہی کے لیے ہم "لواقح الانوار" اور "لطائف المنن" کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

جہاں تک آپ کا مشائخ سے سلوک کا تعلق ہے وہ بہت مثالی اور لائقِ تقلید رہا۔ آپ نے حیات و وصال میں اپنے مشائخ کی عزت و حرمت کی پاس داری کی۔ آپ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ آپ مشائخ کے مقام و مرتبہ اور علوم کے وارث ہیں؛ کیونکہ مشائخ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ مشائخ کے مقام سے اپنے مقام کو بہت کم سمجھتے تھے۔ جو شخص آپ کو حضرت علی الخواص کا خلیفہ کہتا آپ اس کو بہت ڈانٹتے تھے۔ جب آپ کے شیخ محمد شناوی کا وصال ہوا تو ان کے بیٹوں کے دلوں میں تکدر پیدا ہوا جس کے باعث انہوں نے آپ کے خلاف کینہ رکھ لیا۔ اور ایک مدت تک دشمنی کی۔ مگر آپ موقع پا کر ان کے پاس جاتے تا کہ ان

کے جوتے اٹھائیں اور تعظیم و تکریم کا اظہار کریں یہاں تک کہ ان کے دلوں سے کدورت و دشمنی جاتی رہی اور الفت پیدا ہوگئی۔ حضرت شیخ اپنے نفس پر الزام رکھتے تاکہ مقامِ مشائخ سے بڑھنے کا گمان نہ کرے۔ اور آپ اس طرح کے دعووں کو جھوٹ خیال کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے "اگر تقدیر اس طرح ہو کہ میں ان میں سے کسی کے مقام سے بڑھ جاؤں تو میں کبھی اس مقام پر اپنے نفس کو نہ دیکھوں بلکہ میں ان کا خادم بننے کے لائق بھی رہوں۔ کیونکہ مرید کو جو کچھ ملتا ہے اس مواد سے ہے جو اس کے شیخ نے عطا کیا۔ جب کہ اس کا شیخ دائم الترقی ہے۔ پس وہ مرید کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ سے آملے۔ یہ ہے وہ نکتہ نگاہ جو ہم مشائخ کے بارہ میں رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم نے مرید کے شیخ سے آگے نکل جانے کے مسئلہ کو صحیح ماننے میں توقف کیا۔"

میں ان لوگوں کا اکثر ڈانٹتا ہوں جو میرے مقام کو میرے کسی شیخ کے مقام سے بلند تر سمجھتے ہیں۔ یونہی جو شخص مجھ کو حضرت شیخ علی الخواص کا خلیفہ کہتا ہے میں اس کو بھی زجر کرتا ہوں۔ اسی طرح مجھے مشائخ کے علم و فضل کا وارث کہے۔ (تو اس سے ناراض ہوتا ہوں) اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ کا خلیفہ ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی کامل وراثت حاصل کرے۔ جب کہ میں اپنے مشائخ میں سے کسی کے مقام کی انتہا نہیں جانتا۔ اس لیے وارث ہونے کی حقیقت سے آگاہ نہیں۔ البتہ مجھے پتا ہے کہ بعض اوقات مشائخ کے پاس ایسے اخلاق، علوم، معارف اور اسرار ہوتے ہیں جن سے کو خود کو تہی دامن سمجھتا ہوں۔ پھر کسی کہنے والے سے کیسے اتفاق کرلوں کہ میں ان کا خلیفہ ہوں۔

تالیفات

اگر آپ کی تالیفات کے اجزاء بنائے جائیں اور آپ کی پیدائش سے وصال تک زندگی کے دن شمار کیے جائیں تو روزانہ تین اجزاء سے بھی زیادہ ہوں گے۔ اور یہ بات عجائبات میں سے ہے۔

اہلِ علم کا ارشاد ہے کہ آپ نے مختلف علوم مثلاً فقہ، تصوف، حدیث، تفسیر، لغت، تراجم اور طب وغیرہ میں تین سو کتابیں یادگار چھوڑیں۔ مگر "لطائف المنن" میں بہت کم دینی کتب کا ذکر ہے۔ بیس سے کچھ اوپر محفوظ رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تصنیفات بہت تھیں۔ امام مُناوی نے تیس کتب شمار کیں اور وضاحت کی کہ وہ کہیں زیادہ ہیں۔ ابنِ عماد نے اس کو "شذرات الذهب" میں ذکر کیا۔ بروکلمین نے 67 سٹرسٹھ کتابوں کا شمار کیا جو دنیا کی مختلف لائبریریوں (کتب خانوں) میں بکھری ہوئی ہیں۔ خود میں نے ذیل کی ایک سو تیرہ کتابوں کا احصاء کیا۔

إجازةالشعراني لبعض العلماء، الأجوبة المرضية عن أئمة الفقهاء والصوفية،الاخلاق الزكية والعلوم اللدنية،الاخلاق المتبولية،اداب الصحبة،اداب الفقراء،أدب القضاة،اداب المريدالصادق مع مايريدالخالق، إرشاد الطالبين إلى مراتب العلماء العالمين،إرشادالمغفلين من الفقهاءوالفقراء،إلى شروط صحبةالأمراء،الأسئلة، اسرارأركان الإسلام،اسرارالعبادات،الأنوارالقدسيةفي معرفةآداب العبودية، البحر الموردوفي المواثيق والعهود،البدرالمنيرفي غريب الأحاديث البشيرالنذير،البروق الخاطف لبصرمن عمل بالهواتف،بهجة الأبصاروالفهوم فيماتميزبه اهل الله من الأخلاق والعلوم،بهجة النفوس والأسماع والأحداق فيماتميزبه القوم من الآداب والأخلاق،التتبع والفحص على حكم الإلهام إذا خالف النص،تطهيراهل الزوايامن خبائث الطوايا،تنبيه الأغبياء على قطرة من بحرعلوم الأولياء،التنبه من النوم، تنبيه المغترين في القرن العاشر على ماخالفوا فيه سلفهم الطاهر،التنفيرعن المغترين، الجواهروالدرر،الجوهرالمصون والسرالمرقوم فيماتنتخبةالخلوة من الأسراروالعلوم، الجوهرالمصون في علم كتاب الله المكنون،حدائق الحقائق،حدالحسام على من أوجب العمل بالإلهام،حزب الشعراني، حقوق أخوة الإسلام ،خاتمة في جملة صالحة من

البلایا،الدرالمنظوم في زبدة العلوم،الدرالنظيم في علم القرآن الكريم،الدررواللمع في بيان الصدق في الزهد والورع،ديوان شعر،ذيل لواقح الأنوار،ردع الفقراء عن دعوى الولاية الكبرى،رسالة الأنوار في اداب العبودية،رسالة في اثني عشراماماشيعيا،رسالة في اهل العقائدالزائغة،رسالةفي بيان جماعةسمواانفسهم بالصوفية،رسالةفي التسليك، رسالةفي التصوف،رسالة في التوحيد،رسالة في مدافن اهل البيت،السرالمرقوم فيما اختص به اهل الله من العلوم،سرالمسيروالتزود ليوم المصير،سواطع الأنوارالقدسية فيما صدرت به الفتوحات المكية،شرح جمع الجوامع للسبكي في الفروع،شرح دائرة ابي الحسن الشاذلي،شرح نصيحة الأخوان شرح وردالأقطاب،الطبقات،الطبقات ومنها الطبقات الصغرى والوسطى والكبرى،الطراز الأبهج على خطبة المنهج،طهارة الجسم والقواء ومن سوء الظن بالله تعالى والعباد،العقيدة الشعرانية،فتاوى الشعراني،الفتح في تأويل ماصدرعن الكمل من الشطح، الفتح المبين في جملة من أسرار الدين،فتح الوهاب في فضائل الآل والأصحاب،فرائد القلائد في بيان العقائد،الفلك المشحون،الإقتباس في علم القياس،قواعدالصوفية،القواعد الكشفية الموضحة لمعاني الصفات الإلهية،القول المبين في بيان آداب الطالبين،القول المبين في الردعن محي الدين، الكبريت الأحمر في بيان علوم الشيخ الأكبر،كشف الحجاب والران عن وجه اسئلة الجان، كشف الغمة عن جميع الأمة،الكشف والتبيين،لباب الاعراف المانع من الحن في السنة والكتاب، لطائف المنن والأخلاق في بيان وجوب التحدث بنعمة الله على الإطلاق،لوائح الخذلان على من لم يعمل بالقرآن، لواقح الأنوار القدسية في مختصرالفتوحات المكية، لواقح الأنوار في طبقات الأخيار، لواقح الأنوار القدسية في بيان العهود المحمدية، المأثروالمفاخرفي علماء القرن العاشر،المختارمن الأنوارفي صحة الأخيار،مختصرالألفية لابن مالك في النحو،مختصرتذكرةالسويدي، مختصر تذكرة القرطبي،مختصرالخصائص

النبوية للإمام السيوطي،مختصرسنن البيهقي الكبرى،مختصرالقواعد في الفروع للزركشي،مختصرالمدونة في الفروع المالكية،مختصرالهدى النبوي لابن القيم، مدارج السالكين إلى رسوم طريق العارفين، مشارق الأنوار القدسية،مفتاح السرالقدسي في تفسيرآيةالكرسي،مقاصدالعارفين،مفحم الاكبادفي موادالإجتهاد،مقدمةفي ذم الراي، المقدمة النحوية في علم العربية،الملتقات من حاشية ابن ابي شريف،مناسك الحج في علم التصوف،المنح السنيةعلى الوصيةالمتبولية، منح المنة في التلبس بالسنة،منع الموانع، منهاج الوصول إلى علم الأصول،منهج الصدق والتحقيق في تفليس غالب المدعين للطريق،المنهج المبين في أخلاق العارفين،الموازين الذريةالسنيةلعقائدالفرق العلية، المنهج المبين في بيان ادلةالمجتهدين،موازين القاصرين من الرجال الميزان الخضرية، الميزان الشعرانية الكبرى،نزهة الأسراروبهجة الأسرار،النورالفارق بين المريد الصادق وغيرالصادق،هادى الحائرين الى رسوم أخلاق العارفين،وردالأقطاب والمكملين من أصحاب الدوائر اللكبرى،وردالرسول صلي الله عليه وسلم،وصاياالعارفين، اليواقت والجواهر في عقائد الأكابر، درر الغوّاص من فتاوى سيدى علي الخوّاص، الدرر المنثورة في زبد العلوم المشهورة.

معلوم ہوتا ہے کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں بھی دسیسہ کاری اور تحریف ہوئی جس طرح دوسرے مشائخ مبتلا ہوئے۔ ہر زمانہ کے بزرگ آدمی کا کوئی نہ کوئی کمینہ دشمن ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بزرگ اور شرفا ہمیشہ کمینوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا۔ بلکہ اپنی تصنیفات کے کئی مقامات پر اس کی تصریح کی۔ اس طرح کے ایک واقعہ کا بیان عن قریب آرہا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب "القواعدالکشفیہ" میں ابنِ عربی کے مقام اوران کی طرف منسوب خلافِ شریعت اقوال کا دفاع کرتے ہوئے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ ایسا ہی آپ کی کتاب "البحرالمورود" میں

ہے۔ مقدمۂ کتاب میں لکھتے ہیں: ”میرے بھائی یہ بات ذہن نشین کرلے کہ کسی حاسد دشمن نے اس کتاب کے باعث حسد اور جلن میں جب دیکھا کہ میرے سامنے لوگ بیٹھ کر لکھتے ،پڑھتے ہیں تو میرے ایک بھولے بھالے سے کتاب کا نسخہ ادھار لیا اور اس سے ایک کتاب گھڑ کے اس میں اہلِ سنت کے عقائد و نظریات کے خلاف مسائل ڈال دیے۔ اور ان کو میری طرف منسوب کر دیا جب کہ وہ میرے عقائد سے بے خبر تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ میں ان تمام باتوں سے مطلقاً بری ہوں۔ پس جس شخص کے ہاتھ وہ نسخہ لگے وہ اس کے منہ پر دے مارے۔ اور اس کے لیے ہر گز جائز نہیں کہ ان باتوں کو میری طرف منسوب کرے مگر میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کرتوتوں پر اس کا مؤاخذہ نہ کرے۔“

دسیسہ کاری کا یہ واقعہ آپ کی کتاب ”القواعد الکشفیة“ میں ہوا۔ آپ فرماتے ہیں: ”لوگوں نے خلافِ شریعت باتیں اس میں داخل کر دیں جس سے جامع ازہر اور دیگر مقامات پر بڑا ہنگامہ ہوا۔ اگر میں اپنا دسیسہ کاری سے پاک نسخہ جس پر مشائخ اسلام کی تقریظات اور دستخط ہیں، ان کے پاس نہ بھیجتا تو یہ فتنہ فرو نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ مشائخِ اسلام کو جزائے خیر دے۔ انہوں نے میری طرف من گھڑت منسوب باتوں کی صحت کا انکار کیا جس کے باعث وہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔“

حق یہ ہے کہ اس قسم کے واقعات آپ کی دیگر کتابوں میں بھی ہوئے جن کا ثبوت ”لطائف المنن“ اور ”الیواقیت والجواهر“ میں ہے۔ آپ ”یواقیت“ میں فرماتے ہیں: ”ان بدباطنوں نے غلط عقیدے میری کتاب ”البحر المورود“ میں داخل کر کے میری طرف منسوب کر دیے اور تین سال تک مصر اور مکہ مکرمہ میں ان کی اشاعت کرتے رہے حالانکہ میں ان عقائد سے بری اور بے زار ہوں۔ جیسا کہ میں خطبۂ کتاب میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ علما اس پر تقریظیں لکھتے اور اس کی اجازت دیتے رہے۔ اور یہ فتنہ اس وقت تھما جب میں نے علما کی تقاریظ و تواقیع والا نسخہ ان کی طرف بھیجا۔ اس سلسلہ میں جن

علما نے میری نصرت وحمایت کی ان میں ناصر الدین لقانی مالکی بھی ہیں۔

اس کے بعد بعض حاسدوں نے مصر اور مکہ میں مشہور کر دیا کہ علمائے مصر نے فلاں (امام شعرانی) کی کتابوں پر تقاریظ سے رجوع کر لیا۔ اس پر سیدنا و مولانا ناصر الدین مالکی نے یہ عبارت تحریر فرمائی "اس بندۂ خدا کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا کہ میں نے اس کتاب پر جو لکھا تھا اس سے رجوع کر لیا، سو وہ باطل ہے باطل ہے۔ باطل ہے۔ بخدا میں نے اس سے رجوع نہیں کیا، نہ اس کا ارادہ ہے، نہ ہی میں ان کی تالیفات میں کسی چیز کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہوں۔"

امام مُناوی نے امام شعرانی کے حالاتِ زندگی لکھتے وقت اس طرف توجہ فرمائی اور اشارہ کیا کہ بعض علمائے عصر نے ان کے لیے تقریظات لکھیں تو فقہاء و صوفیاء کے ایک گروہ پر حسد غالب آیا۔ اس لیے انہوں نے آپ کی کتب میں خلافِ اجماع باتیں داخل کر دیں۔ ایک قیامت کھڑی کی، گالیاں دیں، الزام تراشی کی اور اذیت رسانی اور چغل خوری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوا کیا اور حضرت شعرانی کو ان پر غلبہ عطا فرمایا۔

امام شعرانی کی کتاب "لواقح الانوار" میں جو تحریف و تخریف ہوئی اس پر بھی روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس پر تحقیق کرنے والے عالم نے اشارہ کیا کہ مجھے آپ کے ایک ایسے نسخے پر آگاہی ہوئی جو دسیسہ کاری اور تحریف سے پاک ہے۔ میں نے اس نادر مخطوطہ اور مطبع بولاق کے مطبوعہ اور بعض مخطوطاتِ ازہر کے درمیان مقابلہ کیا تو اس نسخہ کو تحریف سے خالی پایا۔

امام شعرانی کی کتابوں میں تحریف کا مسئلہ ایسا ہے جیسے امام ابن العربی کی فتوحات کا۔ ان کے ایک شیخ ابو طاہر مغربی نے ذکر کیا کہ ان کو فتوحات کا ایک نسخہ دیا گیا جس کا انہوں نے قونیہ کے قلمی نسخہ سے تقابل کیا تو اس میں کوئی چیز ایسی نہ دیکھی جس کے متعلق فتوحات کا اختصار کرتے وقت توقف اور حذف سے کام لینا پڑتا۔ ایسی ہی دسیسہ کاری امام احمد بن حنبل

کے ساتھ ہوئی۔ ان کے وصال کے وقت زندیقوں اور ملحدوں نے ان کے سرہانے کے نیچے غلط عقائد پر مشتمل تحریر رکھ دی۔ اگر ان کے شاگردان کے صحیح عقائد سے باخبر نہ ہوتے تو اس تحریر سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے۔

اسی طرح علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحبِ قاموس کی طرف ایک من گھڑت کتاب منسوب کی گئی جس میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر اور ان کا رد تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "احیاء العلوم" میں بھی کچھ مسائل داخل کیے گئے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں: "میں نے ایک ملحد کی ایک پوری کتاب دیکھی جو اس نے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب کردی۔ تاکہ اپنی بدعات کو رائج کر سکے۔ یہ کتاب امام عزالدین ابن جماعۃ کے ہاتھ لگی تو انہوں نے پہلے ہی صفحہ پر لکھ دیا" خدا کی قسم یہ اس شخص کا جھوٹ اور افتراء ہے جس نے اس کو حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا"

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس گروہ کا ذکر کیا جو اس مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ یہ اس بات کی غمازی ہے کہ دسیسہ کاری بہت واضح ہے جس میں بزرگ، محققین اور اہلِ سلوک کے قائدین مبتلا ہوئے اور ابتلاء کے اسی مفہوم کی طرف وہب بن منبہ نے اشارہ کیا کہ "البلاء للمومن کالشکال للدابۃ" آزمائش مومن کے لیے ایسی ہے جیسے جانور کے لیے پائے بند۔

اللہ پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر رحم فرمائے انہوں نے فرمایا "دوام البلاء خاص باھل الولایۃ الکبریٰ لیکونوا عاکفین علی مناجاتہ" دائمی آزمائش ولایتِ کبریٰ والے اولیاء کے لیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات پر جمے رہیں۔

وفات

کتبِ تراجم امام شعرانی کی وفات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالتیں۔ علامہ مُناوی نے اشارہ کیا کہ امام شعرانی ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ شبِ جمعہ درود شریف کا ورد رہا اور شب و روز آپ کی خانقاہ سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز آتی رہی۔ ماہ ربیع 973 کے پہلے عشرہ میں

آپ پر فالج کا حملہ ہوا آپ کے پاس ذکر اور قرآت کی کثرت رہی۔ کوئی نماز پڑھتا اور کوئی کتاب کے مطالعہ میں مستغرق رہا تا آنکہ آپ دارِ کرامت کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ سوموار کا دن اور بارہ جمادی الاولی کی عصر تھی۔

جنازہ میں علما، فقہا، امراء اور فقراء کے جم غفیر نے شمولیت کی اور آپ اپنی خانقاہ واقع قاہرہ کے ایک گوشہ میں دفن ہوئے۔ آپ نے پیچھے دائمی ذکر اور پاکیزہ معطر تعریف چھوڑی، اور روحانی امداد کا ایسا سلسلہ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا سوائے محروم معاند کے، اور گناہ گار مباہت (حیران و ششدر) کے۔

الحمدلله رب العالمين واشهد ان لااله الا الله الملك الحق المبين،واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله سيد الاولين والاخرين. اللهم فصل وسلم عليه وعلى سائر الأنبياء والمرسلين وعلى آلهم وصحبهم أجمعين.

امابعد:

یہ اس زمانے کے فقراء کے عجیب وغریب اخلاق ہیں جبکہ گزشتہ زمانوں کے مریدوں کے اخلاق آج کے شیوخ کے اخلاق بن گئے ہیں۔میں نے ان اخلاق کو تقریباسو شیوخ سے حاصل کیا جن کو میں نے دسویں صدی کے اوائل میں مصر میں اوراس کی بستیوں میں پایا۔ بعض اخلاق تو میں نے ان کے افعال میں مشاہدہ کیے اور کچھ ان کے نور اخلاق سے حاصل کیے۔ مگر میں نے ان کے مریدوں کوان اخلاق سے دلچسپی کامظاہرہ کرتے نہیں دیکھا۔پس اندیشہ ہوا کہ کہیں شیوخ کے تلامذہ کے اٹھ جانے سے یہ اخلاق نہ مٹ جائیں۔ اس لیے میں ان کو اس صحیفہ (رسالہ) میں جمع کردیا تاکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ان سے بہرہ اندوز کرے۔ یہ رسالہ ہراس شخص کی گردن کے لیے تیغ براں کی طرح ہے جو اس زمانے میں ناحق صلاح اور پارسائی کا مدعی ہے یہ اس کوراہ صلاح سے اس طرح الگ کرکے دکھائے گا جس طرح سانپ کینچلی سے الگ ہوجاتا ہے۔سچی بات یہ ہے کہ میں نے اسے اپنی فہم اوراپنے مقام کے لحاظ سے کتاب وسنت کی روشنی میں سنہری تحریر سے مزین کیا ہے۔

میرے بھائی یہ بات ذہن نشین رکھ کہ سچے فقیر اس زمانے میں نظروں سے اوجھل ہیں،اس وقت زیادہ تر وہ لوگ پاکبازی اور صلاح کا اظہار کرتے ہیں جو طلبگارانِ دنیا میں شمار ہیں۔ جیسا کہ ان کے امراؤاکابر سے میل ملاقات کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے۔اس لیے ان میں سے کوئی حاکم سے ملتا ہے تواس کی خواہش ہوتی کہ وہ کسی اور سے نہ ملے جس شخص کو میرے اس دعویٰ میں شک ہوتو وہ خود تجربہ کرکے دیکھ لے۔

میں نے اس کتاب کا نام ”منهج الصدق والتحقيق في تفليس الطريق“ رکھا اللہ تعالی اسے اپنی ذاتِ کریمہ کے لیے خالص بنائے۔ آمین۔ جب تجھے اس حقیقت سے آگاہی ہوگئی تو میں اللہ تعالی کی توفیق اور مدد سے کہتا ہوں:

سچے مریدوں کے اخلاق

سچے مریدوں کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ:

ان میں سے کوئی اس وقت تک طریقت کے معاملہ میں نہ پڑے جب تک علوم شریعت میں تبحر نہ حاصل کر لے، یہاں تک کہ اس کو امر طریقت کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہونے کی اجازت دی جائے۔

حضرت سیدی احمد بن رفاعی فرمایا کرتے تھے:

کسی بندہ کے لیے صحیح نہیں کہ وہ طریق صوفیاء میں داخل ہو جب تک اس کی نظر میں راہِ سلوک کی دیگر عبادات میں کوتاہی ظاہر نہ ہو۔

فرماتے تھے میں مندرجہ ذیل تین باتوں کے ساتھ طریقِ سلوک میں گامزن ہوا:

1 ملتفت (یعنی اِدھر اُدھر دیکھنے والا) منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتا۔

2 شک کرنے والا فلاح نہیں پاتا۔

3 جو اپنے نفس کی کوتاہی نہیں جانتا اس کے تمام اوقات نقصان اور کوتاہی کے ہیں۔

پس جب تو طریقِ صوفیاء پر گامزن ہوا اور اس کے بعد اپنے نفس میں کوتاہی دیکھے تو سمجھ لے کہ ابھی تو طریقت کے پہلے مرحلے میں داخل ہوا اس لیے اس بات سے بچ کہ تجھ سے جہالت یا جفا کا ظہور وقوع ہو۔ یا تو ایسی بیماری میں مبتلا ہو جو تجھے روز و شب دیدار الٰہی سے محروم و محجوب کر دے۔ عقل کے ہوتے ہوئے یہ جہالت کتنی بری ہے۔ احباب کے ساتھ جفا اور اطبا

کے ساتھ بیماری کس قدر قبیح ہوتی ہے!

سیدی احمد [1] کا ارشاد ہے کہ میرا " سلوک الی اللہ " کا سارا معاملہ انہی کلمات پر مبنی ہے۔

---

[1] **سیدی ابوالحسن علی بن عبداللہ بن عبدالجبار الشاذلی** ایک ربانی عالم اور طائفہ علمیہ شاذلیہ کے شیخ ہیں۔ آپ کا نسب شریف حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔ آپ کی ولایت اور خیر و صلاح کی شہرت محتاجِ بیاں نہیں؛ کیونکہ آپ کے مناقب اور پاکیزہ سیرت پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان جلیل القدر کتابوں میں سے شیخ ابنِ عطا رحمۃ اللہ علیہ کی "لطائف المنن" اور شیخ ابنِ عباد کی "کتاب المفاخر" ہے اور علما نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔

حضرت عزبن عبدالسلام فرماتے تھے: "اس عجیب کلام کو سنو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کے قریب ہے" وہ پہلے گروہِ صوفیاء پر تنقید کرتے تھے بعد ازاں ان کے ساتھ ہم آہنگ ہو گئے اور انہیں میں سے ہو گئے۔ ان کے لیے اس بات کی گواہی شیخ ابوعبداللہ النعمان نے قطبانیہ میں دی۔ حضرت ابنِ دقیق العید کا ارشاد ہے۔: "میں نے شیخ ابوالحسن شاذلی سے بڑھ کر عارف باللہ نہیں دیکھا"

کلام شیخ کا نمونہ:

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا: پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اتباع کی حقیقت کیا ہے؟

فرمایا: "متبوع کو (جس کی اتباع کی جائے اس کو) ہر چیز کے ہاں، ہر چیز کے ساتھ اور ہر چیز میں دیکھنا"

فرمایا جب تمہارا کشف قرآن و سنت سے ٹکرائے تو قرآن و سنت کا دامن تھامو (یعنی کشف پر عمل نہ کرو) اور اپنے نفس سے کہو "اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن و سنت میں (ہدایت کی) ضمانت دی جب کہ کشف والہام اور مشاہدہ میں ایسی کوئی ضمانت نہیں"

علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کشف والہام اور مشاہدہ پر عمل قرآن و سنت پر پیش کرنے کے بعد ہی کرنا چاہیے۔

⇐

حضرت شیخ کا ارشاد ہے: ''تم ولایت کی بو بھی نہیں سونگھ سکتے جب تک تم دنیا اور اہلِ دنیا سے کنارہ کشی نہیں کر لیتے۔''

فرمایا: ''میرے دل پر جب کوئی خطرہ گزرتا ہے تو میں اسے کتاب و سنت کے دو عادل گواہوں کی گواہی کے بغیر قبول نہیں کرتا''

فرمایا: ''مجھے کہا گیا: اے علی! روئے زمین پر فقہ کی کوئی مجلس شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی مجلس سے زیادہ باوقار نہیں اور حدیث کی کوئی مجلس شیخ عبدالعظیم منذری کی مجلس سے حسین نہیں اور حقائق کی کوئی مجلس تمھاری مجلس سے زیادہ خوبصورت نہیں۔''

فرمایا: ''قطب کی پندرہ کرامتیں ہوتی ہیں۔ پس جو شخص ان کرامات میں سے کسی کرامت کا دعویٰ کرے تو اس بات کو ظاہر کرے کہ کیا وہ عصمت، خلافت اور نیابت کی مدد سے مؤید ہے۔ حاملینِ عرش کی مدد اس کو حاصل ہے؟ کیا اس کو حقیقتِ ذات اور احاطہ اسماء و صفات کا کشف ہوتا ہے؟ اسے دو وجودوں کے درمیان فصل اور اول سے اول کا انفصال کا مرتبہ حاصل ہے؟ اور جس چیز کا منتہا تک اتصال اور جو کچھ اس میں ثابت ہو، ماقبل کا حکم ماقبل و مابعد کا حکم اور علم بداء تک اس کی رسائی ہے؟ علمِ بداء دراصل ہر معلوم چیز کا علمِ محیط ہے جو سرِ اول سے منتہا تک جاتا ہے پھر ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے۔''

فرمایا: ''حقیقتِ قرب عظمتِ قرب کے باعث قرب بالقرب سے غَیبت کا نام ہے۔''

فرمایا: ''تصوف نام ہے نفس کو عبودیت کی مشق کرانا اور اس کو احکامِ ربوبیت کی طرف لوٹانا۔ صوفی وہ ہے جو اپنے وجود کو ایسے دیکھتا ہے جیسے ہواء میں ہباءً، جو وجود نہیں رکھتے نہ معدوم ہوتے ہیں جب کہ وہ علم الٰہی میں ہوتے ہیں''

فرمایا: ''وہ علوم جن کی تعریف کی جاتی ہے کتنے ہی عظیم و جلیل کیوں نہ ہوں اہلِ تحقیق کے نزدیک وہ باعثِ تاریکی ہیں اور یہ اہلِ تحقیق وہ ہیں جو بحرِ ذات کی موجوں میں اور صفات کی گہرائیوں میں غرق

⇐

ہمیں شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے: "جو شخص علومِ شریعت میں تبحر حاصل نہ کرے اور اس قابل نہ ہو جائے کہ مجلسِ مناظرہ میں اپنے واضح دلائل سے بزرگ علما کے دلائل کا جواب دے سکے تو اس وقت تک ہماری صحبت کی خواہش نہ کرے۔"

پس اے برادر! ہم نے اس خلق میں تمھارے لیے جو کچھ ثابت کیا اس کو اپنے زمانے کے اکثر مریدوں پر "جو طریقت میں آنے کے مدعی ہیں" پیش کرو تم دیکھو گے کہ ان میں سے کوئی فقہ کی کسی مختصر کتاب کے مسائل بھی حل کرنے کے قابل نہیں۔ بلکہ وضو کی شرائط بھی نہیں جانتا چہ جائے کہ زیادہ مسائل سے آگاہ ہو۔ اسی لیے یہ لوگ نفع سے محروم رہتے ہیں۔ ان میں سے بعد کے لیے درِ توحید کھلا تو وہ زندیق ہو گئے اور حرام و مشتبہ چیزیں کھانے لگے اور دعویٰ کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی مالک نہیں۔ (لہٰذا یہ چیزیں ان کے لیے حلال ہیں) ان لوگوں کے چہروں پر تاریکی چھا گئی یہاں تک کہ ہر خاص و عام کے لیے بالکل ظاہر ہو گئے۔ (اور پہچاننا مشکل نہ رہا) لہٰذا اس خلق کو جان لو اور اپنا نصیبہ دنیا سے لینا نہ

ہیں۔ اس مقام پر ان کو کوئی رنج و غم نہیں۔ یہ اعلیٰ شان والے خاص لوگ ہیں جو انبیاء و رسل علیہم السلام کے احوال میں شریک ہوتے ہیں اور ان احوال میں ان کا حصہ بقدرِ وراثت ہے جو ان کو ان کے مورثین انبیائے کرام سے ملا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علما انبیائے کرام کے وارث ہیں" یعنی علم و حکمت میں ان کے قائم مقام اور نائب ہیں نہ کہ تحقیقِ مقام میں؛ کیونکہ انبیائے کرام اس سے کہیں عظیم و جلیل ہیں کہ ان کے حقائق دوسروں پر جلوہ گر ہوں۔"

شیخ کا حقائق کے متعلق اور کتاب و سنت سے وابستگی کے متعلق کلام بہت ہے جن کتابوں سے تم آگاہ ہو چکے اس مسئلہ میں ان کتابوں کی طرف رجوع کرو۔

بھولو۔ والحمد للہ رب العالمین۔

ایک اور اخلاق

سچے مریدوں کے اخلاق وآداب میں سے ایک خلق یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنے زمانہ کے کسی شیخ سے فیض حاصل کرنا چاہے تو تین دن یا سات دن روزہ رکھے اور خاموشی اور کم خوری اختیار کرے۔ پھر جب یہ مدت گزر جائے تو دو رکعت نماز نفل پڑھے اور سجدوں میں اور سلام کے بعد دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی عارف باللہ سے ملا دے اور اس عارف کی عقیدت اور فرمانبرداری عطا کرے۔ پھر اپنے علاقہ یا دوسرے علاقوں کے مشائخ کی طرف دل سے توجہ کرے اور یکے بعد دیگرے ان سے ملے، تو جس سے ملنے کی دلی رغبت حاصل ہو تو سمجھ لے کہ اس کی امانت وودیعت اس شیخ کے پاس ہے۔

ایک گروہ نے اس نکتہ نگاہ کی مخالفت کی اور کہا کہ ایسے مریدوں کی اس شیخ کے ہاں امانت نہیں اس لیے انہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ پھر وہ اس شیخ سے جدا ہو کر لوگوں سے کہتے ہیں اگر ہمیں اس شیخ سے مدد (فیض) یا بھلائی ملتی تو ہم اس کو نہ چھوڑتے۔ جیسا کہ مشائخِ عصر سے ایک گروہ کے جدا ہونے کا واقعہ ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ طریقت عزیز اور نادر معاملہ ہے اور اہلِ طریقت اس سے زیادہ عزیز اور سچا طالب (مرید) کبریتِ احمر سے بھی نادر وکمیاب۔ بعض اوقات سچے مریدوں کا روپ دھارنے والے مریدوں کی حالت رواج پا جاتی ہے جیسا کہ ہم خطبہ کتاب میں اس کی طرف اشارہ کر چکے۔ اس طرح ایک محروم ومحجوب مرید حصولِ شہرت کے لیے جھوٹوں کے پاس طریقت کا طلبگار ہو کر آتا ہے مگر عرصہ دراز کے بعد بھی اسے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اگر طالب اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے اور سچے عارفِ زمانہ کی طرف اللہ تعالیٰ سے رہنمائی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرمائے گا پس وہ بصیرت ویقین کے ساتھ اس عارف کی صحبت میں آجائے گا۔

حضرت راوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے: ''شیخ ہر زمانے میں اولیائے کرام کی نظروں سے چھپا ہوتا ہے چہ جائے کہ عوام الناس کے سامنے بے حجاب ہو۔ اس کو اہلِ باطن واہل نظر ہی پہچانتے ہیں نہ کہ اہلِ ظاہر۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے زیادہ تر اعمال جن کے ذریعے وہ اپنے ہم عصر لوگوں سے ممتاز اور نمایاں ہوتا ہے قلبی اعمال ہیں اس کے ظاہری اعمال وہی ہوتے ہیں جو اس کو اہلِ ظاہر سے متمیز نہیں کرتے یعنی فرائض وسنن مؤکدہ۔ پس جب وہ شہرت حاصل کرتا ہے تو بداہتاً مخفی ہو جاتا ہے، پھر ایک محجوب مرید اس کو ستر ہزار پردوں کے پیچھے کیوں کر پہچان سکتا ہے؟''

حدیثِ قدسی میں ہے: ''اؤلیائی تحت قبائی لایعرفهم غیري ''میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہوتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''ہر زمانہ میں اہل اللہ کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سچے طالبینِ طریقت کی کمی ہے۔ اگر مرید سچے ہوتے تو سچے اہل اللہ ضرور اپنے آپ کو ظاہر کرتے۔ مگر طالبانِ طریقت نفسانی لذتوں اور فاسد غرضوں میں پڑ گئے تو اہلِ عقل واصلین کا ان سے پوشیدہ رہنا رحمت ہے۔ میں نے عرض کیا مرید تو ہمیشہ ان امراض کے ساتھ طریقت کے خواہاں ہوتے ہیں اور شیوخ ان کو منع نہیں کرتے بلکہ ان کو قبول کرتے ہیں اور انہیں ایسی دوا تجویز کرتے ہیں جن سے ان کے امراض آہستہ آہستہ زائل ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے احوال سنور جاتے ہیں۔ فرمایا: ''صحیح ہے۔ اگر سچے مرید جان لیتے کہ ان میں کون سی بیماریاں ہیں اور وہ اپنے شیوخ سے صحیح غرض کے تحت ان بیماریوں کی دوا طلب کرتے تو وہ اس سے انکار نہ کرتے مگر ان طالبین نے تو ازالہ امراض کی دوا اس لیے طلب کی کہ لوگوں پر مشیخیت قائم کریں۔ وہ اپنے آپ کو اس مشیخیت کے اہل سمجھتے ہیں، پھر اس حالت سے باہر نکلنا بھی نہیں چاہتے بلکہ ان میں سے کوئی ایسا ہے جو صلاح اور بزرگی کا مدعی ہے اور اپنی اس حالت پر خوش رہتا ہے یہاں تک کہ اسی حالت پر مر جاتا ہے اور کسی نصیحت گر کی نصیحت قبول نہیں

کرتا۔ پس ایسے لوگوں کا حکم وہی ہے جو اس غرض سے انگور خریدے تاکہ شراب تیار کرے یا لونڈی خریدے تاکہ پیشہ ور عورتوں میں اسے غلط کاری کے لیے چھوڑ دے اور یہ واضح ہے کہ ان اشیاء کی بیع انجامِ کار کے لحاظ سے حرام ہے۔ یہی حکم ہے اس مرید کا جو خلوصِ دل سے طالبِ طریقت نہ ہو(اس بات کو سمجھ لیں)"

اس زمانہ میں ایسے مریدوں کی کثرت ہے جنہوں نے ناحق شیخ ہونے کا دعویٰ کیا اور مسندِ شیخیت پر اجازتِ شیوخ کے بغیر بیٹھ گئے پس خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔ نیز ان کے سر پر رہزنوں کا گناہ رہا۔

راوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "سچے مرید کے لیے ضروی ہے کہ وہ اس شخص کی صحبت اختیار نہ کرے جو اس زمانے میں مشیخیت کی مسند پر بیٹھ کر لافیں مارتا رہتا ہے۔ جب تک کہ الہامِ ربانی کے ذریعے اس کی سچائی کی نشانیاں ظاہر نہ ہوں اور استخارہ نیز سچے اہلِ طریقت کی گواہی سے اس کی تائید نہ ہو۔"

آپ کا ارشاد ہے: "کسی مدعیٔ طریقت کی صحبت اختیار نہ کرو جو بظاہر طریقت کا لباس پہنے۔ نہ ہی ایسے لوگوں کو بیعت و عہد کی اجازت دی جائے کیونکہ یہ لوگ اژدھے سے زیادہ اذیت رساں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جب اژدھے کی اذیت دیکھتے ہو تو اس سے انتہائی احتیاط کرتے ہو مگر ایسے شخص کی فتنہ انگیزی سے بچنا ممکن نہیں جو صلاح و بزرگی کا اظہار کرے کیونکہ وہ بباطن انسانی لباس میں شیطان ہے۔"

فرمایا: "یہی حکم ہے ان لوگوں کا جو اپنے آپ کو سچے مشائخ قرار دیتے ہیں یا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سچے مشائخ کے سپرد ہیں۔ جیسے ملامتی، قلندری، حیدری، بسطامی اور دیگر سلسلوں سے وابستہ لوگ۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لقب اختیار کرنے والوں یا ایسی نسبتوں کے حاملین پر مخالفتِ طریقت کا غلبہ ہے کیونکہ تمام سچے مشائخ سے کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونے کی تاکید منقول ہے جیسے حضرت سیدنا عبدالقادر جیلی (جو شیخ عبدالکریم

جیلی رحمۃ اللہ علیہ [2] کے جدامجد ہیں)"

---

[2] آپ عارف باللہ وارثِ دینِ محمدی سیدی قطب الدین ابراہیم بن عبدالکریم جیلی یا جیلانی ہیں۔ جیلی قریہ جیل کی طرف نسبت ہے اور یہ بستی بلادِ فارس کے مغربی حصہ میں واقع ہے۔ حضرت جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے نواسے ہیں۔ آپ نے ولی کامل اسماعیل جبرتی قدس سرہ کے ہاتھ پر سلوک کی منازل طے کیں۔ آپ شریعت، طریقت اور حقیقت کے عالم تھے مگر علمِ حقیقت کی تالیفات میں مشہور ہوئے اور شیخ اکبر قدس سرہ سے بہت زیادہ محبت واحترام رکھتے تھے۔

آپ کی عظیم کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ دورانِ سلوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس بیداری میں شیخ سیدی اسماعیل کی صورت میں ظاہر ہوتے اور کھل کر کلام فرماتے۔ اور آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے۔ مگر اس بات کا شیخ اسماعیل کو علم نہ ہو تا کہ حضرت جیلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوتے ہیں جب پتہ چلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کی بنا پر شرمندہ سے ہو جاتے۔

حضرت جیلی کی علومِ صوفیاء میں بہت سی کتابیں ہیں جو آپ کے علم وعظمت، کمالِ معرفت اور روحانی وراثت کا پتا دیتی ہیں۔ ان میں سے قابلِ فخر کتاب "الناموس الأعظم والقاموس الأقدم في معرفة قدرالنبى صلى الله عليه وسلم" ہے جو چوالیس اجزاء پر مشتمل ہے۔ آپ کی طرف منسوب کتب زیادہ تر اسی کتاب عظیم کی کسی خاص جزء پر مبنی ہیں جیسے "كمالات الهية في الصفات المحمدية" لسان القدربنسيم السحر" "قاب قوسين" اور "مراتب وجود" اس کتاب کا بیشتر حصہ اب گم ہے ہمارے علم کے مطابق کسی نے اب تک اس کو مکمل جمع نہیں کیا۔ انہی کتب میں سے ایک "الانسان الكامل" ہے یہ بہت مشہور کتاب ہے "خطب العجائب وفلك الغرائب" اور "المملكة الربانية المودعة في النشاة الانسانية" وغیرہ کتب بھی اسی قبیل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دارین میں آپ کے علوم سے نفع عطا فرمائے۔ آمین

⇐

حضرت سید احمد بدوی (3)

حضرت شیخ شرع شریف پر بہت سختی سے عمل پیرا تھے اپنے علوم کو کتاب وسنت سے مؤید فرماتے۔ کتاب "الانسان الکامل" کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں: "قاری کتاب سے التماس ہے کہ جب وہ اس بات سے آگاہ ہو جائیں کہ میں نے اس کتاب کو کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ کے دلائل سے مبرھن ومؤید کیا ہے اس کے بعد اگر میرے کلام سے کئی ایسی بات ظاہر ہو جو بظاہر کتاب وسنت کے خلاف ہو تو سمجھ لے کہ یہ اس کے فہم کی غلطی ہے ورنہ وہ میری مراد نہیں جس کے لیے میں نے یہ کتاب لکھی۔ پس اس غلطی کو تسلیم کر کے عمل میں توقف کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے معرفت کا دروازہ کھول دے اور اسے کتاب کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ سے کوئی شاہد (دلیل) مل جائے۔"

[3] سیدی احمد بدوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحبِ حسب ونسب ابوالعباس سید احمد البدوی کا شہرہ روئے زمین پر کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہاں آپ کے کچھ احوال بطورِ تبرک ذکر کرتے ہیں۔ آپ کی جائے ولادت مغرب کا شہر فاس ہے۔ آپ کے اجداد وکرام حجاج کے دورِ حکومت میں جس وقت اس نے اکثر شرفا کو قتل کر دیا۔ فاس چلے گئے جب آپ سات سال کے ہوئے تو آپ نے ہاتف کو کہتے ہوئے سنا اے علی! اس ملک سے مکہ منتقل ہو جاؤ کیونکہ ادھر ہمارا کام ہے یہ 603ھ کی بات ہے۔ آپ کے بھائی شریف حسن بیان کرتے ہیں کہ ہم عربوں کے ہاں پڑاؤ اور کوچ کرتے رہے اور وہ ہمیں عزت واحترام کے ساتھ مرحبا کہتے رہے تاآنکہ ہم چار سال کے عرصہ میں مکہ شریف پہنچ گئے۔ مکہ مکرمہ کے تمام شرفاء نے بھی ہمیں خوش آمدید کہا اور عزت افزائی کی ہم ان کے ہاں عیش فرواں کے ساتھ رہے یہاں تک کہ ہمارے والدِ گرامی 627ھ کو فوت ہو گئے اور باب معلی میں دفن ہوئے اور آپ کی قبر شریف وہاں پر نمایاں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ شریف حسن کہتے ہیں اور میرے بھائی وہیں قیام پذیر رہے، حضرت احمد ہم سے عمر میں چھوٹے تھے مگر دل کے لحاظ سے بڑے

⟸

تھے آپ کی بکثرت نقاب پوشی کے باعث ہم آپ کو بدوی کہتے تھے۔ میں نے اپنے بیٹے حسین کے ساتھ آپ کو مکتب میں قرآن پڑھایا، مکہ میں کوئی بہادر شخص آپ سے بڑھ کر شجاع نہ تھا۔ وہ آپ کو عطاب (گھوڑوں کو تھکا مارنے والا) کہتے۔ جب وارفتگی کی حالت طاری ہوئی تو آپ کے احوال متغیر ہو گئے، پھر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی صرف اشارے سے کلام فرماتے۔

بعض عارفوں کا بیان ہے کہ: "آپ کو حق پر جمعیت حاصل ہوئی تو ہمیشہ کے لیے استغراق میں چلے گئے اور اس وقت تک آپ کی حالتِ استغراق میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ پھر 633ھ میں آپ نے خواب میں تین بار دیکھا کوئی کہہ رہا ہے اٹھ اور مطلع الشمس (مقام طلوع شمس) کی طرف جا۔ جب وہاں پہنچ جائے تو مغرب الشمس کو ڈھونڈ اور طند تا یعنی طنطا کی طرف چلا جا۔ اے نوجوان! تیرا مقام وہاں ہے، پس آپ بیدار ہوئے تو اہلِ خانہ سے مشورہ کیا پھر عراق کی طرف چل دیے تو عراق کے شیوخ جن میں سید عبد القادر گیلانی اور سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہما شامل ہیں نے بہت عزت واکرام کے ساتھ مرحبا کہا۔"

حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے خواب میں ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا احمد! طند تا جا تو وہاں رہے گا۔ ادھر مردوں اور بہادروں کی تربیت کرے گا۔ جن میں عبد العال، عبد المجید، عبد الوہاب، عبد المحسن اور عبد الرحمن ہیں۔ یہ ماہ رمضان 633ھ کا واقعہ ہے۔ پھر آپ مصر تشریف لے گئے اور طند تا کا قصد کیا اور بہت سرعت کے ساتھ شیخ شہر ابن شحیط کے گھر میں داخل ہوئے اور گھر کی چھت پر چڑھنے لگے۔ آپ ساری ساری رات اور سارا سارا دن کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھتے تھے جس کے باعث آپ کی آنکھوں کی سیاہی سرخی میں تبدیل ہو گئی اور وہ انگاروں کی طرح دہکتی تھیں چالیس دن یا اس سے زیادہ دن گزر جاتے آپ کھاتے تھے نہ پیتے تھے اور نہ سوتے تھے۔ پھر چھت سے اتر آئے اور مینارہ کی طرف نکل گئے تو بچے آپ کے پیچھے پڑ گئے۔ ان بچوں میں عبد العال اور عبد المجید بھی تھے۔ آپ کی آنکھیں ورم زدہ ہو گئیں تو ان پر رکھنے کے لیے عبد العال سے انڈا طلب کیا اس نے کہا کیا آپ مجھے اپنا بوریا دے دیں

⇐

گے ؟ تو فرمایا: ' ہاں دے دوں گا ' پھر اسے عطا کر بھی دیا پھر وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا ماں! بدوی کی آنکھوں میں درد ہے انہوں نے مجھ سے انڈا مانگا ہے اور مجھے یہ بوریا بھی عطا کیا ہے، ماں نے کہا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، چنانچہ عبدالعال نے حضرت سید احمد کو اس کی خبر دی، فرمایا، جا صومعہ میں سے لے آ۔ عبدالعال صومعہ گیا اور صومعہ کو انڈوں سے بھرا پایا۔ پھر ایک انڈا لے کر حضرت شیخ کے پاس آیا، اس دن سے وہ حضرت شیخ کے ساتھ وابستہ ہو گیا اور اس کی ماں اسے اس وابستگی سے آزاد نہ کر اس کی، وہ کہا کرتی بدوی! تو ہمارے لیے نحوست لایا ہے، آپ سن کر فرماتے، اگر تو کہتی کہ اے بدوی تو ہمارے لیے بھلائی لایا تو یہ زیادہ صحیح بات ہوتی، پھر اس کی طرف کہلا بھیجا، یہ تو بیل کے سینگ والے دن سے ہمارا بیٹا ہے، (حضرت کے اس ارشاد کے پس پردہ ایک قصہ ہے وہ یہ کہ) عبدالعال کی ماں نے اس کو بیل کی کھرلی میں جنم دیا تھا، جب بیل نے اسے کھانے کے لیے سر جھکایا تو اس کا سینگ رسی میں اڑ گیا، عبدالعال نے اس کے سینگ پر پیشاب کر دیا، جس سے اس کی گردن میں جوا بن گیا جسے کوئی اتار نہ سکا۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت سیدی احمد عراق میں تھے آپ نے ہاتھ دراز کر کے اس کے سینگ کو چھڑایا، جب عبدالعال کی ماں نے حضرت کا ارشاد سنا تو سارا واقعہ یاد آیا تو اس دن سے آپ کی معتقد ہو گئی۔ حضرت سیدی احمد بارہ سال تک چھت پر رہے، عبدالعال کسی مرد یا بچے کو آپ کے پاس لاتے تو آپ چھت ہی سے اس پر سر جھکا کر نظر ڈالتے اور اس کو بھرپور مدد دیتے اور عبدالعال سے فرماتے اس کو فلاں جگہ یا فلاں علاقہ میں لے جاؤ لوگ ایسے افراد کو اصحاب السطوح (چھت والے لوگ) کہتے۔

آپ ہمیشہ منہ پر کپڑا لپیٹے رہتے، ایک روز عبدالمجید کو چہرہ انور کی زیارت کی خواہش ہوئی تو عرض کیا، آقا! میں آپ کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: ہر شخص کے لیے ایک نظر ہے عرض کیا اے میرے آقا مجھے دیدار کرا دیں خواہ میں مر جاؤں پس آپ نے نقاب کا بالائی حصہ سرکایا، جس سے وہ غش کھا کر گرے اور فوت ہو گئے۔

⇐

آپ کی پنڈلیاں موٹی اور بھری ہوئی، بازو لمبے چہرہ بڑا، آنکھیں سرگیں قد دراز، رنگ گندمی، چہرے پر چیچک کے تین نشان ایک دائیں رخسار پر اور دو بائیں پر، ناک اٹھی ہوئی اور اس پر سونگھنے کی دو حسّیں اور ہر گوشہ حس ؓمیں عدسہ سے چھوٹا کالا نشان تھا، آپ کی آنکھوں کے درمیان استرے کے زخم کا نشان تھا جو آپ کے بھتیجے نے مقام الطلح (مکہ) میں لگایا تھا، آپ بچپن ہی سے چہرے پر دو کپڑے لپیٹ کر رکھتے، جب قرآن حکیم حفظ کیا تو اس کے بعد ایک مدت تک فقہ شافعی سے اشتغال رہا یہاں تک کہ جذب اور وارفتگی کی حالت طاری ہوئی، تو علمی اشتغال چھوڑ دیا، جب آپ کپڑا پہن لیتے اور عمامہ باندھ لیتے تو دھونے یا کسی اور کام کی غرض سے نہ اتارتے تاآنکہ وہ بوسیدہ ہو جاتا پھر لوگ اس کو بدل دیتے خلیفہ وقت ہر سال میلادالنبی کے موقع پر جو عمامہ باندھتا وہ حضرت شیخ کا عمامہ ہوتا۔ جہاں تک بشت احمر کا تعلق ہے وہ شیخ عبدالعال کا لباس ہے۔

آپ فرمایا کرتے: "مجھے اپنے پروردگار کی قسم چھوٹی چھوٹی حوضیاں بحر محیط پر گردش کرتی ہیں۔"

شیخ محمد شناوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: "ایک شخص نے میلاد کی حاضری کا انکار کیا تو اس کا ایمان سلب ہو گیا۔ اصل میں اس کے دل میں بال برابر ایمان کی رمق بھی نہ تھی، ورنہ وہ اسلام کی طرف لوٹ آتا۔ اس نے حضرت سید احمد سے استغاثہ کیا تو فرمایا: اس شرط پر ایمان لوٹ سکتا ہے کہ دوبارہ اس کا انکار نہ کرے، تو اس نے عرض کی ہاں دوبارہ ایسا نہ کروں گا۔ پس آپ نے اس کا لباسِ ایمان لوٹا دیا، پھر فرمایا تمہیں کیا چیز بری لگتی ہے؟ کہا مردوں عورتوں کا اختلاط، فرمایا یہ تو طوافِ کعبہ کے وقت بھی ہوتا ہے اس سے تو کسی نے منع نہیں کیا؟ پھر فرمایا عزتِ ربوبیت کی قسم کسی نے محفل میلاد میں نافرمانی نہیں کی مگر توبہ کے بعد اس کی توبہ میں حسن پیدا ہو گیا۔"

جب میں وحشی جانوروں کو جنگلوں میں چراتا تھا اور مچھلیاں سمندروں میں ہوتی تھیں تو میں ان کو ایک دوسرے سے بچاتا تھا تو کیا اللہ تعالیٰ مجھے اس شخص کی حمایت سے عاجز کر دے گا جو میری محفلِ میلاد

⇐

میں آتا ہے۔

ابن لبان نے حضرت سید احمد کے متعلق گستاخانہ کلمات کہے تو اس کا قرآن، علم اور ایمان سلب ہو گیا، پھر وہ متواتر اولیائے کرام سے استغاثہ اور فریاد کرتا رہا مگر کسی نے اس کے معاملہ میں مداخلت نہ کی پھر انہوں نے شیخ یاقوت عرشی کی طرف رہنمائی کی اور وہ حضرت سید احمد کی طرف گئے اور قبر میں آپ سے کلام کیا۔ حضرت شیخ نے ان کے کلام کا جواب دیا انہوں نے عرض کیا: آپ ابوالفتیان (بہادر شخص) ہیں اس مسکین کا سرمایہ لوٹا دیں، فرمایا: اس شرط پر کہ توبہ کرے۔ چنانچہ اس نے توبہ کی تو حضرت نے اس کا سرمایہ لوٹا دیا اور یہ کرم نوازی اس عقیدت کا نتیجہ ہے جو ابن لبان کو اپنے شیخ یاقوت عرشی سے تھی، شیخ یاقوت نے اپنی بیٹی کی شادی اس سے کی وہ قرافہ میں ان کے قدموں میں دفن ہے۔

ابن دقیق العید کا واقعہ اور حضرت سید احمد سے امتحان لیے کا قصہ بھی مشہور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے شیخ عبدالعزیز دیرینی کو حضرت سید احمد کے پاس بھیجا اور کہا اس شخص کا امتحان لیجیے جو لوگوں میں اس قسم کے حیران کن مسائل کے حوالے سے مشہور ہے، اگر وہ ان مسائل کا جواب دے تو ولی اللہ ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالعزیز نے آ کر سید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سوالات کیے تو آپ نے ان کے جوابات بحسن وخوبی دیے۔ نیز یہ فرمایا کہ جو جوابات فلاں کتاب میں لکھے ہیں اور وہ جوابات انہیں اسی کتاب میں مل گئے جس طرح کہ حضرت شیخ نے فرمائے تھے۔

حضرت شیخ عبدالعزیز سے حضرت سیدی احمد کے متعلق سوال ہوتا تو فرماتے حضرت ایک بے کراں سمندر ہیں۔

ان لوگوں کے حالات وواقعات بہت زیادہ ہیں جو بلادِ فرنگ سے آتے اور حضرت سے استغاثہ کرتے اور آپ انہیں رہزنوں سے بچاتے یہ واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ دفتروں میں نہیں سماتے۔

حضرت شیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے 950ھ میں بچشم خود مشاہدہ کیا کہ ایک قیدی حضرت شیخ عبدالعال کے منارہ پر زنجیروں میں جکڑا تھا۔ اس کی عقل میں فتور تھا میں نے اس

⇐

سیدی ابراہیم دسوقی (4) اور دیگر مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے ارشادات ہیں یہاں تک کہ حضرت

سے پوچھا تو کہنے لگا میں بلادِ فرنگ میں تھا رات کا پچھلا پہر تھا تو میں نے سیدی احمد کی طرف توجہ کی اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مجھے لے کر ہوا میں اُڑ رہے ہیں اور پھر یہاں آکر رکھ دیا مجھے دو دن تک بزور اُچک لینے کے باعث چکر آتے رہے۔"

حضرت سیدی احمد 675ھ میں فوت ہوئے اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو تقدیس عطا کرے اور آپ کے برکات سے ہمیں نوازے۔ آمین۔

[4] سید ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید ابراہیم بن ابی المجد بن قریش بن ابی طنجا بن زین العابدین بن عبد الخالق بن محمد بن ابی الطیب بن عبد اللہ الکاظم بن عبد الخالق بن ابی القاسم بن جعفر زکی بن علی بن محمد الجواد بن علی الرضا ابن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق ابن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین السبط بن علی المرتضی بن ابی طالب الھاشمی القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

شافعی مذہب کی فقہ حاصل کی پھر صوفیائے کرام کا طریقہ اختیار کیا اور درجہ شیخ پر فائز ہوئے اور سفید جھنڈا شعار بنایا، 43 سال عمر پائی، مجاہدہ نفس اور خواہشات و شیطان کے خلاف جہاد سے کبھی غافل نہ ہوئے یہاں تک کہ 679ھ کو وصال فرمایا۔

حضرت سید ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر مشائخ عظام اور صدور مقربین سے تعلق رکھتے ہیں۔ صاحبِ کراماتِ ظاہرہ، مقامات فاخرہ، سرائر زاہرہ، بصائر باہرہ، احوالِ فارقہ، انفاسِ صادقہ، ہمم عالیہ، نفحات روحانیہ، اسرار ملکوتیہ اور محاضرات قدسیہ ہیں۔ آپ کو معارف میں بلند معراج، حقائق میں روشن منہاج، بلندیوں میں طور اعلیٰ احوال، نہایت میں قدم راسخ، علوم موارد میں ید بیضا، تصرف میں زبردست طاقت حقائق آیات کے متعلق فوق العادۃ کشف اور مشاہدات کے معانی میں بہت زیادہ فتوحات حاصل

⇐

ہیں۔ حضرت ایسے یکتا ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عالم ایجاد کی طرف ظاہر کیا اور مخلوق کے لیے رحمت بنایا اور خاص وعام میں مقبولیتِ تامہ رکھی۔ عالم میں تصرف دیا، احکامِ ولایت میں تمکین بخشی، اشیاء کی حالت بدلی، خرقِ عادات امور کی طاقت اور غیب کی اشیاء کا علم عطا کیا اور آپ کے ہاتھ پر عجائب کو ظاہر کیا، پنگھوڑے میں روزے رکھے۔ آپ سریانی، عبرانی، زنجی زبانوں میں کلام کرتے یونہی جانوروں اور پرندوں کی بولیاں بولتے تھے آپ کا بکثرت کلام اہلِ طریقت کی زبان پر جاری ہے۔

کلام شیخ کا نمونہ

جو شخص شروع ہی سے سخت کوش اور محنتی نہ ہو اس کا مرید فلاح نہیں پاسکتا کیونکہ اگر وہ سو جائے گا تو اس کا مرید بھی سو جائے گا، اگر شب زندہ دار ہو گا تو اس کا مرید بھی رات کا قیام کرے گا۔ اگر وہ لوگوں کو عبادت کا حکم دے گا اور خود نمازیں ضائع کرے گا یا انہیں باطل کاموں سے توبہ کا کہے گا اور خود غلط کاموں پر عمل پیرا ہو گا تو وہ لوگ اس پر ہنسیں گے اور اس کی بات نہ سنیں گے۔

فرمایا کرتے: جو شخص دین دار، صاحب تحقیق اور پاک وعفیف نہیں وہ میری اولاد سے نہیں خواہ میرا صلبی بیٹا ہو، اور جو شخص شریعت، حقیقت، طریقت، دیانت، ضیافت، زہد اور کم طمعی کا پابند ہو وہ میرا بیٹا ہے خواہ دور دراز کے علاقوں سے تعلق رکھتا ہو۔

ارشاد گرامی ہے: فقیر مرتبہ کمال کو نہیں پہنچتا جب تک سب لوگوں سے محبت نہیں کرتا اور ان کے لیے شفیق ومہربان نہیں ہوتا، اور ان کے عیبوں کی پردہ پوشی نہیں کرتا کیونکہ مرتبہ کمال کا مدعی ہے اگر ان باتوں کے خلاف ہو جو ہم نے ذکر کیں تو اپنے دعوی کمال میں جھوٹا ہے۔

آپ فرمایا کرتے: "کسی فقیر کے حال، لباس اور طعام پر اعتراض نہ کرو یعنی وہ کس حال پر ہے اور کون سا لباس پہنتا ہے۔ بلکہ کسی کا بھی رد نہیں کرنا چاہیے سوائے اس کے کہ وہ شریعت کی صاف حرام باتوں کا مرتکب ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رد وانکار سے وحشت پیدا ہوتی ہے اور وحشت بندے کو رب سے قطع

⇐

تعلق کرنے کا سبب ہے کیونکہ لوگ خاص وعام، خاص الخاص اور ابتدائی درجہ کے اور انتہائی درجہ کے لوگوں میں بٹے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ بعض بندوں کے ذریعے بعض پر رحم کرتا ہے۔ قوی وہ ہے جو کمزور کے ساتھ چلے یا اس کے برعکس (قوی کے ساتھ نباہ کرے) فقیر لوگ رحمت کی بارش بھی ہوتے ہیں اور کاٹنے والی تلوار بھی۔ لہذا فقیر جب کسی کے سامنے ہنسے تو اس سے بچ کر رہو اور مؤدب ہو کر اس سے ملو۔"

آپ فرمایا کرتے: "شریعت اصل ہے حقیقت اس کی فرع۔ پس شریعت ہر شرعی علم پر مشتمل ہے اور حقیقت ہر علمِ خفی کی جامع اور تمام مقامات ان دونوں کے اندر ہیں۔"

فرماتے: "مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنا علم حاصل کرے جو فرائض و نوافل کو ادا کرنے کے لیے ضروری ہے مگر فصاحت و بلاغت کے ساتھ مشغول نہ ہو کیونکہ یہ چیز ان کو حصولِ مراد سے غافل کر دے گی وہ علم میں صالحین کے نشاناتِ قدم تلاش کرے اور ذکر کا پابند رہے۔"

آپ فرماتے: "بھائی عمل کی پابندی رکھ، طریقت میں ہرزہ سرائی اور بے ہودہ گوئی سے بچ اور اہلِ اخلاق کے اخلاق سے متصف ہو۔ نبی اکرم ﷺ بھوک برداشت کرتے تھے یہاں تک کہ شکمِ اطہر پر پتھر باندھ لیتے اور کھڑے ہو کر اس قدر عبادت کرتے کہ آپ کے قدم مبارک ورم زدہ ہو جاتے اور صحابہ کرام اس طرز عمل میں آپ کی پیروی کرتے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب سرد آہ بھرتے تو جلے جگر کی بو محسوس ہوتی تھی انہوں نے اپنا سارا مال راہ خدا میں خرچ کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمل میں بہت سخت تھے یہاں تک کہ اپنے لباس میں چمڑے کے ٹکڑے پیوند کر لیتے اور اپنے سر کو گھاس سے ڈھانپ لیتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کے قیام میں قرآن ختم کر لیتے اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ عنہ زاہدین و مجاہدین صحابہ کرام میں سے تھے تا آنکہ اکثر بلادِ اسلام فتح ہوئے۔ یہ اخص الخاص صحابہ کرام تھے جن کو بارگاہِ رسالت میں خصوصی قربِ خاص تھا۔ جن کی سخت کاوشوں، زہد اور فاقہ کشی کی یہ حالت تھی۔ پس اے میرے صاحبزادگانِ حقیقت و شریعت! اگر تم چاہتے ہو کہ تمھاری اقتداء کی جائے تو کوتاہی نہ کرو۔ حقیقت کا نام اسی لیے پڑا کہ یہ معاملات کو اعمال کے ذریعے ثابت کرتی اور بحرِ شریعت سے حقائق کے موتی لاتی ہے۔"

⇐

آپ کا ارشادِ گرامی ہے: "جب تک تمھاری زبان حرام کا ذائقہ چکھتی رہے گی اس وقت تک تم حکمتوں اور معرفتوں کا ذائقہ چکھنے کی طمع نہیں کر سکتے۔"

(یاد رکھو) "اگر تمھارا رب تم سے محبت کرے گا تو آسمان اور زمین کی مخلوق تم سے محبت کرے گی۔ اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو جن وانس تمھارے فرماں بردار ہوں گے۔ سمندر تمھارے لیے خشک و پایاب ہوں گے اور ہَوا تمھارے زیرِ فرمان ہوگی۔"

بیٹا! "اولیاء اللہ کے اخلاق سے مزین ہو جاؤ۔ تاکہ سعادت حاصل کرو اور اگر صرف سندِ اجازت لو گے اور کسی سے نزاع کرو گے تو بطورِ فخر کہو گے یہ میری مشیخت کی سند ہے، مگر اخلاق کی سند کے بغیر "پیری" کی یہ سند کوئی چیز نہیں، صرف ایک نقش کی تحریر ہے۔ لیکن سندِ اخلاق کو پڑھیے اور اس کی وصیتوں سے آگاہی حاصل کیجیے، اس جگہ فائدہ حاصل ہوگا۔ اور صفائی قلب نصیب ہوگی۔ روزِ قیامت تک نسل در نسل ہر زمانے میں مدارجِ اولیاء کا یہی طریقہ ہے۔"

"جب مرید فصاحت و بلاغت کے معاملات میں پڑ جائے تو امرِ طریقت سے بے تعلق اور بے گانہ ہو جائے گا۔ اس لیے کہ جو بھی اس سے اشتغال رکھتا ہے وہ طریقت سے کٹ جاتا ہے۔"

"جہاں تک صالحین کی حکایات اور ان کی صفات کا تعلق ہے، میں نے ان کا مطالعہ کیا، حقیقت یہ ہے کہ مرید کے حق میں خدائی لشکر ہیں، بشرطیکہ طریقت میں وہ ان پر قناعت نہ کر بیٹھے۔"

آپ فرمایا کرتے: "سارا علم دو حرفوں پر مشتمل ہے کہ بندہ اپنے رب کو پہچانے اور اس کی عبادت کرے۔ جو ایسا کرے گا شریعت اور حقیقت کو پا لے گا۔ اس میں تعطل نہیں بلکہ عمل علم کی اساس ہے۔ ہم نے یہ دعویٰ اس ارشادِ ربانی کی بنا پر کیا ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ (مزمل) ہر گروہ کا ایک طریقہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ایک شخص میں علم و عمل کو جمع کر دیتا جس سے لوگ پورا فائدہ اٹھاتے۔ پس شریعت درخت ہے اور حقیقت پھل۔"

آپ فرمایا کرتے: "بیٹا! جب تم میں سے کوئی اپنا معاملہ اپنے مولیٰ سے درست نہیں کرتا وہ احوالِ ⇐

طریقت میں داخل نہیں ہوتا۔ صوفیاء کا یہ گروہ کبھی لسان، تمزیق سے کلام کرتا ہے اور کبھی زبانِ تحقیق سے۔ اور یہ ان حضرات کا معاملہ ہے جو جہانِ طریقت میں آتے ہیں۔ میرے بیٹے! تم ان کے احوال سے لذت آشنا نہیں ہوئے نہ تم نے تمزیق کی، نہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پھر تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ گمراہی پر ہیں۔ کیا تم (فیضانِ) بحر کو عام کرتے ہو اور خود عوام میں گھلتے ملتے نہیں؟ پھر تم غرق ہوئے تو جاہلیت کی موت مرو گے۔ کیونکہ تم خود ہی ہلاکت میں پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر (طریقت کی) یہ دولت حرام کر دی، بلکہ تمھارے لیے ضروری ہے کہ تم ان اولیاء کی دعا کے طلب گار بنو اور ان کی برکات مانگو، یہ اس وقت جب تم ان کے سے اعمال نہ بجالا سکو۔ اگر تم اس پر قدرت حاصل کر لو تو یہ ہمیشہ کی سعادت مندی ہے۔

بیٹا! جان لو کہ اس گروہِ صوفیاء کی زبانیں ان کے ارشادات وکلمات میں مختلف انداز کے ساتھ کھلیں تو کچھ سمجھ نہیں آتا۔ اسی طرح ان کے اسرار کا معاملہ ہے جن تک کسی صاحبِ تاویل و تعبیر اور صاحبِ اطلاع و تفسیر کا ذہن نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ان کے اسرار اللہ تعالیٰ کے اسرار کے قائم مقام ہیں۔ اور عام لوگ اسرارِ الٰہی سمجھنے سے عاجز و قاصر ہیں، تو دوسروں کے اسرار کیا سمجھیں گے۔ تمھارے لیے لازم ہے کہ تم گروہِ اولیاء کے متعلق بارگاہِ خداوندی میں سر جھکا دو اور ان سے حسنِ ظن رکھو۔

بیٹا! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب بندے پر جھوٹ اور بہتان باندھو گے اور جرأت وجسارت سے کام لو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہو جائے گا۔ پھر تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے خواہ تمھارے پاس جن وانس کی عبادت ہو۔"

آپ کا ارشادِ گرامی ہے: "جو شخص صبح سویرے اٹھے اور استغفار کی پابندی کرے اس کے لیے انوار بے پردہ ہوں گے، اسے قرب ومستی کے جام پلائے جائیں گے، اس کے دل میں معانیٔ آفتاب ومہتاب جلوہ گر ہوں گے۔

بیٹا! میری بات پر عمل کر، تو فلاح یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا۔"

حضرت شیخ کا ارشاد ہے: "جو مرید کسی روز اپنا وظیفہ چھوڑ دے اس روز اس کی امداد رک جاتی ہے۔

⇐

بیٹا! یاد رکھو ہمارا یہ طریقہ تحقیق، تصدیق، جہد، عمل، پاک دامنی، چشم پوشی، ہاتھ، شرم گاہ اور زبان کی طہارت کا طریقہ ہے۔ جو شخص ان افعال میں سے کسی کی مخالفت کرے تو میں اسے اپنے پاس سے جھٹک دوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ کے مریدوں نے تنہائی کو ترجیح دی، وہ صرف باجماعت نماز کے لیے اور ریاکاری وجدال سے پاک محفلوں میں حاضری دیتے۔ انہیں خود پسندی اور مدارات سے کراہت تھی۔ ہمارے زمانے میں ان باتوں سے بچنا بہت شاذ و نادر سی بات ہے۔ پس تم ان باتوں کے جاننے کے بعد جو اللہ تعالیٰ نے تم پر لازم کیں، گوشہ نشینی اختیار کرو۔

بیٹا! تم ساتویں صدیں ہجری میں ہو جس کے اکثر لوگ سالکینِ راہِ خدا کی طریقت و شریعت کو شریعت میں قدح خیال کرتے ہیں، اور محبتؐ کی حقیقت کو طریقت میں بدعت کہتے ہیں گویا انہیں عطائے الٰہی، امدادِ الٰہی اور اس کی حیران کن خارقِ عادت باتوں کا مطلقاً علم نہیں بلکہ وہ اپنی بُری حالت سے قیاس کرتے ہیں کہ خدائی عطا کا دروازہ بند ہے۔ پس جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ حقیقت میں افعالِ خداوندی پر معترض ہے۔ ہم ایسے ردوانکار اور تعرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس لیے کہ جو بارگاہِ الٰہی کے حاضر باش ہیں اور جو اس کی بارگاہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں ان کے درمیان تمیز اور پہچان ضروری ہے تاکہ معترضین جب اولیائے کرام کے ہاتھوں پر خوارقِ عادات باتیں دیکھیں گے تو ان میں شوق پیدا ہوگا۔ پس کس قدر جہالت کے پتلے ہیں جو فقراء کی شان سے آگاہ نہیں، اور اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے خلاف کب زبانِ طعن دراز کی جاسکتی ہے جو بارگاہِ خداوندی کے طلب گار ہیں؟ کیا کوئی مسلمان ان پر تنقید کرنے کی جسارت کرسکتا ہے۔؟ بخدا ہرگز نہیں۔"

حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا: یہ گروہِ صوفیاء وجد کرتا اور دھمال ڈالتا ہے۔؟ فرمایا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ تم صرف شرعی خلاف ورزی پر اعتراض کرسکتے ہو۔ جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے۔ طریقت نے ان کے جگر کے ٹکڑے کردیے، تھکاوٹ اور شب بیداری نے ان کے جسم پھاڑ دیے اور ان کے سینے تنگ ہوگئے۔ لہذا ان پر اعتراض

⟸

سیدی ابراہیم فرمایا کرتے تھے: "جو شخص اپنے نفس کو شریعت کی صراحی میں قید نہ کرے اور اس پر حقیقت کی مہر نہ لگائے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں، میں دنیا و آخرت میں اس سے بیزار ہوں۔

حضرت سیدی احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (5) کا ارشاد ہے: "تمام ارباب طریقت کا اجماع

کرنے اور تنگ دل ہونے کی گنجائش اور ضرورت نہیں۔ یہ تو اپنے حال کے علاج کے لیے آہیں بھرتے ہیں۔ میرے بھائی! اگر تم اس کا ذائقہ چکھتے تو تم ان کو کپڑے پھاڑنے اور ایسا رنگ اختیار کرنے میں معذور سمجھتے۔ میرے بچو! اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمھارے دلوں میں راہِ ہدایت پر چلنے کا جذبہ پیدا کرے؛ کیونکہ وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

[5] حضرت سیدی احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ شیخ جلیل صاحب حسب ونسب احمد بن ابي الحسين علی الرفاعی بن محی بن ثابت بن حازم بن احمد بن محی بن حازم بن حسن بن مہدی بن ابي القاسم محمد بن الحسن بن الحسين بن احمد بن موسی الثانی بن ابراہیم المرتضی بن ابراہیم المجاب ابن الامام موسی الکاظم ابن الامام جعفر الصادق ابن الامام محمد الباقر ابن الامام زین العابدین ابن الامام الحسین السبط ابن الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ آپ عمر بھر ارض البطائح کی بستی ام عبیدہ میں سکونت پذیر رہے، علوم طریقت، شرح احوال اور کشف منازل کی ریاست آپ پر ختم ہوگئی، بطائح میں تربیت مریدین کا سلسلہ آپ کے ذریعے عام ہوا اور بہت سے لوگ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، بے شمار لوگوں نے آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیے، یہ بھی آپ کے غلبہ احوال اور سلطنتِ اسرار کا مظہر ہے، آپ کا بہت سا کلام اہلِ حقائق کی زبانوں پر ہے، ایک صاحب تمکین شخص کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: "صاحبِ تمکین وہ شخص ہے جو تیروں، نیزوں کا نشانہ بنے یا اس پر تیز آندھیاں آئیں تو اس کے پاؤں میں جنبش نہ ہو۔"

⇐

آپ کا ارشاد ہے: "زہد پسندیدہ احوال اور بلند روشن مراتب کی بنیاد ہے یہ اللہ تعالیٰ سے سچا معاملہ کرنے والوں، اس کی طرف انقطاع اختیار کرنے والوں، اس سے راضی ہونے والوں اور اس پر بھروسہ کرنے والوں کا پہلا قدم ہے۔ پس جو زہد میں اپنی بنیاد مستحکم نہ کرے اس کے بعد کے معاملات صحیح نہیں ہوتے۔"

ایک اور ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ سے انس اسی بندہ کا ہوتا ہے جس کی طہارت کامل اور ذکر پاکیزہ ہو اور وہ ہر اس چیز سے وحشت و نفرت رکھتا ہو جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ اس سے انس و محبت رکھتا ہے اور اس کو انس کے بحرِ حقائق پر لا اتارتا ہے پس وہ وجدان سے غیر اللہ کا خوف محسوس کرتا ہے۔"

فرمایا: "اگر کوئی شخص ذات وصفات کے بارہ میں کلام کر سکتا ہو تو اس کا خاموش رہنا افضل ہے اور اگر قاف سے قاف تک قدم رکھ سکے تو اس کے لیے بیٹھ رہنا بہتر ہے۔"

بیان کیا: "کہ جب میں بچپن میں شیخ عبدالمالک الخرتونی کے پاس سے گزرا تو آپ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: احمد! میری بات یاد رکھ! میں نے عرض کیا: جی فرمایے، تو کہا: التفات کرنے والا (یعنی لوٹ کر دیکھنے والا) منزل تک نہیں پہنچتا اور سستی کرنے والا نہیں سنورتا اور جو اپنی ذات کا نقصان نہ پہچانے اس کے تمام اوقات نقصان بن جاتے ہیں۔ پس میں ایک سال تک ان نصیحتوں کو یاد کرتا رہا اس کے بعد لوٹ کر گیا اور نصیحت کے لیے عرض کی تو فرمایا: 'اہلِ عقل کے ساتھ جہالت اہلِ طب کے ساتھ بیماری اور اہلِ محبت کے ساتھ جفا کا معاملہ بہت قبیح ہے' میں یہ نصیحت لے کر نکلا تو ایک سال تک اس کو دہراتا رہا اس طرح میں نے اس نصیحت سے بہت فائدہ اٹھایا۔"

آپ فرمایا کرتے: "شفقت اور مہربانی ان امور میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں۔"

ایک اور ارشاد ہے: "تیرا وہ بھائی جو تیرے لیے اپنے مال سے کھانا روا رکھے وہ ہے جس کی طرف

⇐

تیرا نفس سکون محسوس کرے اور تیرا دل اس سے راحت پائے۔"

فرمایا: "جب دل سنور جاتا ہے تو وحی، اسرار، انوار اور فرشتوں کے اترنے کا مقام بن جاتا ہے اور دل جب بگڑ جاتا ہے تو ظلم اور شیطانوں کی آماجگاہ ہو جاتا ہے، جب دل سنور تا ہے تو تجھے پیش و پس کی خبر دیتا ہے اور ایسی باتوں پر تنبیہ کرتا ہے جو تیرے علم میں نہیں ہوتیں۔ اور جب تیرا حال باطل چیزوں سے بگڑ جاتا ہے تو اس سے رشد وہدایت کی روشنی غائب ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ سعادت مندی سے بھی محرومی ہوتی ہے۔"

فرمایا: "صدقہ بدنی عبادات اور نوافل سے افضل ہے۔"

"فقیر کے لیے ضروری ہے کہ اپنے نفس کو کبریت احمر سے بھی عزیز و نادر سمجھے اس لیے ہر سانس کو وہ عزیز ترین سرمایہ دے جو اس کے لیے سزاوار ہو مگر کوئی دم ضائع نہ ہونے دے۔"

"سفر فقیر کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا اور اس کی قوتوں کو پراگندہ کر دیتا ہے۔"

"جو شخص میرے افعال سے فائدہ نہیں اٹھاتا اس کو میرے اقوال سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا"

"جو بھائی دنیا میں فائدہ نہیں دیتا وہ آخرت میں بھی فائدہ نہ دے گا۔"

"جب تم میں سے کوئی بھلائی سیکھے تو دوسروں کو بھی سکھا دے اس سے بھلائی کا ثمرہ حاصل کرے گا۔"

ہمارا طریق تین باتوں پر مشتمل ہے: "ہم کسی سے سوال نہیں کرتے، نہ کسی سائل کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہیں اور نہ ہی کچھ ذخیرہ کر کے رکھتے ہیں۔"

ہر رات آسمان سے زمین پر رحمتوں کی بارش ہوتی ہے اور جاگنے والوں کو سیراب کرتی ہے

"بخدا میں نے بھلائی صرف تنہائی میں دیکھی، اے کاش میں کسی کو نہ جانتا نہ کوئی مجھ سے شناسا ہوتا، جس نے بھی مخلوق کی طرف دیکھا اور اپنی عبادت کو ان کی نگاہ میں رکھا تو اللہ تعالی کی نگاہ سے گر گیا کیونکہ حق سبحانہ وتعالی بہت غیرت مند ہے۔"

"فقیر کی ایک شرط یہ ہے کہ فقیر کی نظر لوگوں کے عیبوں پر نہ ہو۔"

⇐

یعقوب خادم کا بیان ہے کہ: "دنیا سے رخصتی سے پہلے حضرت کا سارا گوشت ختم ہو گیا تھا، آپ کرسی پر بیٹھتے تو اٹھ نہیں سکتے، بیٹھ کر ہی گفتگو فرماتے اور دور کے لوگ آپ کے کلام کو اس طرح سنتے جس طرح قریب کے سنتے تھے، یہاں تک کہ ام عبیدہ کی آس پاس کی بستیوں کے لوگ آپ کے کلام اور آوازِ بلند کو سننے کے لیے چھتوں پر بیٹھ جاتے اور جو کچھ آپ بیان کرتے اس کو پہچان لیتے، حتیٰ کہ بہرے اور گونگے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کا کلام سنوانے کے لیے ان کے کان کھول دیتا، جب کوئی جھولی پھیلاتا اور آپ کے کلام کے بعد جھولی کو سینے سے لگاتا (تو سب کلام محفوظ کر لیتا) پھر جب لوٹ کر اپنے ساتھیوں کو سناتا تو سرِ مو فرق نہ ہوتا۔"

آپ دعا مانگتے: "اے اللہ ببرکت صاحبِ لوائے محمود و حوض کوثر ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جنہوں نے فرطِ ذلت سے اپنے رخسار تیرے دروازے پر بچھا دیے اور اپنے سر شرمندگی سے جھکا دیے اور اپنی پیشانیاں سجدوں کے لیے زمین پر رکھ دیں۔ آمین۔"

ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار اسماء ہیں۔ تو فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے مخلوق یعنی ریت، پتوں اور دیگر اشیاء کی تعداد کے برابر اسماء ہیں۔"

آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ کریمہ سے آراستہ تھے اور عفو و درگزر سے کام لیتے تھے جب آپ کے قلبِ اطہر پر حق تعالیٰ کی تجلی عظمتوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی تو آپ پگھل جاتے یہاں تک کہ پانی بن جاتے، پھر اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم کا سہارا دیتا تو آہستہ آہستہ اپنے عادی جسم کی طرف لوٹ آتے اور فرماتے اگر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم میرے شاملِ حال نہ ہوتا تو میں تمھاری طرف لوٹ کر نہ آتا۔

یعقوب خادم کا بیان ہے کہ: "جب حضرت سید احمد مرضِ وصال میں مبتلا ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ اس بار تو (موت کی) دلہن جلوہ گر ہو چکی ہے۔ فرمایا: ہاں، میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا: ایسے معاملات ہوئے جو ہم نے ارواح کے ساتھ خریدے، مخلوق پر بڑی بڑی آزمائشیں آئیں اور میں نے اٹھا لیں، میں نے

⟸

واتفاق ہے کہ وہ حقیقت جسے شریعت رد کرے وہ زندقہ ہے۔" اولیائے کرام فرماتے ہیں شریعت دراصل احکامِ عبودیت کا نام ہے اور حقیقت سراپا عبودیت ہے۔ حضرت ابوالقاسم جنید[6] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "ہماری طریقت کتاب وسنت سے مشید ومؤید ہے لہذا جو شخص

انہیں اپنی باقی عمر کے ساتھ خرید لیا۔ آپ اپنے چہرہ مبارک اور سفید بالوں کو مٹی میں لوٹ پوٹ کر روتے اور کہتے العفو، العفو! اے اللہ مجھے مخلوق کی مصیبت کے سامنے آڑ اور چھت بنا دے۔

حضرت شیخ پیٹ کے مرض میں مبتلا تھے، روزانہ پیٹ سے کچھ نکلتا جو اللہ تعالیٰ چاہتا۔ اس طرح یہ مرض ایک ماہ تک رہا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ سب کچھ کہاں سے آتا ہے جبکہ آپ نے پچھلے بیس دن سے کچھ تناول نہیں فرمایا، فرمایا: بھائی یہ گوشت ہے جو زور سے بہہ کر نکلتا ہے، اس طرح یہ گوشت ختم ہو گیا اور صرف گودہ رہ گیا۔ آج یہ بھی نکل جائے گا اور کل ہم ان شاء اللہ یہ (موت کا) پل عبور کر لیں گے۔ چنانچہ آپ کے بطن مبارک سے کوئی سفید چیز دوبار یا تین بار نکلی پھر آپ جمعرات کے روز بوقت ظہر بمطابق 12 جمادی الاول 570ھ کو وصال فرما گئے۔ اس روز مخلوقِ خدا کا ہجوم تھا آخری کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا "اشھدان لاالہ الااللہ واشھدان محمدارسول اللہ" تھا۔

آپ کے حالاتِ زندگی کے لیے امام شعرانی کی "طبقاتِ کبریٰ" شیخ رواس کی "بوارق الحقائق" اور ہماری تحقیق کے ساتھ "قلائد الزبرجد شرح حکم" مولانا احمد کو دیکھیے۔

[6] حضرت ابوالقاسم الجنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ولی کامل عارف باللہ ابوالقاسم جنید بن محمد گروہ صوفیاء کے سردار ہیں۔ شیخ اکبر آپ کے متعلق فرماتے ہیں: " آپ کا تعلق ان فقہا سے ہے جو شافعی کے معتقد تھے، ابوثور سے فقہ پڑھی ابھی بیس سال کے تھے کہ اپنے استاد ابوثور کے سامنے فتویٰ دیتے تھے، ارباب شریعت وطریقت کے دونوں گروہ آپ کے حضور سر عقیدت جھکاتے تھے آپ کی تعظیم وتکریم پر سب کا اتفاق ہے آپ نے اپنے ماموں سری سقطی اور

⇐

حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف حاصل کیا اس کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "میرے شیخ حضرت سری نے مجھ سے فرمایا: جب میرے پاس سے اٹھو گے تو کس کے پاس بیٹھو گے؟ تو میں نے عرض کیا: 'حضرت محاسبی کے پاس' فرمایا 'ہاں' ان سے علم وادب حاصل کرو اور ان کے کلام کی تشقیق سے کنارہ کش رہو اور اس کام کو اہل کلام کے لیے رہنے دو' پھر حضرت محاسبی کے پاس سے لوٹا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں حدیث والا صوفی بنائے، صرف زبان کا صوفی نہ بنائے۔"

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مراد یہ کہ علم وادب کا حاصل سنت پر کار بند ہونا ہے اور علم وادب دو عادل گواہ ہیں۔"

حضرت شیخ کے طریقِ صوفیاء میں بہت سے اقوال ہیں، ان میں سے ایک ہے کہ "ہمارا علم تصوف کتاب وسنت سے مؤید ومستحکم ہے جو شخص قرآن حفظ نہ کرے اور حدیث نہ لکھے اور فقہِ دین سے محروم ہو وہ لائق اقتدا نہیں"

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت ورضوان ہو امیر المومنین علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر اگر آپ جنگوں میں مشغول نہ ہوتے تو ہمیں اس علم تصوف کے بہت سے اسرار ورموز کا فائدہ عطا کرتے، آپ کو علم لدنی عطا ہوا، علم لدنی وہ علم ہے جو حضرت خضر علیہ السلام سے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وعلمنه من لدنا علما" ہم نے ان کو علم لدنی عطا کیا۔ (کہف، 65)

حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال وارشادات

فرمایا: "بلند اور بہترین مجلس فکرِ توحید کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری ہے۔"

"جو علم میری زبان سے نکلتا ہے اگر میری طرف سے ہوتا تو فنا ہو جاتا مگر وہ اس کا سرچشمہ اور مبدا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسی کی طرف لوٹتا ہے۔"

"اگر میں سمجھتا کہ کوئی علم زیرِ آسمان اس علمِ تصوف سے افضل واشرف ہے تو میں اس کی طرف اور اس کے حاملین کی طرف کوشش کرتا۔"

⇐

قرآن وحدیث کی فہم سے محروم ہو ہمارے نزدیک اس کی اقتدا جائز نہیں۔ پھر فرمایا: ”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کی خواہشاتِ نفس بڑھی ہوئی ہیں تو اس کی طرف التفات نہ کرو۔ جب تک نہ دیکھ لو کہ امرونہی میں اس کی حالت کیسی ہے۔“ مزید فرمایا: ”جو شخص دعویٰ کرے کہ فلاں ولی اللہ اس حالت کو پہنچ گیا جہاں عقل و شعور کے باوجود اس سے احکامِ شریعت ساقط ہو گئے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس سے تو ایک چور اور زانی کی حالت اچھی ہے؟ انتہیٰ۔“

سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [7] فرمایا کرتے تھے کوئی شخص مقامِ حقیقت تک واصل نہیں

”معرفت: احاطہ وادراک سے (وراء) حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا نام ہے۔“

”عارف کا آخری مقام آزادی ہے۔“

”جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچان لے اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔“

”معرفت یہ ہے کہ تم جان لو کہ تمھارے دل میں جو تصور جمتا ہے حق تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ اس کے برعکس ہے۔ ہائے مقامِ حیرت! نہ اس کو کسی سے حظ اور نہ اس سے کسی کو حظ (حصہ) ایک وجود ہے جو جہانِ عدم میں صاف متردد ہے عبارت اس کے بیان سے قاصر ہے کیونکہ مخلوق مسبوق ہے (یعنی بعد کی ہے) اور جو مسبوق ہو وہ سابق کا احاطہ نہیں کر سکتا۔“

فرمایا: ”معرفت، علم کے ہوتے ہوئے جاہل و بے خبر رہنے کا نام ہے (مراد یہ ہے کہ جب بندہ معرفت حاصل کرتا ہے تو اس کی حیرت بڑھتی جاتی ہے) عرض کیا گیا کہ کچھ اور فرمایئے: فرمایا: وہی عارف ہے وہی معروف۔“

فرمایا: ”ہمارے علم سے مؤید تصدیقِ ولایت ہے۔“ آپ جمعہ کی آخری گھڑی 679ھ میں بغداد کے مقام پر برزخی زندگی کی طرف منتقل ہوئے آپ کو آپ کے ماموں سری سقطی کے جوار میں شونیزیہ میں دفن کیا گیا، اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں جہانوں میں آپ کے طفیل نفع عطا فرمائے۔ آمین

[7] حضرت سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

⇐

ولی کامل عارف باللہ سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ البرلسی، حضرت مصنف کے شیخ ہیں آپ نے ان کے حالتِ زندگی "طبقات" میں لکھے ہیں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں:

"حضرت سیدی علی الخواص امی تھے لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ مگر قرآن حکیم اور سنتِ مبارکہ کے معانی پر نفیس کلام فرماتے، جس سے علما حیرت زدہ رہ جاتے آپ کے کشف و مشاہدہ کا محل لوح محفوظ کا مقامِ محو واثبات ہے جب آپ کچھ فرماتے تو اس کا آپ کے ارشاد کے مطابق واقع ہونا ضروری ہوتا۔ میں مشورہ کے لیے لوگوں کو آپ کے پاس بھیجتا تو انہیں مدعا عرض کرنے کی ہرگز ضرورت نہ ہوتی بلکہ آپ ان کے بولنے سے پہلے ہی ان کے کاموں کے متعلق فرما دیتے۔ مثلاً فرماتے: "تم طلاق دے دو، کام میں شراکت کرلو، عورت سے جدائی کرلو یا کام سے الگ ہو جاؤ یا صبر کرو یا سفر اختیار کرو یا سفر پر نہ جاؤ" پس وہ حیران ہو کر کہتے کہ حضرت کو ان کاموں کی کس نے خبر دی؟ آپ لوگوں سے ان کے قلبی حقائق کے مطابق معاملہ فرماتے نہ کہ ان کے چہروں کے مطابق۔ آپ کا کلام بہت نفیس ہے جس کا اکثر حصہ ہم نے اپنی کتاب "الجواھر والدرر" میں نقل کیا ہے اس کے ہر جواب سے بڑے بڑے فاضل علما عاجز رہ جاتے ہیں حتی کہ جن لوگوں نے آپ پر لکھا انہوں نے بھی تعجب کا اظہار کیا جیسے شہاب الدین فتوحی، سید شہاب الدین شبلی سیدی ناصر الدین لقانی مالکی اور شیخ شہاب الدین الرافعی رضی اللہ عنہم۔ شیخ شہاب الدین فرماتے ہیں: "میں نے ستر سال علم کی خدمت کی، کبھی وہم وگماں میں بھی نہیں آیا کہ میرے دل میں اس کتاب "جواھر ودرر" کے سوال یا جواب کا گزر تک نہیں ہوا۔ حضرت شیخ شعرانی آپ کے اقوالِ کثیرہ میں سے نقل کرتے ہیں:

"ہمارے نزدیک اسی شخص کو عالم کہہ سکتے ہیں جس کا علم کسی نقل یا سینے سے حاصل نہ کیا گیا ہو اس طرح کہ وہ حضریُ المقام ہو، دوسرے لوگ صرف علم کی حکایت کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کو حاملین علم کا اجر ملے گا یہاں تک کہ وہ اس علم کو ادا کریں مگر انہیں عالم کا اجر نہ ملے گا اور اللہ اہل احسان کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

⟸

" جو شخص اپنا یقینی مقام جاننا چاہے تو ہر قول کو جو اس نے حفظ کیا اس کے اصل کہنے والے کی طرف لوٹا دے پھر اپنے علم کی طرف دیکھے پس جو علم اپنے پاس پائے وہ اس کا اپنا علم ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پاس بہت کم علم ہو گا جس کی بنا پر اس کو عالم نہیں کہا جا سکے گا۔"

فرمایا: "ہمارے نزدیک آدمی اسی وقت اہلِ طریقت میں شمار ہو سکتا ہے جب وہ شریعت مطہرہ کا عالم بن جائے وہ اس کے مجمل، مبین، ناسخ و منسوخ اور خاص و عام کو جان چکا ہو۔ اور جو شخص شریعت کے ایک حکم سے بھی جاہل ہو وہ ان مردانِ علم کے مرتبہ سے ساقط ہے۔ میں نے عرض کیا: اس دور کے زیادہ تر سائلین درجہ رجال سے ساقط ہیں؟ فرمایا: ہاں، یہ لوگ دوسرے لوگوں کو دین کی بعض باتوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جہاں تک صحیح مسلک کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ اگر سارے وجود میں صرف ایک یہی ہو تو سب لوگوں کو ان کے تمام تقاضوں میں وہ علم کافی ہو رہا ہے۔"

فرمایا: "علم الٰہی کی نشانی ہے کہ عقلیں اس کو سننا اور قبول کرنا نہیں چاہتیں صرف ایمان ہی سے سننا اور قبول کرنا متصور ہے۔"

فرمایا: "کامل ترین ایمان وہ ہے جو تجلی الٰہی سے ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ اس وقت رسولوں کے ایمان کی صورت پر ہوتا ہے اس کے علاوہ ایمان دلیل پر مبنی ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتا چلا کہ رسولوں کا ایمان دلیل سے نہیں ہوتا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حقیقت پوچھی یہ اس لیے کہ حقیقتِ رسالت تقاضا کرتی ہے کہ اس پر دلیل نہ ہو اور اس لیے بھی توحید عام میں رسول حق کے ساتھ ایسے ہوتے ہیں جیسے ہم ان کے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ وہ اسی طرح مامور ہیں جس طرح ہم مامور، وہ اس معاملہ میں حق کے مقلد ہیں اور ہم ان کے مقلد ہیں۔"

فرمایا: "جس شخص کو ایمان کا رتبہ متحقق ہو جائے وہ جان لے گا کہ سارے مرتبے رتبۂ ایمان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جیسے عددِ واحد تمام کلی و جزئی مراتب کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ یہ وہ اصل ہے جس پر اس کی فروع اور اس کے ثمرات کی بنا ہے۔"

فرمایا:" جب بندے کا عقیدہ توحید کامل ہوتا ہے تو اس کے لیے مخلوق کے کسی فرد پر سرداری درست نہیں کیونکہ وہ وجود کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے دیکھتا ہے۔"

فرمایا:" کمالِ اسلام کے ساتھ کوئی اعتراض نہیں ہوتا، کمالِ ایمان کے ساتھ تاویل کی گنجائش نہیں۔ کمال انسان کے ساتھ بے ادبی نہیں ہوتی۔ معرفت کے ساتھ ہمت نہیں ہوتی اور عمل میں اخلاص کے ساتھ لذت نہیں ہوتی اور نہ ہی علم کے ساتھ جہالت ہوتی ہے۔"

فرمایا:" اسلامی فرقوں میں سے کوئی فرقہ متکلمین کے گروہ سے بڑھ کر بُری حالت میں نہیں؛ کیونکہ وہ اپنی کوتاہ عقلوں سے ذاتِ باری تعالیٰ میں کلام کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ احاطہ ادراک میں آئے اور اس کو مخلوق کے اوصاف سے معلوم کیا جائے، خواہ عقل سے ہو یا علم سے، روح سے یا سِر سے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی حواس کو صرف محسوسات کی معرفت کا راستہ بنایا ہے اور عقل کا تعلق بھی انہی حواس سے ہے پس حق تعالیٰ کا ادراک عقل سے نہیں ہو سکتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک عقل سے محسوس و معلوم نہیں۔"

فرمایا:" علم، معرفت، ادراک، فہم اور تمیز عقل، سمع، بصر، حاسہ، ذوق اور شم حواس کے اوصاف ہیں، جب کہ شہوت اور غضب نفس کے اوصاف ہیں۔ تذکر، محبت، تسلیم، انقیاد اور صبر روح کے اوصاف ہیں یونہی فطرت ایمان، سعادت، ہدایت اور یقین سر باطن کے اوصاف ہیں۔ عقل، نفس، روح اور سر کے تمام اوصاف جمع ہوں تو انسان کامل بنتا ہے یہی حقیقتِ واحدہ غیر متمیزہ ہے۔ یہ حقیقت اور اس کے اوصاف اس متحرک متمیز قالب کی روح ہیں اور یہ سب یہ اس قالب کی صورت کی روح ہیں اور ان سب کا مجموعہ تمام عالم کی ارواح ہے۔ انتہیٰ۔"

امام شعرانی اس تفصیل کے بعد لکھتے ہیں:" یہ کلام ایسا ہے جو میں نے کبھی کسی عارف سے قطعاً نہیں سنا نہ کسی کتاب میں لکھا دیکھا اور یہ ہمارے شیخ کی جہانِ معرفت میں بلند مقام کی دلیل ہے میں کہتا ہوں

⇐

ہوتا سوائے حقوقِ عبودیت کی ادائیگی کے اور اس کی حقیقت کی ضروری پابندی کے، ایسے شخص سے بہت سے آداب کا تقاضا ہوتا ہے جو دوسروں سے نہیں ہوتا۔

اخی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ [8] فرمایا کرتے تھے، جو شخص اپنی گردن سے شرعی ذمہ داریوں

گروہِ اصفیاء کے تمام علوم کی یہی شان ہے وہ اسی طرح ہیں جیسا کہ مظہر صفا حضرت ابویزید بسطامی نے دوسروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "تم نے علم مردوں سے حاصل کیا"

قارئین کرام جب تم نے حقائق میں ان کے کلام پر غور کرو گے پھر اگر ان کو سمجھ پائے تو ایک لمحہ کے لیے بھی شک نہ کرو گے کہ انسانی عقلیں ایسے علوم پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ اور اگر نہ سمجھ سکے تو یقین کر لو گے کہ اس کلام کی ایک صولت و شوکت ہے جو باطل کلام میں نہیں ہوتی۔ دیکھیے ہم سب اہلِ عقل ہیں ہم کتاب و سنت کے اسرار پر ایسا کلام کیوں نہ کر سکے جس طرح انہوں نے کلام کیا؟ اور ہم تجلیات، مواقف اور حقیقتِ محمدیہ پر نہ لکھ سکے جیسا کہ انہوں نے لکھا؟ ان کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا "حق نے مجھے آگاہ کیا، اس نے مجھے فرمایا، اس نے میرے لیے تجلی فرمائی، میں نے بلند مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا" یہ ایسے ارشادات ہیں جو دلوں کو مغلوب کر دیتے ہیں۔ روحوں کو فرحت دیتے اور عقلوں کو عاجز کر دیتے ہیں۔ اگر تم کو ان سے آگاہی نصیب ہو تو ان سے وابستہ ہو جاؤ، نہ سمجھ آئیں تو مان لو تم سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور صحیح راستے کی ہدایت دیتا ہے۔"

[8] آپ شیخ قدوہ عارف سید ابوالفضل افضل الدین احمدی ہیں۔ سیدی علی الخواص اور شیخ برکات رحمۃ اللہ علیہما سے علم تصوف حاصل کیا۔ طریقت میں مؤلف امام شعرانی کے بھائی ہیں۔ آپ کو اپنے دونوں شیوخ سے ایسا اتحاد نصیب ہوا جو کسی اور شیخ کے ساتھ نہ ہوا۔ انہوں نے آپ کے متعلق فرمایا: "اگر آپ افرادِ وجود کے بارہ میں کلام کرنا شروع کرتے تو دفتر کے دفتر تنگ پڑ جاتے۔ آپ حج کے بعد بدر میں فوت ہوئے اور وہیں 942ھ میں دفن ہوئے۔

کا پتا نکال دے اس نے اپنے باطن کو کجی اور تحریف (انحراف) سے ڈھانپ لیا، آپ فرماتے کہ جو شخص دعوی کرے کہ وہ اپنے ضمیر اور باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مخلص ہے۔ پھر کہے کہ مقامِ حقیقت میں اس کا مرتبہ ظاہری شریعت کی پابندیوں کا محتاج نہیں۔ اور وہ شرعی حدود پر ٹھہرنے سے پاک اور منزہ ہو چکا شریعت کی پابندی تو ان عوام کے لیے ہے جو اقتدا کی تنگی میں گھرے ہیں، یہ بات ذہن نشین کرلو کہ ایسا شخص فتنہ میں مبتلا ہو چکا اس کا تعلق اہل الحاد زندقہ سے ہے تم اس کی صحبت و عقیدت سے بچو کیونکہ مریدوں کے دلوں کے لیے اس کی سانسوں کی ظلمت زہرِ قاتل ہے وہ فریب خوردہ یہ کیوں نہیں سمجھتا کہ شریعت مغز حقیقت کا ظاہری پہلو ہے اور دانا جہانِ ظاہر کی ظاہری مدد ہی سے نشوونما پاتا اور ثمر آور ہوتا ہے۔

فرمایا جھوٹوں کی حالت سے سچوں کی تمیز کا ضابطہ، تمام اعمال کو قانونِ شریعت پر تولنا، آداب شریعت کی پیروی اور اہلِ طریقت مشائخ سلف صالحین کے مطابق ان کے آداب سے ادب حاصل کرتا ہے۔ انتہیٰ۔

پس اے جانِ برادر! سچے مریدوں او پیروں کے جو احوال میں نے ذکر کیے ان کے آئینہ میں تم اپنے زمانے کے مریدوں اور پیروں کی حالت جان سکتے ہو مگر اس معاملہ میں اپنے نفس کو نہ بھولو۔ والحمدللہ رب العالمین (ساری تعریفیں اللہ تعالی کے لیے ہیں)

ایک خلقِ مریدین

"جب کوئی شخص کسی شیخ کی اولاد میں سے ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے لیے کسی شیخ کی تلاش کرے جو اس کی تربیت کرے اور اپنے والد کی حس کے ساتھ زندہ رہنے پر اکتفانہ کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت بزرگی اور ولایت آباء واجداد ہی میں منحصر سمجھی جاتی ہے حالانکہ یہ عطیہ ربانی ہے جو مشائخ کرام کے ہاتھوں سے ملتا ہے جیسا کہ تمام سلف صالحین کا طریقِ سلوک رہا مگر اس زمانے میں بزرگوں کی اولاد کا چلن اس کے خلاف ہے ان میں سے ہر ایک اسی بات پر قناعت کر بیٹھتا ہے کہ وہ ایک بزرگ کا بیٹا ہے اور طلب نہیں رکھتا

کہ اس کا پیر، دین، مجاہدہ اور ریاضت میں اس کے باپ کی مانند ہو یہ دراصل ان کی کم ہمتی کی دلیل ہے۔ حضرت سیدی عجمی رحمۃ اللہ علیہ [9] فرماتے تھے: "شیخ و مرشد کے لیے سزاوار نہیں کہ وہ بزرگوں کی اس اولاد سے عہد طریقت لے جو اپنے آباء واجداد کے نام پر پیر بننے کے خواہش مند ہوتے ہیں اور یہ اسی وقت درست ہے جب مجاہدہ اور ریاضت کی بنا پر طریقت کی طلب میں ان کے صدق کی نشانیاں ظاہر ہوں، مراد یہ ہے کہ بزرگی اور پیری کے خواہش مندوں میں سے کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ پیر کا بیٹا بھی پیر ہی ہوتا ہے (یعنی بزرگ کا بیٹا بزرگ ہوتا ہے) جیسا کہ میرے شیخ محمد شناوی رحمۃ اللہ علیہ [10] نے مجھے بتایا: "میں نے آپ کی زبان سے یہ بھی سنا

---

[9] آپ حضرت سیدی یوسف عجمی کورانی ہیں۔ امام شعرانی آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ نے سب سے پہلے مصر میں حضرت شیخ محمد شناوی رضی اللہ عنہ کا طریقہ زندہ کیا آپ کے بہت زیادہ مرید اور بہت سے زاویے (یعنی خانقاہیں) تھے۔ 768ھ میں فوت ہوئے۔

[10] امام شعرانی فرماتے ہیں: "آپ میرے شیخ اور قدوہ ہیں، آپ اولیائے راسخین میں تھے اور فقراء کی اولاد میں سے صاحب انصاف وادب تھے" ان کے حالاتِ زندگی جاننے کے لیے "طبقات کبریٰ" کا مطالعہ کیجیے۔

شمس الدین محمد سروی رحمۃ اللہ علیہ آپ ابن ابی الحمائل کی کنیت سے مشہور تھے۔ امام مناوی اپنے طبقات میں فرماتے ہیں: "عارف کبیر کامل الغیث الھامع الشامل زہد کرامات کے پھل چننے والے اور عارف اعلیٰ مقامات تک رسائی پانے والے، ولایت کے کوہِ عظیم اور طالبِ ہدایت کے لیے جائے پناہ، آپ بلند ہمت ایک شہر سے دوسرے شہر میں بہت زیادہ اذان رکھنے والے، رات کے وقت غلبہ حال ہوتا تو عجمی، ہندی اور نوبی اور دیگر زبانوں میں گفتگو فرماتے، بعض اوقات ساری رات قاق قاق کہتے، خوشی کا اظہار کرتے اور لوگوں سے خطاب فرماتے جو نظر نہ آتے تھے۔ جب غلبہ حال میں کوئی بات کہہ دیتے تو وہ ⟸

اپنے آپ کو ان لوگوں کی پیروی میں نہ دو جو آباء واجداد کے نام سے پیر بننے کی کوشش کرتے ہیں جب تک وہ اپنے تمام دعووں سے باہر نہیں نکل آتے کیونکہ جب ان میں سے کسی کی آنکھ اپنے والد کی تعظیم کرنے والے لوگوں پر اٹھتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں اپنے باپ کی طرح پیر وہ مرشد بن گیا تو ایسے لوگوں میں مشقت اٹھانا بے کار ہے خصوصاً کسی پیر کی اولاد میں، کیونکہ ان کے نفس نہیں جھکتے کہ وہ اپنے والد کے شاگرد سے علم طریقت حاصل کریں جس کو اس نے ماذون کیا، خواہ وہ کتنے ہی بلند مرتبہ کو کیوں نہ پہنچا ہو۔ وہ کہتے ہیں اس نے تو ہمیں سے یہ شرف حاصل کیا

نافذ ہو کر رہتی۔ آپ اپنی زوجہ کی طرف سے سخت اذیت میں مبتلا تھے حالانکہ اس کو ہلاک و برباد کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔ بعض اوقات کسی فقیر کو خلوت میں داخل کرتے تو تکمیل مدت سے پہلے ہی اس کو نکال دیتے اور فرماتے تم سے فلاں نے کہا کہ میں شیخ نہیں بنا تا تو وہ چپ رہتا اور کلام نہ کرتا۔ مصر میں تشریف لائے تو زاویہ حمراء میں سکونت پذیر ہوئے پھر زاویہ ابراہیم مواہبی میں آئے اور وہیں وصال فرمایا۔

آپ کی کرامات میں سے یہ ہے کہ ایک بڑے شہر کے لوگوں نے خربوزہ کی بیلوں میں چوہوں کی کثرت کی شکایت کی تو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ باغ میں بلند آواز سے پکارے "محمد بن ابی الحمائل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ یہاں سے نکل جاؤ" تو اس علاقے میں کوئی چوہا نہ رہا۔ ایک اور علاقہ کے لوگوں نے یہی التماس کی تو فرمایا: "اصل میں بات اذنِ الٰہی کی ہے" چنانچہ آپ نے ایسا نہ کیا۔

جب مجلسِ ذکر میں غلبہ حال کی شدت ہوتی تو دو یا زیادہ لوگوں کو اٹھا لیتے یونہی تین قنطروں (ڈھیروں) والے تیغار کو اٹھا لیتے اور اٹھائے رکھتے۔

امام شعراوی فرماتے ہیں: "مجھے بچپن میں ذکر کی تلقین فرمائی یہ سن 912 ھجری کی بات ہے آپ مصر میں سن 932 ھجری میں فوت ہوئے اور اپنی خانقاہ واقعہ میان سورین میں دفن ہوئے۔ دیکھیے: شذرات الذهب ،الكواكب الدريه لمناوي۔

ہے پس وہ اپنے نفسوں کو اس سے بالاتر سمجھتے ہیں اور کوئی اس سے اپنے آپ کو کمتر سمجھنے پر تیار نہیں ہوتا۔"

حضرت شیخ نے فرمایا: "اگر شیخ کو ان لوگوں کی تربیت کرنی ہی پڑے تو خیر خواہی کا اظہار کرتے ہوئے کہے: "تمھارا والد تو مریدوں کی ان باتوں سے تربیت کرتا تھا" شاید وہ اس طرح اپنے باپ کے ارشاد کی طرف کان دھریں۔"

میرے بھائی اس بات کو سمجھ لو اور اس کو اپنے زمانے کے مشائخ (پیروں) کی اولاد میں سے مدعیانِ طریقت پر چسپاں کرو تمہیں ان کا حال معلوم ہو جائے، ہاں! اس معاملہ میں اپنے آپ کو نہ بھولو۔ والحمدللہ رب العالمین.

مریدوں کا ایک اور خلق

جب ان میں سے کوئی کسی شیخ کے ہاتھ پر جہانِ طریقت میں داخل ہونا چاہے تو اپنے شیخ سے التماس کرے کہ وہ اس کو بتاوے کہ صحبتِ شیخ میں جاکر مرید کے لیے کیا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس خوف سے اس نصیحت کو پیشِ نظر رکھے کہ کہیں جہالت کے ساتھ اس کی صحبت میں حاضر نہ ہو اور جلد تباہ نہ ہو جائے۔

یہ چیز طریقت کی تعظیم اور نفس کی احتیاط کے باب سے ہے اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک عورت بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: "شوہر کا بیوی پر اس قدر حق ہے کہ اگر شوہر کے نتھنوں سے خون یا پیپ بہے اور عورت اس کو اپنی زبان سے چاٹ لے تب بھی اس کا حق ادا نہ کر سکے۔ (الی آخرہ)" یہ سن کر اس عورت نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا میں قیامت تک شادی نہ کروں گی۔

مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ عقیدہ رکھے کہ اس کا شیخ (پیر) کتاب وسنت کی معرفت رکھتا ہے، نفسی، شیطانی، ملکی اور رحمانی خیالات کی میزان سے آگاہ ہے اور اس سرچشمہ

سے واقف ہے جس سے یہ خیالات وخاطرات پھوٹتے ہیں یعنی اسمائے الٰہی کی بارگاہ سے، اوران علل وامراض کو پہچانتا ہے جوعین حقیقت تک صحیح رسائی سے رکاوٹ بنتے ہیں، وہ مریدوں کے مزاجوں سے بھی آگاہ ہوتا ہے تاکہ ہرانسان کواپنی بساط کے مطابق عمل اور طعام وغیرہ سے بہرہ اندوز کرسکے۔وہ اعمالِ طریقت سے خارج کی رکاوٹوں مثلاً والدین، اولاد، ازواج، خواہشات وسرداری کی طرف میلان سے باخبر ہوتا ہے، اوراس کومرید کے اپنی طرف کھینچنے اور طریقِ خداوندی میں مرید کی رغبت کے واسطہ سے شیطانوں کے مونہوں اوررکاوٹوں کے ہاتھوں سے رہائی کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔اگر مرید کورغبت نہ ہوتوشیخ (پیر) ان رکاوٹوں سے چھٹکارے پر قادر نہ ہوگا خواہ وہ بہت بڑے اولیاء میں سے ہو۔

پھرجب مرید ان صفات کوسن کرآگاہ ہوچکے اوراپنے زمانے کے کسی شیخ پر پیش کرے (یعنی اس پر چسپاں کرے) اوردیکھے کہ وہ ساری صفات شیخ میں جمع ہیں تواس پراس شیخ کی فرمانبرداری لازم ہے اورجس چیز کاوہ حکم دے توشرح صدر کے ساتھ اس پرعمل کرناضروری ہے خواہ وہ حکم اس پرگراں ہو۔

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ شیخ کے احکام وماموارت کی حدنہیں ہوتی مگرہم مرید کے لیے کچھ احکام اس کے انس اورآگاہی کے لیے ذکرکرتے ہیں، اس کویہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ شیخ نے اس کے لیے یہ احکام گھڑے نہیں بلکہ وہ اس سلسلہ میں گزشتہ مشائخِ طریقت کاتابع ہے اگروہ ان کوچھوڑدے اورمرید کوکرنے کی رخصت دے تواللہ تعالیٰ کی نافرمانی کامرتکب ہو اوران لوگوں میں شمار ہوجنہوں نے طریقت میں کھوٹ کااظہارکیا۔

شیخ کی شروط

جب تم نے جان لیاتوشیخ کے لیے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں جن کامرید کوحکم دینایامنع کرنااس کے لیے ضروری ہے۔

(1) ایک یہ کہ وہ شیخ کے گھریاخانقاہ کونہ چھوڑے سوائے ضرورت یاکسی کام

کے جس کے لیے شیخ نے اسے بھیجا ہو۔

(2) مرید سے صادر ہونے والی ہر زبانی لغزش پر (ہرزہ سرائی) خواہ بھول چوک سے ہو، سزا دے کسی لغزش کو نظر انداز کرنے کی کوئی صورت نہیں، اگر لغزش ہو وہ نظر انداز کرے تو وہ ایک خائن رہنما ہے جس نے ربانی حرمت کو قائم نہیں رکھا اور اپنے منصب و مقام میں خلل انداز ہوا، نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''من ابدی لنا صفحته اقمنا علیه الحدود'' (تلخیص الحبیر، جلد4، ص66)

نبی اکرم ﷺ ایک جھوٹ پر جھوٹے شخص سے دو ماہ، تین ماہ تک قطع تعلقی رکھتے، یہ اس شخص کے ساتھ خیر خواہی اور شریعتِ ربانی کی حمایت تھی۔

(3) شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرید پر یہ شرط رکھے کہ وہ اپنے دل سے گزرنے والے یا دل میں قرار پکڑنے والے کسی خیال یا طاری ہونے والی حالت کو نہ چھپائے، جب طبیب جڑی بوٹیوں کے درمیان تمیز نہ کرے اور دواؤں کی ترکیب نہ جانے تو وہ جلد ہی مریض کو ہلاک کر دے گا؛ کیونکہ بلا معرفت علم کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ لہٰذا فرق کرنے والی معرفت اور پہچان ضروری ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر نبات فروش (سنیاسی) کی غرض مریض کو ہلاک کرنا ہو اور طبیب اس کو اس بلا تحقیق و معرفت اس کام پر لگا دے تو وہ اس کو ہلاک کر ڈالے گا اور اس کی ہلاکت کا گناہ طبیب اور جڑی بوٹی فروش پر ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طبیب پر ضروری ہے کہ وہ مریض کا اس کی صحیح تشخیص کے بعد ہی علاج کرے اسی طرح شیخ جب صاحبِ ذوق نہ ہو اور طریقت کا معاملہ کتابوں اور لوگوں کی زبانوں سے حاصل کرے اور پھر اس سے مریدوں کی تربیت شروع کر دے جس کا مقصد حصولِ ریاست (یعنی سرداری) ہو تو وہ اپنے پیروؤں کو ہلاکت میں ڈال دے گا کیونکہ وہ سالک و طالب طریقت کے گھاٹ سے بے خبر و جاہل ہوتا ہے۔

اہل طریقت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسندِ شیخ

پرنبٹھے جب تک اس کے پاس انبیاء علیہم کا دین اطباء، کلی تدبیر اور شاہوں کی سیاست نہ ہو اور جب یہ چیزیں اس کے پاس ہوں گی تو اس کو استاذ کہنا درست ہو گا۔

شیخ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مرید کا اس کے انفاس و حرکات پہ محاسبہ کرے اور اس پر اتنی ہی تنگی کرے جتنی اس کے جذبہ اتباع کی صداقت ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا راستہ بہت سخت اور سنگلاخ ہے جس میں نرمی اور رخصت کو دخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت)

پس اللہ تعالیٰ نے مجاہدہ اور سخت کوشش کے بعد ہی ان راستوں کو روشن کیا ہے۔ اور اس وقت ان پر چلنے کی گنجائش ہوگی اور یہ سفر روحوں کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے اس لیے سالک (راہرو) ہمیشہ عذاب اور مصیبت و تھکن میں مبتلا ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے، اگر دنیوی شہوات سے نفس کا مقابلہ دیکھے تو عذاب پاتا ہے اور اگر اپنے رب سے وصال کی دولت نہ پائے تب بھی تعذیب میں مبتلا ہوتا ہے پاس اس کے لیے آسانی اور راحت کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے فرمایا: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (الم نشرح، 7)

مراد یہ ہے کہ جب آپ مشقت طلب شرعی کام سے فارغ ہو جائیں تو دوسرے کام میں لگ جائیں اور جو کام آپ کو ہماری بارگاہ کے قریب کرتے ہیں ان کے اشتغال کو ایک لمحہ کے لیے بھی ترک نہ کریں تاکہ ہماری خاص بارگاہ کی طرف آپ کی رسائی کی رغبت برقرار رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سفر کو بلا توقف ہمیشہ جاری رکھنے کا حکم دیا۔ سو اس (راز) کو سمجھ لیجیے۔

مرید جب شیخ سے مسئلہ کے سمجھنے میں جھگڑا کرے تو اس کو جھڑکنا ڈانٹنا ضروری ہے، بلکہ لاتیں مار کر حلقہ طریقت سے نکال دینا لازم ہے؛ کیونکہ اہلِ طریقت کے علوم اس قسم کے

نزاع کو قبول نہیں کرتے (جیسا کہ دوسرے علوم میں کرنے کی گنجائش ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پیغمبرانہ وراثت ہے اس لیے اس کا ذکر ان لوگوں کے سامنے کرنا چاہیے جو اس پر ایمان رکھتے ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایسا اختلاف ہوتا تو آپ فرماتے: ''لاينبغي عندي التنازع'' میرے حضور اختلاف و نزاع نہیں کرنا چاہیے انتہیٰ۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ معارفِ الٰہی اور باریک ربانی اشارات انسانی حواس کی رسائی سے باہر ہیں، اس وجہ سے عقلیں نگران اور کرید کرنے والی ہوتی ہیں نہ کہ وہ قبول کرنے والی ہوتی ہیں۔ پھر ان حواس میں کچھ باقی نہ رہا سوائے کشفِ صحیح کے۔ کیونکہ حقائق اشیاء جیسے کہ وہ ہیں کی روایات نصِ صریح کی طرح ہیں اور جو شخص ان باتوں کی خبر دے جو اس نے معائنہ ومشاہدہ کیے ہوں (یعنی بچشم خود دیکھے ہوں) تو سننے والے کے لیے جائز نہیں کہ اس کی خبر پر اس شخص سے جھگڑا کرے بلکہ مرید ہونے کی صورت میں اس کی تصدیق کرنا اس پر لازم ہے اور اگر (مرید نہ ہو) اجنبی ہو تو اس کو تسلیم کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔

شیوخ کا اس پر اجماع ہے کہ مرید کو طریقت کے احوال بیان نہیں کرنے چاہیں، مگر وہی جو اس نے دیکھے اور مشاہدہ کیے ہوں اور یہ کہ اپنے شیخ کے حضور خاموش رہنا واجب ہے اور کلام کرنا حرام ہے اور کلامِ شیخ کے ساتھ معارضہ اور اس کے دلائل میں غور کرنا منع ہے اور جو شیخ اپنے مرید کو کلام میں بحث واستدلال کی چھٹی دے تو اس کی ہلاکت، محرومی اور بارگاہِ ربانی سے دوری اور دھتکار میں کوشاں ہے۔ پس شیخ کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب وہ مرید کو نظریات میں اپنی عقل استعمال کرتے ہوئے دیکھے تو اسے اپنی بارگاہ سے اٹھادے تاکہ وہ دوسرے مریدوں کو خراب نہ کرے اس لیے کہ مرید اللہ تعالیٰ کی ایسی حوریں ہیں جو شیخ کے خیموں میں ٹھہری ہیں۔

میرے بھائی! جان لے کہ صوفیاء کا طریق صراطِ مستقیم ہے اور یہ انتہائی جلیل القدر اور روشن راستہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ راستے اپنی غایت اور منزل کے اعتبار سے چمکتے اور واضح

ہوتے ہیں، اوراس صوفیاء کے راستے کی غایت حق جل وعلا کی معرفت ہے نیز بارگاہ خداوندی سے متعلق آداب کی معرفت ہے۔ اور یہ بات معلوم وثابت ہے کہ معرفتِ حق شریف ترین علم ہے جیسے وہ ہستی مرتبہ وجود میں سب سے زیادہ بزرگ اور عزیز ہے جس کی معرفت حاصل ہوئی (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ) اسی لیے اس کی معرفت کا راستہ بھی اعلیٰ وافضل ہے، اوراس راستے کی طرف دلالت کرنے الاتمام رہنماؤں کا سرداراور سب سے بڑھ کر کمال وفضیلت رکھنے والا ہے۔ اوراس راہ کے سالک سے سالکین سے زیادہ سعادت منداور نجات یافتہ ہیں۔ پس جس کواپنی ذات کا بھلادر کار ہے وہ اس راستے چھوڑ کر کسی اور راستے پر گامزن نہ ہو؛ کیونکہ ابدی سعادت اسی راستے سے وابستہ ہے یہ علم شریعت وحقیقت کوحاوی ہے اوراس سے آگاہ ہونے والا ہی مسندِ پیری اور کامل وراثتِ نبوی کا سزاوار ہے۔ اور جس کو یہ دولت مل جائے اس کو شیخ، وارث اوراستاد کے نام سے یاد کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم اور رشد وہدایت کے لیے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو پیغمبروں علیہم السلام کا بظاہر استاد بنایا تاکہ ہم ان کو اللہ تعالیٰ اوراپنے درمیان واسطہ ٹھہرائیں۔ اور وہ اس چیز پر قناعت نہیں کرتے جو وجہ خاص اللہ تعالیٰ ان کی طرف القاء فرماتا ہے۔ جو ہمارے دل میں اس کے اور ہمارے درمیان تعلق کی القاء کرتا ہے۔ اس اعتبار سے انبیائے کرام علیہم السلام کا جبرائیل سے وہی تعلق ہے جو سیکھنے والے (طریقت آموز) متعلمین کا اپنے مشائخ سے ہوتا ہے اور جو تعلق ہمارے مشائخ کا ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ہے۔ اس اعتبار سے حضور انور ﷺ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے حقیقی شیخ ہیں اور ہم سب حضور ﷺ کے تلامذہ ہیں۔

میرے بھائی! یہ طریقِ تصوف چونکہ عزت وشرف کا مقام ہے لہذا ہر جہت سے آفات کے ساتھ گھرا ہے، اس لیے اس پر کوئی گامزن نہیں ہوسکتا سوائے ایک بہادر پیش قدمی کرنے والے شخص کے جو کسی ذی علم شیخ کی مدد سے آگے بڑھتا ہے۔ جب ایسی

صورتِ حال ہو تو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پس شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ تربیت کا حق ادا کرے اور مرید کے لیے لازم ہے کہ سمع وطاعت (بات سننے اور ماننے) کے ساتھ طریقت کا حق ادا کرے۔ مقامِ مشیخت (پیری) ہی آخری منزل نہیں بلکہ شیخ بذاتِ خود ہمیشہ اپنے رب سے مزید حاصل کرنے کا طلب گار رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اشرف المرسلین سیدنا محمد ﷺ سے فرمایا: ﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (طہ، 114) کہو اے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما۔

اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے اپنی ذات کی زیادہ معرفت عطا فرما، اس سے مراد تکلیفی احکام (یعنی احکامِ شریعت) نہیں۔ اس بات کو سمجھ لو اور اپنے شیخ سے ادب کا مظاہرہ کرو کیونکہ وہ اس امت کا طریقِ رسالت کی طرف نبی اکرم ﷺ کا نائب ہے اور وہ اہلِ ایمان کو خوابِ جہالت سے بیدار کرتا ہے اور وہ ان آتشِ جہنم کی صفات کی بدبختی سے بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (الشعراء: 214) اپنے قریب ترین افرادِ قبیلہ کو ڈراؤ

اور قرب کی دو قسمیں ہیں: قربِ طینی (مٹی/زمین کا قرب) اور قربِ دینی۔ اور شرع میں دینی قرب ہی کا اعتبار ہے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے: "لا یتوارث اهل ملتین" دو مذہبوں کے لوگ آپس میں وارث نہیں ہو سکتے۔ اگر دین نہ ہوتا تو مٹی کی قرابت رکھنے والا کسی چیز کا وارث نہ بنتا۔

پھر جب لوگ دین کے معاملہ میں دو حالتوں پر ہیں: مدعی اور صادق اور طالبِ آخرت اور طالبِ خدا۔ خیر خواہ صوفیاء نے امت کی پکار پر لبیک کہا اور مریدوں کے لیے مقامِ تصوف وطریقت میں جو رکاوٹیں آتی ہیں ان کی وضاحت کی اور کہا کہ بظاہر مٹی کی قرابت کا کوئی اعتبار نہیں مگر ان کے لیے ظاہری اور حقیقی قرابت کو جمع کرنا مفید و نافع ہے۔ پس جب ان میں سے کوئی شریعت پر حقیقتاً عمل پیرا ہوتا ہے تاکہ نفاق (منافقت) سے نکل آئے اور اس کا باطن ایمان و یقین کے ظاہری اعمال کے مطابق ہو جائے۔ میرے بھائی! اس حقیقت کو سمجھ لے

اوراس کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کرتجھے ان کے احوال سے آگاہی ہوجائے گی۔ مگر اپنے نفس کو نہ بھولنا۔ والحمدللہ رب العالمین.

ایک اور خلق

مریدوں کا ایک اور خلق شیخ کے حکم یا ممانعت پر فوری عمل کرنا اگر وہ کسی کو اجازت دے کہ خانقاہ میں فقیروں کا کھانا کھائے تو وہ اس پر عمل کرے اور اگر اس سے روکے تو مرید کے لیے اس سے کھانا درست نہیں خواہ چھپ کر کھائے اور خواہ وہ خانقاہ میں ٹھہرا ہو یا اس میں فقراء موجود ہوں۔ اور اگر شیخ خانقاہ کے کسی فقیر یا کسی اور سے ملنے سے روک دے تو ملنا صحیح نہیں، خفیہ یا ظاہری۔ اور اگر اس کے ساتھ بیٹھنے سے روک دے تو کھلے دل سے ماننا ضروری ہے۔

اہلِ طریقت کا اجماع ہے کہ شیخ کو بغیر کسی مفید مصلحت کے اپنے شاگردوں کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے وہ جب انہیں اپنے پاس بلا ضرورت بیٹھنے کی اجازت دے گا تو یہ ان کے حق میں برا ہوگا۔

حضرت سیدی یوسف عجمی اپنے ساتھیوں کے پاس نہیں بیٹھتے تھے سوائے بحث و مباحثہ، تربیت اور اوراد و وظائف کے، اس کے علاوہ وہ ان کے ساتھ اکٹھے نہیں ہوتے تھے۔ یہی بات ہمیں سیدی احمد الزاہد، سیدی مدین اور سیدی محمد الغمری وغیرہم اولیاء سے پہنچی ہے (کہ وہ سوائے تعلیم و تربیت اور اوراد و وظائف کے اپنے مریدوں کے پاس نہیں بیٹھتے تھے)

پس شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصود میلان میں لگا رہے اور مرید اس بات میں جس کا حکم شیخ نے اسے دیا۔ شیخ مرید کو رات کے وقت قرب سے منع کرے تو اس پر ماننا لازم ہے۔ اور شیخ کی کھانے پینے، سونے، وضو اور نماز وغیرہ کی حرکات و سکنات کی ٹوہ میں لگنا جائز نہیں؛ کیونکہ جب وہ اس کے بعض احوال سے آگاہ ہوگا تو بعض اوقات اس کے دل میں شیخ کی عزت و حرمت کم ہو سکتی ہے۔ اور یہ اس لیے کہ اس کو کاملین کے احوال کی آگاہی حاصل نہیں۔ اور جب شیخ مرید سے جدا ہو خواہ بغیر سبب کے تو اس سے مرید کے دل میں تکدر

پیدا ہو گا اس طرح وہ اس کی فرمانبرداری سے نکل جائے گا اور جب فرمانبرداری سے نکلے گا تو جہانِ طریقت و تصوف سے باہر ہو جائے گا۔

میرے بھائی! اس خلق کو اپنے ان بھائیوں پر چسپاں کر کے دیکھ، جو مخلص اور سچے مرید ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تجھے ان کی حالت معلوم ہو جائے گی ہاں! اس معاملہ میں اپنے آپ کو فراموش نہ کر۔ والحمدللہ رب العالمین.

اذیت برداشت کرنا

مریدوں کی ایک اور خصلت اپنے لیے اذیت برداشت کرنا نہ کہ دوسرے مسلمانوں کے حق میں۔ پس جب کوئی شخص ان کو تکلیف دے اور اس ایذاء رسانی میں حد سے بڑھ جائے تو وہ اس تکلیف کو برداشت کریں اور اس کے ساتھ بغیر شرعی غرض کے صلح نہ کریں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے وہ اذیت دینے والا اپنے گناہ میں پڑنے کی حمایت کر رہا ہو یا تم اپنے بھائیوں کی اذیت سے اثر نہ لو کیونکہ جو تم سے محبت کرے گا تو وہ لوگوں میں تمھاری مذمت اور تنقیص برداشت نہ کرے گا۔ پس جو مرید مجلسوں میں کسی شخص کی طرف تنقیص کا شکار ہو یا اپنے ساتھیوں کی ایذا رسانی سے دوچار ہو تو اس سے مصالحت کی کوشش کرے، اسی طرح اپنے محسن سے اذیت دور کرنا اپنے نفس کے لیے ضرر رساں نہیں۔

پھر جب مردانِ طریقت کے مقام کو پہنچ جائے تو اس وقت اپنے نفس سے اس اذیت کو دور کرنے والا ہو گا کیونکہ نفس اللہ تعالیٰ کا غلام بن چکا اور یہی اس شیخ کی امانت ہے، اس مسئلہ میں اس پر تنگی نہیں بلکہ اس کو اس بات کا حکم دیا گیا جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "الاخلاق الکبریٰ" میں واضح کیا۔

پس اے برادر! اس خلق و خصلت میں جو ہم نے ثابت کیا اس کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کر تجھے ان کے حال کا پتا چل جائے گا مگر اپنے نفس کو بھی یاد رکھنا۔

شیخ کی اعانت

مریدوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کے تمام نظامِ ذکر اور مجلسِ علم و بحث میں اس کا معاون ہو اور اپنے ہر پیر بھائی کو پابندی کے ساتھ شیخ کی مجلس میں حاضر ہونے کی ترغیب دے اور کوئی اس کے برعکس نہ کرے۔ اور جب اسے اس روز خانقاہ سے باہر کام ہو تو مجلسِ ذکر سے پہلے کر لے مگر ذکر ترک نہ کرے اور تحصیلِ ذکر کے لیے کوشاں رہے۔ اس طرح کی غیر حاضری بھی اللہ تعالیٰ کی بندے سے ناراضی اور ناپسندیدگی میں شمار ہوتی ہے بلکہ بعض صوفیاء نے اس کو بہت بڑی ناراضی کہا ہے۔ ان صوفیاء کا ارشاد ہے کہ جب کوئی بندہ امرِ دنیا کو امرِ آخرت پر تقدیم و ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور رعایت کی نظر سے گر جاتا ہے اس لیے مرید کو خانقاہ کی مجلسِ ذکر کے برعکس نہیں کرنا چاہیئے۔ یا پھر مجلس کے حاضر باش لوگوں میں کسی کے بچے کو اس کام کے لیے بھیج دے یا صرف اس صورت میں مجلسِ ذکر سے غائب ہو جب اس کام کا تعلق عام فقراء سے ہو مثلاً خوراک لانا یا پکانے کا سامان وغیرہ، اگر کسی فقیر کی خاص حاجت اور کام ہو تو مجاورین میں سے کسی کو بھیجنا نہ چاہیئے جب کہ مجلسِ ذکر جاری ہو، سوائے شیخ کی اجازت کے۔ بخدا میں فقیر کے چہرے پر خدائی ناراضی کے آثار دیکھتا ہوں جب وہ مجلسِ ذکر چھوڑ کر کسی دنیاوی کام کے لیے نکلتا ہے اور بعض اوقات تو مجلسِ ذکر سے نکلنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضی پختہ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اسے اسی حالت پر موت آجاتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

مقام شیخ میں کمی کا خوف

مرید کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر چیز سے شیخ کے مقام میں کمی کا خوف رکھے خاص طور پر کھانے، پینے اور پہننے کی چیزوں میں۔ جب شیخ کسی مرید کو بازار میں خرید و فروخت کے لیے بھیجے تو وہ اس خرید و فروخت سے بچے جس میں سودا جوا ہو یا صنعت

وحرفت میں کھوٹ ہو۔ کیونکہ جب اس کا شیخ اس طعام سے کھائے گا یا شبہ والے لباس کو زیبِ تن کرے گا تو اس کے مقام و مرتبہ میں کمی آجائے گی اور وہ طریقِ صوفیاء سے محجوب ہو جائے گا اور جب وہ طریقِ صوفیاء سے محجوب ہو گا تو مرید کے لیے اس کی روحانی امداد ختم ہو جائے گی اور وہ اس کے نفع سے محروم ہو جائے گا؛ کیونکہ جب وہ اپنے شیخ کو شبہ والا کھانا کھلائے گا تو وہ اپنے حال اور اپنے شیخ کے حال کو نقصان پہنچائے گا پس اس بات کی ضرورت ہے کہ جو شخص شیخ کے لیے اشیائے ضروریہ خریدے وہ اس کے مقام و مرتبہ کا لحاظ بھی رکھنے والا ہو تاکہ خوراک ولباس کی اشیاء اس کے مقام و منصب کے حسبِ حال خریدے ورنہ شیخ کو حرام محض کھلائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک گروہ کے لیے حلال بعض اوقات کسی گروہ کے مقام و منصب کے اعتبار سے حرام ہوتا ہے اور نیکوکاروں کی نیکیاں مقربین بارگاہ کی بدیاں کی قبیل سے ہوتا ہے۔

اہلِ طریقت فرماتے ہیں: "مرید کو چاہیئے کہ جب وہ شیخ کے لیے کچھ خریدے تو بیچنے والے سے شیخ کے لیے (اس کے مقام و مرتبہ کے پیشِ نظر) کچھ رعایت نہ مانگے کیونکہ اس سے وہ شیخ پر احسان رکھ دے گا۔

جب تم نے یہ مسئلہ سمجھ لیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم بھی سمجھ میں آگیا

﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (الانعام:114)

مراد یہ ہے کہ زمین کے اکثر آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ تک رسائی نہیں رکھتے خواہ آپ کو جھانک کر دیکھیں اس لیے جب بھی وہ کسی فعل کا کہیں گے تو وہ آپ ﷺ کے بلند ترین مقام سے پست تر ہو گا اور جب آپ ان کی بات مان لیں گے تو آپ کو آپ کے شایانِ شان مقام یعنی راہِ خدا سے بھٹکا دیں گے اور یہ خاص آپ کا مقام ہے جس تک کسی اور کی رسائی نہیں بخلاف آپ کی فرمانبرداری کے۔ لہٰذا خواص لوگ جو آپ کے مذکورہ بالا مقام کا منظر دیکھ چکے سوائے اکثر لوگوں کے؛ کیونکہ بعض اوقات وہ آپ کو آپ کے مقامِ عزت سے لغزش دے سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں راہِ خدا سے بھٹکانے سے مراد وہ نہیں، جو ہدایت کے

خلاف ہو جیسے کافروں کی گمراہی اور ضلالت ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ بالاجماع اس قسم کی گمراہی سے معصوم اور پاک ہیں یہاں گمراہی سے مراد اس فعل سے ہٹنا جو آپ ﷺ کے حق میں اولیٰ و افضل ہے۔ یہ ضلال (گمراہی) وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمائی: ﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ (ص:26)

اس سے مراد اللہ کا وہی راستہ ہے جو صرف آپ کے مقامِ رفیع کے ساتھ خاص ہے ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی لوگوں کے درمیان مشہور و معروف ضلال سے پاک اور معصوم ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی کو تادیباتِ حق کے مسئلہ میں انبیائے کرام کے احوال پر کلام نہیں کرنا چاہیے سوائے اس کو کہ جس کو وراثتِ نبوت کی تقدیم کا حق حاصل ہو۔ ورنہ کلام کرنے والے شخص پر خطا کا خوف ہے یہ جواب جو ہم نے ذکر کیا وہ ہے جو ہمیں اپنے نبی اکرم ﷺ اور داؤد علیہ السلام سے وراثت میں ملنے والے علم سے ہے اور یہ واضح طریق ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو طریقِ تصوف سے محبت کا داعی ہو اور وہ اس بات سے خوف نہ کرے جس سے اس کے شیخ کا مقام و مرتبہ کم ہوتا ہو۔ تو وہ طریقت میں جھوٹا ہے۔

میرے بھائی! اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کر جو سچے مرید ہونے کے مدعی ہیں تجھے ان کے احوال کا علم ہو جائے گا۔ یہ ایسا مفہوم ہے کہ شاید اس کا خیال بھی ان کے دل میں نہ آیا ہو۔ والحمدللہ رب العالمین.

شیخ کی سختی (جفا) پر خوشی

مریدوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی سختی پر خوشی کا اظہار کرے، خصوصاً جب وہ خانقاہ کے منتظم کو حکم دے کہ اس مرید کو خانقاہ کی روٹی، خوراک نہ دے، اگر اس سے اس کے دل میں تکدر پیدا ہو تو اس کا شیخ سے کیا ہوا عہد و پیمان ٹوٹ گیا۔ اور وہ اس کے دائرہ اطاعت سے نکل گیا اور اس پر دوبارہ تجدیدِ عہد کرنا واجب ہے جیسا کہ

اس پر مشائخِ طریقت کا اجماع ہے۔اس تجدیدِ عہد سے وہ برادرانِ طریقت کے طریقِ علم پر آجائے گا۔اللہ تعالیٰ ان کو حفظ واماں میں رکھے اوران کے ساتھ لطف وکرم فرمائے۔

شیخ کا مقام ومرتبہ یہ ہے کہ وہ مرید کی پابندی اور رکاوٹ کے نیچے نہ آئے جیسے اس کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مرید کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جواس کے لیے زیادہ اچھااور مفید ہواس لیے منتظم خانقاہ کو مرید سے خانقاہ کی روٹی روک لینے کا مقصد بھی مصلحت پر مبنی ہو تاکہ اس کے اندر یقین پیدا کرے اسے اہتمامِ رزق اوراسبابِ ظاہری کی طرف جھکنے سے دور رکھے جیساکہ اہلِ اہتمام اپنے رب کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں۔

گروہِ صوفیاء اس بات کو بالاجماع محال قرار دیتے ہیں کہ مرید کے اندر یقین پروان چڑھے جب کہ شیخ اس پر خرچ کررہاہواوراسے خانقاہ کے دسترخوان سے کھلارہاہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مرید کا یقین ہر معلوم ذریعہ سے کھانے سے محرومی اور غیر معروف جگہ بیٹھنے سے پروان چڑھتا ہے۔(جیسے دور دراز کے ویرانوں میں لوگوں سے دور بیٹھنااور پاس کھانایانقدی نہ ہونا)

اس کے بعد شیخ اپنے مرید کو بہت اخلاص کے ساتھ ذکر کا حکم دے اور ہمت سے اس کی مدد کرے نہ کہ زبان وکلام سے؛کیونکہ کلام سے مدد مرید کے لیے نقصان دہ ہے۔پس جب مرید اس طرح بیٹھے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس پر کھانے کی اشیاء کا دروازہ کھولے گا یا زیادہ یقین عطا کرے گا اور طعام کے اہتمام کو زائل کردے گا جیساکہ مجرب ہے۔

میں کہتاہوں: شروع شروع میں میرے ساتھ بھی ایساہوا، میں مصر میں باب الفتوح کے قریب دیوار کے برج پر بیٹھا کرتا تھا یہاں تک کہ اچانک مجھے یقین کی دولت نصیب ہوئی، مگر اس دولت کے حصول میں سیدی محمد بن عنان [11] اور سیدی حسن عراقی (جو برکت رطلی

---

[11] حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سیدی محمد بن عنان رضی اللہ عنہ عبادت گزار زاہدین ⟸

کے ٹیلے پر مدفون ہیں) مجھ سے بازی لے گئے ان میں سے ہر ایک ویرانے میں بیٹھتا تھا جہاں سے کوئی آدمی نہ گزرتا۔[12] تو اللہ تعالیٰ نے ایک بوڑھی عورت کی شکل میں دنیا ان کے لیے مسخر کردی جو روزانہ ان کے پاس سالن کی رکابی اور دو چپاتیاں لاتی مگر وہ اس کو پہچان لیتے کہ یہ دنیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عطاکردہ طعام سے لیتے نہ کہ کون و مکان کی طرف سے۔ (یعنی مادی دنیا سے)

میرے بھائی! اس خلق کو بھی اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کر تجھے ان کے احوال کا پتہ چل جائے گا مگر اپنے آپ کو نہ بھولنا۔

شیخ کی اجازت کے لیے صبر کرنا

مریدوں کے اخلاق میں سے ایک اور خلق یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی مقاماتِ طریق میں نسبی عادی کمالات کی نشانیاں دیکھے تو اپنے شیخ کی اجازت کی طرف حریصانہ نظر نہ

میں سے تھے میں ان کے احوال اور مثال کو حضرت طاؤس یمانی یا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما کے احوال سے تشبیہ دیتا ہوں میں نے اپنے زمانے میں ان جیسا نہیں دیکھا۔ مشائخ عصر جب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ایسے ہوتے جیسے مربی کی گود میں بچے ہوں۔ زمانہ بلوغت ہی سے عبادت گزاری، روزہ داری اور شب بیداری میں شانِ تقدیم رکھتے تھے۔ شب بیداری میں اور عفت (پاکدامنی) اور حفاظت وصیانت میں ضرب المثل بن چکے تھے۔ دیکھیے: الطبقات الکبری، ج2، ص107۔

[12] خصوصی نوٹ: ان سطور کا ترجمہ زیبِ قرطاس کرتے وقت راولپنڈی سے بذریعہ ٹیلی فون اطلاع ملی کہ اللہ تعالیٰ نے مترجم کو پہلا پوتا عطا کیا ہے یہ خبر سعادت آج مورخہ 10 جنوری 2012ء بمطابق 15 ربیع الاول 1433ھ بروز جمعۃ المبارک صبح 5:15 پر ملی کہ اللہ تعالیٰ نے کیپٹن محمد عمران اعجاز کو بیٹے سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے عمر دراز عطا فرمائے، نیک بنائے اور ملک وملت کے لیے سرمایہ فخر ثابت کرے۔ آمین۔

کرے بلکہ اس پر صبر لازم ہے یہاں تک کہ خود شیخ اس کا اظہار کرے، جب مرید اذنِ شیخ کی طرف دیکھے تو وہ (راہِ تصوف میں) الٹے قدم پھرا، بلکہ بعض اوقات تو وہ جہانِ طریقت میں آنے سے پہلے کی حالت سے بھی گھٹیا اور رذیل حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے کیونکہ یہ اس کے لیے سزا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ مرید جب بارگاہِ الٰہی کے قریب ہوتا ہے تو اس سے حساب کتاب کا معاملہ سخت ہو جاتا ہے، جیسے وہ اس بارگاہ سے دور تھا تو اس سے مسامحت اور نرمی کی گئی تھی۔

یہاں قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کا مرتبہ بڑھتا گیا تو اس کے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بنتے گئے۔ میں نے سنا حضرت سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے: "مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک یہ ہے کہ جب میری تکمیل کا وقت قریب آ گا تو میرے نفس نے مجھے کبھی نہیں کہا کہ میں اب شیخ سے اذن لینے کا مستحق ہو گیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے شیخ کی طرف سے زبانِ رسول اللہ پر اذن کی جزا دی پھر رب تعالیٰ کی طرف سے بطریقِ الہام یہ اجازت ملی۔ حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا: "اے علی! میں نے تمہیں جو اجازت دی ہے تو رسول اللہ ﷺ کے حکم اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے دی ہے۔"

فرمایا: "جب میرے شیخ سیدی محمد ابن اخت سیدی مدین [13] کا وصال ہوا تو ان کے

---

[13] آپ حضرت سیدی محمد شیخ ابن عبد الدائم مدنی ہیں، آپ کے بہت بڑے مجاہدات ہیں، تلامذہ سے صدق وصفا کا معاملہ ظاہر ہوا آپ کے ہاں عارف باللہ سروی شیخ عین الغزال اور شیخ مرصفی نے تربیت پائی، صاحبِ ہمت وخوش شکل تھے لوگوں کا رخ آپ کی طرف ہو گیا تھا تو دل کے راستے سے ان کو ہٹایا، اپنی اشیائے ضرورت خود خریدنے کے لیے اکیلے بازار میں چلے جاتے تھے، تنور پر روٹی کے لیے

⟸

شاگردوں نے مصر میں مریدوں کی رشد وہدایت کے لیے مسندِ ارشاد بچھائی میں اس وقت نواحی علاقوں میں غائب تھا تو پیر بھائیوں نے مشاورت کے لیے میری طرف پیغام بھیجا میں نے کہا: جس شخص کے پاس شیخ کی اجازت ہو وہ مسند ارشاد پر بیٹھ جائے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے گا وہ ثابت قدم رہے گا۔ چنانچہ وہ سب بیٹھے مگر مصر میں سوائے ایک شخص کے کوئی ثابت قدم نہ رہا اور باقی اس کے اعوان ومددگار ہوئے۔" (انتہیٰ)

پس حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی مصر میں جمے رہے اور لوگوں نے ان سے فائدہ اٹھایا اس سے معلوم ہوا کہ مرید کی حالت جب تکمیل کو پہنچے اور وہ بزرگی کا مستحق ہو جائے تو شیخ کو اذنِ مرید پر تنبیہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جب اس کی نظر میں مرید تکمیلِ تربیت کو پہنچ جائے اور فارغ التحصیل ہونے کی گھڑی آپہنچے اور بطریقِ الہام رسول اللہ ﷺ یا رب تعالیٰ کی طرف سے اذن آجائے تو مرید کو اجازت مرحمت کردے۔ اور اس جہت سے مدد وفیضان روک دے اور اسے رب تعالیٰ کی معیت میں چھوڑ دے اس کے بعد شیخ کا حکم اس پر نافذ نہیں رہے گا۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ: "مرید جب مقام ومرتبہ میں شیخ کے برابر ہو جائے یا اس کے مقام سے آگے نکل جائے تو سوائے ادب واحترام کے کسی اور چیز کی گنجائش نہین البتہ اب اقتداء لازم نہ ہوگی۔"

شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہمارا مختار وپسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ مرید کو شیخ کی اقتدا میں رہنا چاہیے یہاں تک کہ شیخ کا وصال ہو جیسے تکمیلِ تربیت سے پہلے شیخ فوت ہو جائے تو

آٹا لے جاتے اور اپنی خدمت آپ سرانجام دیتے تھے یہاں تک کہ فوت ہوئے اور سیدی مدین کے جوار میں دفن ہوئے۔

مرید پر لازم ہے کہ وہ کسی اور کو شیخ بنائے اور یہ نہ کہے کوئی ایسا نہیں رہا جو مجھے اپنے شیخ کی طرح اچھا لگے۔ جیسا کہ اکثر طریقت کے دعویدار مریدوں کا طرزِ عمل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ یہودیوں کی صفت ہے وہ کہتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح کوئی نہیں رہا، نہ کوئی مثل آئے گا۔ پس انہوں نے حضرت محمد ﷺ کا زمانہ پایا جن کا مقام و مرتبہ بالاجماع موسیٰ علیہ السلام سے بلند تھا مگر انہوں نے حضرت محمد ﷺ سے نفع حاصل نہ کیا اس طرح دنیا و آخرت میں گھاٹے اور نقصان کے حق دار ہوئے۔ ''انتہیٰ۔

یہ معاملہ اس زمانے کے مریدوں میں بہت بڑھ گیا ہے۔ کیونکہ ان کا شیخ ان کی تکمیلِ تربیت سے پہلے فوت ہو جائے تو اس کے بعد کسی کی فرمانبرداری نہیں کرتے خواہ وہ ان کے شیخ سے بلند مقام رکھتا ہو۔

اس بات کو سمجھ لو اور اس شخص سے ناراض نہ ہو جو تمھارے شیخ کے بعد تم سے کہے ''فلاں بزرگ کے شاگرد بن جاؤ'' اور یہ نہ کہو کہ وہ میرے مقام مرتبے سے آگاہ نہیں، جو شخص اپنے مرتبہ کے لحاظ سے تمہیں نصیحت کرے تو اس کو ملامت نہ کرو کیونکہ ایسی نصیحت کرنا اس پر واجب ہے۔ والحمدللہ رب العالمین.

فعل ماذون کی پابندی

مرید کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اس فعل کی پابندی کرے جس کی اجازت اسے اس کے شیخ نے دی ہو نیز درود وظیفہ کا حکم دیا ہو جیسے صبح و شام محفلِ ذکر میں حاضر ہونا یا خانقاہ میں صبح و شام تنہا ذکر کرنا، مرید کو صبح و شام کی مجلسِ ذکر پر قناعت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ شیخ کو قلبی ذکر حاصل ہو چکا اور وہ فقراء کی ابتدائی مجالسِ ذکر میں دیر تک بیٹھنے کے باعث اللہ تعالیٰ سے قلبی زندگی حاصل کر چکا۔ اس لیے وہ قلبی ذکر کے ساتھ ان مجالس کی حاضری سے بے نیاز ہو چکا۔

اور جو مرید یہ کہے کہ میں اسی مجلسِ ذکر کی پابندی کروں گا جس میں شیخ پابندی سے آئے

گا تو وہ دل کا اندھا اور شیخ کا بے ادب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا کہ مجھے صبح و شام ایک مجلسِ ذکر میں حاضر ہونے اور سننے کی سعادت بخشی مگر وہ مجھے حاضر ہونے پر مجبور نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو ہاں البعض اوقات اگر نہ جاسکوں تو ان میں سے کوئی سست ہو جاتا تو میں ان کی ہمت بڑھانے کے لیے بتکلف جاتا، کبھی ایسا ہوتا کہ ساری رات صبح تک بیداری ہوتی تو بیٹھ نہ سکنے کی وجہ سے لیٹ جاتا مگر مجلس سے غیر حاضر نہ ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ ان مریدوں سے راضی ہو جو اپنے شیخ کو اس حاضری پر مجبور نہیں کرتے۔

ذکر کی مشغولیت میں کھانا پینا بھول جانا

مرید کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں شدید مشغولیت کے باعث کبھی وہ صبح و شام کا کھانا بھول جاتا ہے، اور جس مرید کو صبح و شام کا کھانا یاد رہے تو عادتاً اپنے وقت کو برباد کرتا ہے، اس سے طریقت میں کسی چیز کی امید نہیں کی جا سکتی یہی حالت ان لوگوں کی ہے جو تفریح کے مقامات مثلاً سمندر یا باغات میں جانے کی فرصت پاتے ہیں تو ان سے طریقت کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ [14] فرمایا کرتے: "ابتدائے سلوک میں چھ

[14] آپ ولی کامل عارف باللہ ابوبکر بن دلف بن حجدر الشبلی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا اسم جعفر ابن یونس تھا جیسا کہ شیخ سلمی نے بیان کیا۔ آپ اہل ورع واہلِ حال کے امام تھے، پہلے نہاوند اور بصرہ کے حاکم تھے پھر حضرت شیخ جنید رضی اللہ عنہ اور ضاج کی صحبت اختیار کی تو علم و حال کے لحاظ سے یکتائے زمانہ بن گئے، حضرت امام مالک سے فقہ حاصل کی اور بہت سی احادیث لکھیں پھر آپ پر وارفتگی کی حالت طاری ہونے لگی، مگر اوقاتِ نماز میں وارفتگی نہ ہوتی، یہاں تک کہ کوئی شرعی ذمہ داری فوت نہ

⇐

چھ دن گزر جاتے مجھے کھانا پینا یاد نہ رہتا، ہاں لوگ میرے سامنے رکھ دیتے، بعض اوقات ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک یاد نہ رہتا"

میرے بھائی اس معاملہ کو بھی اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کر اور اپنے آپ کو نہ بھول۔

ہوتی، جب نماز سے فارغ ہوتے پھر حالتِ جذب میں چلے جاتے۔ آپ کا بہت سا کلام (محفوظ) ہے مثلاً فرمایا:

"اہلِ معرفت کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک لحہ کی غفلت اور فراموشی شرک ہے۔"

فرمایا: "تصوف حواس کے ضبط اور انفاس (سانسوں) کی نگہبانی کا نام ہے۔"

فرمایا: "رحمن قدم ازلی ہے، جب کہ عرش مُحدَث (یعنی نوپید) ہے جب کہ عرش رحمٰن کی برکت اور استعانت سے قائم ہے۔"

فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کو کبھی کوئی غم نہ ہوگا۔"

پوچھا گیا: آپ کا قریبی دوست کون ہے؟ فرمایا: جو ذکرِ الٰہی کا شیدا اور اس کی رضا کی طرف تیزی سے جاتا ہے۔

آپ کے بہت سے اقوال ایسے ہیں جو ہم کوتاہ عقلوں کی رسائی سے باہر ہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: "میں اس علم کے ساتھ غاروں اور پوشیدہ مقامات پر کلام کرتا تھا جب شبلی آئے تو انہوں نے اس کلام کو منبر کی زینت بنا دیا اور مخلوق کے درمیان ظاہر کر دیا۔"

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے 334ھ میں وصال فرمایا اور مقبرہ خیزراں میں دفن ہوئے بوقتِ نزع کسی نے کہا: لاالہ الااللہ پڑھیں تو فرمایا: "میں جس گھر میں سکونت پذیر ہوں اس کو چراغ کی ضرورت نہیں۔"

صریح سنت پر عمل

سچے مریدوں کا ایک اور خلق یہ ہے کہ وہ قیاس سے مستنبط احکام کی نسبت صریح سنت پر زیادہ عمل کرتے ہیں۔ البتہ دونوں میں تطبیق ہو جائے تو ان کے نزدیک دونوں میں عمل پسندیدہ ہے اسی طرح وہ مقلدین کی نسبت مجتہدین کے کلام سے زیادہ اعتبار رکھتے ہیں، جیسا کہ سلف صالحین کا ابتدائے سلوک میں طریقہ رہا یہ ایسی بات ہے جس سے آج کے بہت سے مدعیانِ مشیخت (پیری) غافل ہیں۔ مریدوں کا تو کیا کہنا۔ پس تم دیکھو گے کہ بعض پیر و مرید اپنی طرف سے بنائے ہوئے اوراد و وظائف پر اس قدر پابندی کرتے ہیں جس قدر سنت میں وارد صبح و شام کے اوراد کی پابندی نہیں کرتے۔ یہ ان لوگوں کی جہالت سے بھلا ان کو شارع ﷺ کی طرف سے مدد کہاں مل سکتی ہے؟ کیوں کہ ایک تابعِ سنت شخص کو بدعتی شخص سے کیا نسبت! اس بات کو خوب ذہن نشین رکھو۔

قرآن حکیم کی بہ کثرت تلاوت

سچے مریدوں کی ایک اور خصلت قرآن حکیم کی بہ تکرار اور بہ کثرت تلاوت نیز علومِ شریعت میں اس کی حفاظت و رعایت ہے، یہ لوگ اوراد و وظائف میں اشتغال کی وجہ سے تلاوت سے غافل نہیں ہوتے جیسا کہ بعض جاہل مریدوں کا وطیرہ ہے کیونکہ کتبِ فقہ قرآن حکیم کے ظاہری اور باطنی احکام سے پُر ہیں پس جس نے ان احکام کو فراموش کر دیا گویا اس نے قرآنِ حکیم کو بھلا دیا، اور وہ ایسا ہی ہے گناہ گار ہے جیسے قرآن کو بھولنے والا شخص گناہ گار ہے اگرچہ مقام و مرتبہ کے لحاظ سے (ان کے گناہوں میں) تفاوت ہے۔ یہاں مرید سے زیادہ اس کے شیخ پر ملامت ہے کیونکہ اس کی غفلت کے باعث علم دین اور قرآن اس کے ذہن سے نکل گیا۔

عارف باللہ شیخ ابوالمواہب الشاذلی نے بیان کیا کہ ابتدائے سلوک میں ذکر سے

اتنا اشتغال رہا کہ قرآن کا زیادہ حصہ بھول گیا پھر خواب میں نبی اکرم ﷺ کا دیدار ہوا تو آپ نے فرمایا: "اے محمد تو نے اپنے رب کے کلام کی تلاوت چھوڑ دی اور اپنے مصنوعی اوراد میں کھو گیا۔"

حضرت شاذلی فرماتے ہیں: "میں نے اس تنبیہ پر اپنے لیے روزانہ دس حزبوں کو مرتب کیا اور اپنے علمی یادداشتوں کو دہرایا جن کو بھول چکا تھا" انتہیٰ

بعدازاں آپ عمر بھر اسی پر عمل پیرا رہے یہاں تک کہ واصل بحق ہوئے جیسا کہ حضرت شیخ کے نواسے علی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی۔ پس برادرِ من اس کو یاد رکھو۔

بھوک پر صبر

سچے مریدوں کا ایک اور خلق اختیاری یا اضطراری بھوک پر صبر کرنا ہے جیسے مہنگائی یا قحط سالی کے ایام میں صبر کیا جاتا ہے اس صبر کی صورت یہ ہے کہ مریدوں میں سے کوئی معمول سے زیادہ کھائے اور سیر نہ ہو جیسا کہ حدیث میں آیا" جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو قحط میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو آسمان سے ایک منادی پکار کر کہتا ہے "اے آفت تو پھیل جا، اے آنکھ تو سیر نہ ہو اور اے برکت تو اٹھ جا" یہ ہے قحط کی صورت کہ ایک آدمی کبھی دس آدمیوں کا کھانا کھا جاتا ہے مگر وہ سیر نہیں ہوتا۔"

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "غلہ کی مہنگائی اور قحط کی وجہ مخلوق کی اپنے رب سے غفلت اور گناہوں کا ارتکاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے ﴿وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ہم نے انہیں بھلائیوں اور برائیوں سے آزمایا کہ کہیں وہ رجوع لائیں (اعراف:168) یاد رکھو جو لوگ عدمِ غفلت اور عدمِ ارتکابِ گناہ کا دعویٰ کرتے ہیں پھر بھی قحط اور مہنگائی میں مبتلا ہوتے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں، اس میں قلتِ گناہ یا کثرتِ گناہ کا فرق ہوتا ہے بعض اوقات قحط اور مہنگائی کا سبب نعمت کی بے قدری یا دیگر سبب ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کو خوب سمجھ لو"

صدقہ کرنا

گناہ کے وقت مرید کا اپنے کپڑوں کو تصدق کرنا اس کی اچھی خصلت ہے سچے مرید کپڑے صدقہ کر کے پھر غسل کر کے توبہ کرتے اور نئے کپڑے پہنتے ہیں اگر ان میں سے کوئی فقیر و نادار ہو اور دوسرا کپڑا نہ ہو تو دھو کر پہن لیتا ہے۔ اسی طرح اپنے بالوں کو مونڈ ڈالتا ہے جو بوقتِ گناہ اس کے بدن پر ہوتے ہیں۔ نیز اپنے ناخن کاٹ دیتا ہے، یہاں تک کہ بعض مرید اپنی داڑھیوں کو صاف کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کاش نافرمانی والے اعضا بدل سکتے تو ان کو بھی بدل دیتے۔

(میں کہتا ہوں) اس طرزِ عمل میں اگرچہ تعظیمِ خداوندی ہے مگر نبی اکرم ﷺ کی اتباع بہتر ہے، اس لیے مرید کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگے اور ہر گناہ سے توبہ کرے مگر داڑھی صاف نہ کرے اگر کوئی شخص اس ارشادِ نبی ﷺ سے دلیل پکڑے کہ حضور ﷺ نے اسلام قبول کرنے والے شخص سے فرمایا: ”تو اپنے بال اتار دے اور ختنہ کر“[15] اور دعویٰ کرے کہ زمانہ کفر کے بال داڑھی کے بالوں کو بھی شامل ہیں تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہاں کفر کے بالوں سے مراد وہ ہیں جن کو زمانہ اسلام میں بھی اتارنے کا حکم ہے یعنی بغلوں کے بال اور زیر ناف بال۔ اس ارشاد میں مطلق بال مراد نہیں۔ بعض محققین کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی جگہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو اس کو چھوڑ کر نہ نکلے جب تک وہاں کوئی کام اطاعت و فرمانبرداری کا نہ کر لے خواہ ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہہ دے۔ اس طرح وہ جگہ اس کے خلاف گواہی دے گی تو ساتھ ہی اس کے حق میں بھی گواہی دے گی۔

---

[15] ابوداؤد، ج 1، ص 18، مسند احمد، ج 3، ص 415

نفس کا دفاع نہ کرنا

جب کوئی نصیحت گر مرید کو کوتاہی عمل کی طرف منسوب کرے اور کہے کہ نفس کو اس طرح کرلو اور اس سے کہو کہ فلاں شخص نے تجھے حق اور سچ سے کوتاہی کا الزام دیا ہے اس لیے تجھ پر واجب ہے کہ تو اس سے خبردار ہو جائے جو چیز اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہو۔

واضح رہے جو مرید اپنے نفس کا دفاع کرے اور اس کی کوتاہی کی نشاندہی پر سیخ پا ہو تو وہ طریقت کا جھوٹا دعویدار ہے اس سے طریقت کا کوئی کام پورا نہ ہوگا، بھلا وہ اپنے دعویٰ میں کیسے سچا ہو سکتا ہے؟ جو اپنے خیر خواہ سے ناراض ہو جو اس کی بارگاہِ خداوندی تک رسائی کا طلب گار ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ کی کوتاہی اسے بارگاہِ قدس تک جانے سے روکتی ہے خواہ وہ اپنی کوتاہی سے آگاہ نہ ہو، اس ملامت گر نے تو مدعی طریقت کو اس خبر سے توبہ کی تنبیہ کی جو اسے بارگاہِ قدس تک جانے سے روکتی ہے۔ پس اس کا صلہ تو یہ تھا کہ اس سے شدید محبت کرتا نہ کہ اس سے ناراض ہوتا۔

برادرِ من! اس خلق کو اپنے زمانے کے مدعی طریقت پر پیش کر، تجھے پتا چل جائے گا کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ ہاں! اس سلسلہ میں اپنے آپ کو فراموش نہ کر۔

برادرانِ طریقت کی مناقب سرائی

سچے مریدوں کی ایک عمدہ خصلت یہ ہے کہ وہ مجلسوں میں اپنے پیر بھائیوں کے مناقب بیان کرتے ہیں اور ان کے نقائص سے زبانوں کو روکتے ہیں کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور پیر بھائی بھی، اور یہ بات اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے قہر و غضب کا سبب بنتی ہے جبکہ لوگوں کی خوبیوں کا بیان اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی رضا کا موجب ہے ایک عقلمند شخص کبھی ایسے کام میں نہیں پڑتا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو، اور لوگوں کی ہتکِ عزت کا وہی مرتکب ہوتا ہے جو پاگل اور دیوانہ ہو۔ اور دیوانہ شخص کے لیے راہِ تصوف میں گامزن

ہونا صحیح نہیں جب تک اس دیوانگی سے نہیں نکلتا۔ اس بنا پر کوئی شخص اس دیوانگی سے بچ نہیں سکتا سوائے چند لوگوں کے۔ ان میں کوئی شخص متواتر علما سے پڑھتا اور فقراء کا شاگرد بنتا ہے یہاں تک کہ اس کی داڑھی سفید ہو جاتی ہے مگر علمی تدریس کے مقام تک نہیں پہنچتا نہ طریقت میں مسندِ راشاد تک۔ پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو لوگ اس کے گناہِ غیبت کے تاوان میں اس کی نیکیاں تقسیم کرلیں گے اور یہ دنیا و آخرت میں خسارے کی مثال بن کر رہ جائے گا۔

شیخ کے شاگردوں سے شدید محبت

سچے مرید ہر اس شخص سے محبت کرتے ہیں جو ان کے شیخ کے حضور زانوئے ادب تہ کرتا ہے کیونکہ وہ ان کا طریقت میں رضاعی بھائی ہے پس جو مرید ناحق اپنے بھائی سے ناگواری کا اظہار کرے اور اس سے کینہ رکھے تو اس کا عمل اس وقت تک آسمان کی طرف نہیں اٹھتا جب تک وہ اپنے بھائی سے کینہ توزی رکھتا ہے۔ جیسا کہ صریح احادیث میں اس کی صراحت آئی ہے اور یہ غضبِ الٰہی سے کنایہ ہے جیسا کہ وہ کافروں پر غضب فرماتا ہے اگرچہ اس مسئلہ میں تفاوت اور فرق ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اسے طویل مجاہدوں کے بعد پست ترین حالت کی طرف لوٹا دیتا ہے جو مجاہدہ شروع کرنے سے پہلے تھی، اور اس کے عمل کو اکارت کر دیتا ہے۔

یاد رکھو! کہ جو شخص سچی ارادت کا دعویٰ کرے مگر تسکینِ نفس کی خاطر اپنے برادرانِ طریقت سے نفرت رکھے تو وہ کذاب ہے، جو کبھی فلاح نہیں پائے گا۔ پس اس خصلت کو ان لوگوں پر منطبق کرو جو شیخ سے سچی محبت اور ارادت کا دعویٰ کرتے ہیں تم مشاہدہ کرو گے کہ زیادہ تر اخوانِ طریقت پر اس بیماری کا غلبہ ہے۔

شیخ کے ناپسندیدہ شخص سے اظہارِ کراہت کرنا

اپنے شیخ کی تقلید میں اس شخص سے ناگواری کا اظہار کرنا جس کے بارے میں علم ہو کہ

شیخ اس کو پسند نہیں رکھتا۔ یہ سچے مرید کی نشانی ہے جیسے ایک طالب علم امامِ مذہب کی تقلید کرتا ہے۔ خواہ وہ اپنے شیخ کی دلیل نہ جانتا ہو کیونکہ شیخ کا مقام اس سے بلند تر ہے کہ وہ کسی مسلمان سے ناحق کراہت کا اظہار کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ نفسانی حظوظ سے پاک ہو چکا ہوتا ہے اور ہمارا یہ کلام حقیقی شیخ کے حق میں ہے جس کو منصبِ پیری میں رسوخ حاصل ہے نہ کہ بناوٹی پیر بننے والوں کے متعلق یہ کلام ہے۔ جیسا کہ اس زمانے کے اکثر پیروں کی حالت ہے کیونکہ ان پر نسانی رعونت کا غلبہ ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر ان کو معتقدین میں سے کسی طرف سے تنقیص کی خبر ملے تو ان کا آئینہ دل مکدر ہو جاتا ہے اگر یہ مقامِ ولایت میں قدم راسخ رکھتے تو اس شخص سے خوش ہوتے جس نے نقص کی نشاندہی دی اور سمجھ لیتے کہ جو نقص لوگوں نے بیان کیا وہ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں جس کو وہ خود جانتے ہیں۔

اہلِ معرفت کا اتفاق ہے کہ جو شخص مدح پسند کرے وہ اپنی مذمت سے ناخوش ہوتا ہے اور جو اپنی مذمت سے ناخوش ہو اس سے بعید نہیں کہ وہ اپنے خیر خواہ بھائیوں کی نصیحت سے ناراض ہو خواہ وہ نصیحت حق ہو، تو ایسی صورت میں جائز نہیں کہ مرید شیخ کی ایسی ناگواری میں اس کی تقلید کرے، اور اس کی اتباع میں کراہت کا اظہار کرنے لگے۔

پس اس حقیقت کو سمجھ لو اور اس حالت کو اپنے زمانے کے مریدی اور پیری کے دعویداروں پر پیش کرو، تمہیں ان کے مقام کا پتا چل جائے گا، ہاں! اپنے آپ کو نہ بھولو۔

تقسیم اموال پر خوش دلی

سچے مرید اپنے پیر بھائیوں کے لیے اپنے مالوں کی تقسیم پر خوش دلی کا اظہار کرتے ہیں پھر ان کے احسان مند ہوتے ہیں کہ انہوں نے ان مالوں کو قبول کر لیا اور جب ان کے دل میں یہ بات گزرے کہ انہوں نے مال دے کر اپنے بھائیوں پر احسان کیا تو وہ مقام ارادت سے نکل گئے۔

اے برادرِ من! اس خصلت کو بھی اپنے دور کے پیر بننے والوں پر چسپاں کرو تمہیں

ان کی حالت سے آگاہی ہو جائے گی۔ یہاں مریدوں کا تو کیا ذکر؟

نیکیوں کی تقسیم پر خوش دلی

سچے مرید دارِ آخرت میں بھائیوں کی نیکیوں کی تقسیم پر خوش ہوتے ہیں پھر وہ ان کا احسان سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ان نیکیوں کو قبول کر لیا۔ ایک سچا مرید ابتداء ہی میں اس مقام تک پہنچ جاتا ہے اس لحاظ سے یہ بڑا درجہ نہیں کیونکہ جب وہ طریقِ تصوف میں قدم رکھتا ہے تو اس کے لیے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی فاعل و مالک ہے، اس لیے بندہ اپنی ذات کے لیے فعل و ملکیت کا استحقاق نہیں پاتا کہ وہ اس سے مخلوق کے کسی فرد پر احسان رکھے کیونکہ سارا احسان تو اللہ رب العالمین کا ہے۔

عطائے الٰہی پر شکر

سچے مرید کی خوبی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اسے اس چیز کی طرف نسبت دی جو وہ اپنے بھائیوں کو دیتا ہے اور اس کے ذریعے ان پر بڑائی دی اس مسئلہ میں وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے سخی سردار کے مال میں وکیل ہو حالانکہ کوئی چیز اس کی ملکیت میں نہیں ہوتی۔

پس میرے بھائی! اس خصلت کو اور اس سے پہلی خصلت کو اس شخص پر پیش کر جو تجھ سے محبت کا مدعی ہے اگر اپنے مال و حسنات میں تجھے بخوشی شامل کرے تو وہ سچا ہے اگر دل تنگ ہو تو جھوٹا ہے۔

اہلِ معاصی سے بغض

سچے مرید اہلِ معاصی (نافرمان و گناہ گار) لوگوں سے بغض رکھتے ہیں خواہ وہ ان سے محبت و عقیدت رکھیں اور یہ ذاتِ خداوندی کو ترجیح دینے کے سبب ہے؛ کیونکہ وہ نافرمان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے بھلا اللہ سے ارادت کا دعویٰ کرنے والا کب سچا ہو سکتا ہے جب وہ ایسے

شخص سے محبت کرے جس سے اس کا رب نفرت فرماتا ہے۔ یہ خلق اس زمانے کے مریدوں میں بہت کم ہے خصوصاً جب وہ نافرمان اور عاصی شخص ان مریدوں پیروں کے ساتھ احسان کرے اور ان کو ہدیوں اور تحفوں سے نوازے، پس سچا مرید وہ جو ذاتِ خداوندی کو اپنی ذات پر ترجیح دے، اور یہ اس لیے حق تعالیٰ کو ترجیح دے اور مقامِ قرب میں اس کے ہم عصر و ہم مرتبہ لوگوں پر اسے مقدم کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو عزیز و جلیل رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا کرتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

میرے بھائی! اس خصلت کو اپنے زمانے کے اکثر مریدوں پر پیش کر تو دیکھے گا کہ ان میں کوئی اپنے احسان کرنے والے کا شکر گزار ہے خواہ وہ شرابی ہو مگر اس شخص کی مذمت کرتا ہے جو اس کا دینی خیر خواہ ہو، خواہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو۔ پس اس حقیقت کو فراموش نہ کر اور اس خصلت کو اپنی ذات پر چسپاں کر کے دیکھ۔ والحمدللہ رب العالمین.

اہلِ نفرت و غیبت سے محبت کرنا

سچے مرید ان لوگوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں جو ان سے ناگواری اور نفرت کا اظہار کرتے اور غیبت کے خواہش مند رہتے ہیں۔ یہ ان کا بھلائی کے ساتھ ذکر کرتے اور ان کا دفاع کرتے ہیں اور آخرت میں اثرات کے لحاظ سے ان کی تعریفیں کرتے ہیں کیونکہ جو ان سے ناگواری اور تنقیصِ شان کا رویہ رکھے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کو اس کی نیکیوں میں اضافہ کا حکم دے گا، اور شک نہیں کہ بندے کو دارِ دنیا کی مدح و محبت کی بہ نسبت آخرت میں نیکیوں کی زیادہ ضرورت ہوگی۔

تم اس خلق کو بھی اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کرو تمہیں ان کے صدق و کذب کا پتا چل جائے گا۔

نافرمان دشمن کے معاملہ میں زیادہ دلچسپی

سچے مرید کو فرمانبردار دوست کے معاملہ کی بہ نسبت نافرمان اور گناہ گار دشمن کے

معاملہ سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے کیونکہ فرمانبردار دوست اپنی نیکیوں اور فرمانبرداریوں کے باعث آفات سے محفوظ رہتا ہے جب کہ گناہ گار نافرمان شخص محفوظ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے یہ بلند مقامات عطا کرتا ہے کہ وہ ہلاکت میں پڑنے والے گناہ گاروں سے یہ فضیلت لے۔ یہی وجہ ہے کہ روزِ قیامت عارفین کو ان لوگوں کے لیے شفاعت کا اذن ملے گا جنہوں نے ان سے برائی کی تھی تاکہ ان سے وہ شرمندگی دور ہو جو وہ ان عارفین کا اللہ کی بارگاہ میں بلند مقام دیکھ کر محسوس کریں گے نیز احسان و نیکی کا سلوک مشاہدہ کریں گے جو ان کی برائیوں کے برخلاف ہوں گی جو دنیا میں انہوں نے ان نیکوکاروں کے ساتھ کی تھیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں میں نے سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا آپ عارفین کے متعلق فرما رہے تھے: "جب ان کو ان کے اہلِ عصر لوگوں کے متعلق مقامِ شفاعت عطا ہو گا تو وہ شفاعت کا اظہار نہیں کریں گے کیونکہ ان کے ساتھ احسان کرنے والے اپنے احسانات کی بدولت آفات سے محفوظ رہیں گے اور ان کے ہاں وہ تکلیف نہ ہوگی جو بدکار گناہگاروں کے ہاں ہوگی۔" انتہیٰ۔

یہ مریدوں کا سب سے بڑا خلق ہے پس اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کرو تمہیں ان کی حالت کا پتا چل جائے گا۔ والحمدللہ رب العالمین.

دشمنوں کی اذیت برداشت کرنا

سچے مریدوں کی ایک خصلت دشمنوں کی اذیت برداشت کرنا اور تقدیر پر راضی ہو کر ان کے خلاف بددعا نہ کرنا ہے۔ اگر اس طرف توجہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں توبہ کی دعا کرتے ہیں۔ اور اگر اللہ کی بارگاہ میں ان کی عدم توبہ کا فیصلہ ہو چکا ہو تو ان سے درگزر کرتے اور ان کے لیے شدید غمزدہ ہوتے ہیں۔

یاد رکھو! جو مرید اذیت دینے والوں کی ہلاکت یا زوالِ نعمت یا محرومی عافیت کی دعا

کرتے ہیں وہ اپنے دعویٰ ارادت میں جھوٹے ہیں۔

خطاکاروں کی خطاؤں کی ٹوہ لگانا

جب کوئی ایسا کلام سنے جو کسی مسلمان کی تنقیص کا وہم پیدا کرے جیسے کسی کی زبان سے سنے "کبسوہ اللیلة واخذوہ لبیت الوالي" انہوں نے رات کے وقت دبایا اور والی (حاکم) کے گھر کے لیے پکڑ کر لے گیے۔ تو کلام میں مرجع الضمیر کی پہچان کا تقاضا نہ کرے بلکہ اس سے بچے سوائے اس کے کہ وہ شرعی غرض کے لیے ہو، کیونکہ اس دبائے گیے شخص کی معرفت کی ٹوہ لگانا یقیناً غیبت کی طرف لے جاتا ہے بعض اوقات یہ تجسس کرنے والا شخص اس کا دشمن ہوتا ہے تو اس کی ٹوہ لگانا اس کے نزدیک تلوار کی ضرب سے زیادہ سخت ہوتا ہے بخلاف لوگوں کی عمدہ خبروں کی ٹوہ لگانے کے (کہ اس میں حرج نہیں) مثلاً کسی شخص کو کہتے ہوئے سنے "وہ شب بھر صبح تک نماز پڑھتا رہا اور اس نے زندگی بھر روزہ رکھا" (تو اس کی حالت کی تحقیق کرے)

ہم کہتے ہیں اس مرجع ضمیر کی ٹوہ لگانے کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس شخص کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو جائیں تاکہ اس سے دعا و ہم نشینی کی التماس کریں، اور وہ عرصاتِ قیامت میں ہماری دستگیری کرے۔

اے برادر من! ہماری اس بات کو اپنے زمانے کے مریدوں پر چسپاں کر کے دیکھ! تو پائے گا کہ ان میں سے اکثر لوگوں کے عیبوں کے متلاشی رہتے ہیں، اور مرجع ضمیر کے متعلق سوال کرنے سے اجتناب نہیں کرتے۔

نفسوں کی خباثت پر نظر

سچے مریدوں کی ایک خصلت یہ ہے کہ وہ اپنے نفسوں کو بہت خبیث اور رذیل سمجھتے ہیں، پس دسیول، مخنثوں، بھنگیوں اور شرابیوں سے متغیر نہیں ہوتے۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ

متعلق عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہ معاف کردے گا۔ اور جب وہ کسی گناہ گار کے متعلق عقیدہ رکھیں کہ وہ معصیت پر اصرار کرتا ہے تو اس کے ساتھ بدگمانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اللہ کے بندوں کے حضور تواضع کا اظہار کریں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا یدخل الجنة احد وفي قلبه مثقال ذرة من کبر" جس کے دل میں ایک ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔

یعنی جو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تکبر سے پیش آئے گا وہ اس تکبر کی حالت میں جنت میں نہ جائے گا۔ اسی طرح دنیا کے اندر بارگاہ الٰہی میں بھی بار نہ پائے گا کہ نماز میں نہ کسی اور عبادت میں۔ اور جو ایسے لوگوں میں سے ہو وہ بارگاہ خداوندی کی حاضری سے محروم رہنے میں شیطانوں کے ساتھ ملحق ہے۔ بھلا جس کا تعلق شیطانوں سے ہو وہ انبیاء و مرسلین کے طریق کے طالب مریدوں میں سے کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرت عطا سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [16] کے گھر میں صرف مخنثین خدمات سرانجام دیتے تھے وہ جب آپ کو ملامت کرتے تو آپ فرماتے: "بخدا یہ لوگ میرے نزدیک میرے نفس سے زیادہ پاک ہیں۔"

مخنثین سے ہماری مراد وہ لوگ ہیں جنہیں بدفعلی کرانے کی بیماری ہو، یہ ایک قسم کی بیماری ہے جس سے مقعد میں جوش اور سخت طلب ہوتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ بیماریوں کے باعث بیماروں سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔

---

[16] حضرت سلمی علیہ الرحمۃ پر غم اور خوف غالب رہا یہاں تک چالیس سال بستر پر رہے، اٹھ نہ سکتے تھے، نہ گھر سے نکل سکتے تھے، بس بستر پر ہی اشارے سے نماز پڑھتے، ایک دن بھڑکا ہوا تندور نظر آیا تو تین راتوں تک غشی میں روتے رہے اور آپ کے آنسو نہ تھمتے تھے۔

حکماء نے اس بیماری کے ازالہ کے لیے حقنہ تیار کیا، اس طرح کہ مچھلی کی نمکین جلد کو پانی میں ڈال کر تین دن تک ابالا جائے پھر اس مریض کو حقنہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بیماری جاتی رہے گی۔ انتہیٰ۔

پس اس مرض میں مبتلا! لوگوں پر عیب لگانے سے بچ ورنہ تو بھی اس مرض کا شکار ہو جائے گا جیسا کہ بعض بھائیوں کے ساتھ ہوا، جو کسی کو عار دلائے گا وہ خود اس میں مبتلا ہو گا۔ راہِ ادب یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جو کوئی کسی جسمانی یا دینی بیماری میں مبتلا ہو تو اس سے نفرت کیے بغیر اللہ تعالیٰ سے اس کی صحت یابی کی دعا کرے۔

میرے بھائی! تو اصحابِ کتب سے بوجہ نفرت یا بخوف رسوائی کنارہ کشی نہ کر کیونکہ یہ کنارہ کشی اللہ تعالیٰ سے حیا کی وجہ سے نہیں لہذا یہ منافقت ہوئی بعض اوقات تو خود پوشیدہ طور پر ایسی باتوں کا مرتکب ہوا کہ اگر ان کو ظاہر کرتا تو لوگ تجھے پتھر مارتے اور تیرے ساتھ نہ بیٹھتے۔

اپنے نفسوں میں ہمیشہ فسق کا مشاہدہ کرنا

سچے مریدوں کی ایک اور خصلت یہ ہے کہ وہ اپنے نفسوں میں ہمیشہ فسق کا مشاہدہ کرتے ہیں، جہاں تک گناہ کے کاموں میں فسق اور نافرمانی کا تعلق ہے وہ تو بالکل ظاہر ہے اور جہاں تک نیکی کے کاموں میں فسق کا معاملہ ہے جیسے ان میں کوتاہی بے حضوری اور عدمِ خشوع ہو، اور فسق سے ہماری مراد لغوی فسق ہے جو سنت محمدیہ سے مطلق نکل جانے کا نام ہے خواہ حرام باتوں کے ارتکاب کے باعث خوراک، لباس اور سونے میں ہو۔

اہلِ عرب کہتے ہیں: "فسقت النواۃ" گٹھلی چھلکے سے باہر آگئی، جو مرید اس خلق سے متصف ہو اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ کسی کو پکارے تو یہ نہ کہے یا فاسق! اے بے دین (وغیرہ برے القابات) کیونکہ وہ اس کے نزدیک سچا ہے اور جب اس کا آئینہ دل متکدر رہو گا تو اس خلق کی بو بھی نہ پائے گا بلکہ ان متکبرین میں شمار ہو گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ[17] فرماتے تھے: "جو کسی ریاکار فاسق کو دیکھنا چاہے تو مجھے دیکھ لے۔"

میرے بھائی! اس خلق کو اپنے زمانے کے اہلِ ارادت پر پیش کر تو ان کی اصل حالت سے آگاہ ہو جائے گا۔ ہاں اس سلسلہ میں اپنے آپ کو نہ بھول۔ والحمدللہ رب العالمین.

---

[17] **حضرت فضیل بن عیاض** رحمہ اللہ امام قدوہ، شیخ الاسلام شیخ الحرم ابو علی تمیمی یربوعی مروزی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: "حضرت فضیل سب لوگوں سے بڑھ کر صاحب ورع ہیں۔"

علامہ ذہبی نقل کرتے ہیں:

"حضرت فضیل بن عیاض ابی ورد اور سرخس کے درمیان بدمعاشی اور رہزنی کرتے تھے۔ آپ کی توبہ کا سبب یہ بنا کہ آپ ایک دوشیزہ سے عشق کرتے تھے، ایک رات دیوار پھلانگ کر اس کی طرف جا رہے تھے کہ ایک قاری کی آواز کان میں پڑی وہ پڑھ رہا تھا ﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ ﴾ (الحدید، 16) کیا اہل ایمان کے لیے وہ گھڑی نہیں آئی کہ ان کے دل اللہ کے حضور جھک جائیں۔

سن کر کہا 'ہاں یارب وہ گھڑی آپہنچی ہے' پھر انہی قدموں سے لوٹے اور ایک ویرانے میں رات گزاری، جہاں ایک قافلہ فروکش تھا۔ جن میں سے کچھ کہہ رہے تھے کوچ کریں، اور کچھ کہہ رہے تھے صبح ہونے دیں، کیونکہ فضیل راستے میں لوٹ مار کرتا ہے، فرماتے ہیں: تو میں نے غور کیا میں شب بھر گناہوں کا ارتکاب کرتا ہوں اور لوگ یہاں مجھ سے خوفزدہ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کی طرف بھیجا تاکہ باز آجاؤں۔ اے اللہ! میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور توبہ کے لیے بیت الحرام کی مجاورت لازم قرار دیتا ہوں۔" دیکھیے سیر اعلام النبلاء 423/8۔

کنیت ولقب سے مجرد نام کو پسند کرنا

سچے اربابِ ارادت کنیت اور لقب سے خالی ناموں سے پکارنا پسند کرتے ہیں، اور کنیت ولقب سے پکارنے کو ناگواری کی نظر سے دیکھتے ہیں؛ کیونکہ کنیتوں اور لقبوں میں گندگی گھس آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شمس الدین یا سراج الدین جیسے القاب رکھنا صحیح نہیں سوائے اس کے کہ وہ تمام اہل دین کو منور کرے جیسے سورج تمام اہل جہاں کو روشن کرتا ہے اپنے ذاتی دین کا سورج یا چراغ ہونا بھی صحیح نہیں، سوائے اہل تاویل بعید کے؛ کیونکہ اس سے متکلم کے دل پر خطرات گزرتے ہیں جبکہ آدمی کو اس کے مجرد نام سے پکارنا زیادہ اصدق ہے۔ ہاں! شرعی غرض کے لیے عالم یا شیخ کو یا سیدی، الشیخ سے ندا کرنا جائز ہے اس طرح کے القابات میں حرج نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عالم وشیخ کو چاہیے کہ اپنے نفس کو عاجزی سکھائے جب کہ طلبا اور مریدوں کو چاہیے کہ اس کی عزت کریں جیسا کہ سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔

ہمارا گزشتہ کلام ہم عصر لوگوں کے حق میں ہے فرق یہ ہے کہ علما صالحین اپنے نفسوں کو پہچان چکے، انہیں القاب، کنیت سے پکارنے سے خود پسندی اور تکبر پیدا نہیں ہوتا بخلاف مریدین کے (کہ وہ تکبر میں مبتلا ہو سکتے ہیں) اس سلسلہ میں سچائی کا معیار یہ ہے کہ علما و صلحا کے نزدیک القاب وکنی اور مجرد اسم سے پکارنا برابر ہو، جب کنیت سے پکارنے سے ترجیح محسوس ہو تو یہ جھوٹے مریدوں کی علامت ہے سچے بزرگوں کی نہیں۔

اپنے بھائیوں کے اقبال پر حسد نہ کرنا

سچے مریدوں کی ایک خصلت یہ ہے کہ وہ اپنے بھائیوں سے حسد نہیں کرتے ہاں جب ان کو شیخ سے یا اس کے شاگردوں سے اقبال حاصل ہو یا شیخ کے معارف سے حصہ ملے، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور

جس کے ساتھ نیکیوں کو کھا جانے والی آگ ہو تو وہ بارگاہ ربانی میں محبت وقریب کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے حالانکہ وہ راندہ درگاہ ہونے کے اسباب اختیار کر رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر حسد نیکیوں کو کھاتا ہے اسی قدر بندے کو بارگاہِ ربانی سے دور کرتا ہے جیسے نیکیاں بندے کو بارگاہِ ربانی کے قریب کرتی ہیں اور یہ بیماری اس زمانے کے اکثر مریدوں میں عام ہو چکی ہے جس کے سبب وہ روحانی ترقی سے محروم ہو گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حاسد لوگ مقام سیادت حاصل نہیں کر پاتے۔

وسوسہ کو شیطان کے واسطے سے تقدیر خداوندی شمار کرنا

سچے مریدوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ جب ابلیس ان کو گناہ کا وسوسہ ڈالتا ہے اور وہ اس کا ارتکاب کرتے ہیں تو فوراً اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ وسوسہ تقدیرِ خداوندی ہے مگر ابلیس کے واسطہ سے کیونکہ وہ اس مسئلہ میں آلہ ہے۔ جیسے گناہ کا شیطانی وسوسہ ابلیس کے لیے تقدیرِ خداوندی ہے اسی طرح اس مزاج کے واسطہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا اور مرکب کیا۔ اس لیے کوئی وسوسہ ابلیس کی طرف منسوب نہیں کرتا اور یہ گمان کرتے ہوئے اس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے کہ ابلیس اس گھر کا پچارا ہے جس سے گندگیاں صاف کی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکِ خفی میں شمار ہوتا ہے میں نے اپنے زمانے کے چند لوگوں میں اس کا ذوق دیکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا﴾ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراو۔

پس اس آیت میں لفظ "شَيْئًا" نفس کے شرک اور عمل میں ابلیس کے شرک کو شامل ہے۔ جب ایسا ہوا کہ کسی نے کہا: "اے رب مجھے بخش دے کیونکہ تو نے ہر اس آدمی کو بخشش کا وعدہ دیا ہے جو تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اور تو جانتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کسی

کو شریک نہیں ٹھہراتا۔" اس وقت وہ ہاتف کے ذریعے کہتا ہے دودھ والے دن بھی شرک نہیں کیا کیونکہ لوگ اس کے سامنے دودھ رکھتے تا کہ پیے مگر وہ انکار کرتا تھا اور کہتا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھے نقصان (دے گا) اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نقصان کو دودھ کی طرف منسوب کرنے کے باعث اس کی گرفت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے حیا

سچے مریدوں کی ایک اور خصلت یہ کہ جب تک دنیا میں رہے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ہر حال میں سچائی اور اخلاص کا اظہار کرتے رہے یہ اس لیے کہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ سے دائمی حیا کرتے ہوئے خمیدہ سر رہے۔

حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے: "تیس سال سے میں گمان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری بداعمالیوں کے باعث میری طرف قہر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تمام بزرگوں کا اجماع ہے کہ جو لوگ بارگاہ خداوندی حاضر باش ہوں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر اپنے حضور عاجزی اختیار کرنے کی کرم نوازی فرماتا ہے۔"

بہت سے لوگ اس خصلت سے عاری ہیں یہاں تک کہ بعض لوگوں سے جب مہنگائی دور کرنے اور عمر دراز پانے کی دعا کرائی جاتی ہے تو ولایت کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں یا بارش ہونے یا نیل میں پانی چڑھنے کی دعا مانگتے ہیں اور ایسا (اتفاقاً) ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ان کی دعا کا ثمرہ ہے۔ مگر یہ جھوٹا وہم ہے بھلا ان لوگوں کو قبولِ دعا کا مرتبہ کہاں سے ملا؟

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو نمازِ استسقا کے لیے بلایا جاتا تو آپ باہر نہ نکلتے اور فرماتے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر پتھر نہ برس پڑیں، یا میرے آنے سے تم بارش سے محروم نہ ہو جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص رضائے خداوندی کے وہم میں مبتلا ہو اور اپنے نفس کی بدکاریوں کو نہ دیکھے تو وہ فریب خوردہ ہے اور اس کے فریب خوردہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ اس شخص سے دل میں کدورت رکھتا ہے جو اس کی خامیوں کا اظہار کرے۔ اگر وہ اپنے نفس کو

پہچان لیتا تو ان تمام خامیوں کو دیکھ لیتا جو لوگوں نے اس کی بعض صفات کے متعلق ذکر کیں پھر وہ ان سے کدورت نہ رکھتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا جس نے مخلوق کو اس کی برائیوں سے آگاہ نہیں کیا اور انہیں لوگوں کی نظروں سے مخفی رکھا۔ حالانکہ وہ اپنے رب کے سامنے کھلے عام ارتکاب کرتا تھا۔

اذیت دینے والوں سے زیادہ محبت

سچے مریدوں کی ایک اور خصلت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں سے بہت محبت کرتے ہیں جو ان کو بہت زیادہ اذیت دیتے ہیں اس لیے کہ یہ اذیت رسانی ان کے لیے ثوابِ عظیم کے حصول کا ذریعہ ہے بلکہ ایسے لوگوں کے مرنے پر اپنے بچوں بیویوں کے مرنے اور مال کے برباد ہونے سے زیادہ غم کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی بچہ اور مال کی جہت سے انسان کو کم ثواب ملتا ہے بلکہ یہ لوگ فتنہ کے زیادہ قریب ہیں۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

جس شخص کا کوئی اذیت دینے والا دشمن ہو تو وہ اس سے خوش ہو اور اس سے بھلائی کرے کیونکہ وہ اس زمانے کے دوستوں سے زیادہ فائدہ بخش ہے جو اس کی تعریفیں کرتے، کھوٹ اور مداہنت کا اظہار کرتے ہیں۔ جب ایسے مریدوں کا کوئی دشمن مرجائے تو اس سے بہت زیادہ غمزدہ اور افسردہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں " لا الہ الا اللہ " وہ شخص فوت ہو گیا جس کے ذریعے ہمیں بھلائی ملتی تھی اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی رضا حاصل ہوتی تھی۔ ایک بار میں نے عرض کیا: یہ کیسے؟ تو فرمایا: وہ ہمیں اذیت دیتا تھا اور ہم برداشت کرتے تھے، ہم اس کی عزت کرتے تھے کہ وہ اللہ کا بندہ اور امتِ محمد ﷺ کا فرد ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل ہوتی تھی۔

برادرِ من! اس خلق کو اپنے زمانے کے اہلِ ارادت پر پیش کر کے دیکھ تجھے ان کے صدق یا کذب کا پتا چل جائے گا۔

اپنے مسلمان بھائیوں اور ہمسائیوں کی پریشانیاں اٹھانا

سچے مریدوں کی ایک خصلت اپنے مسلمان بھائیوں اور ہم سایہ لوگوں کی پریشانیاں اٹھانا ہے جب یہ پریشانیاں ان کولاحق ہوں اور وہ ان کو کماحقہ اٹھانے سے عاجزو قاصر ہوں اور جب تک ان کے ہمسائے اور بھائی ان پریشانیوں میں مبتلا ہوں توان کے لبوں پر ہنسی نہ آئے اور نفس کی کسی خواہش کی تسکین نہ کریں۔

دنیا کے کسی حصہ میں کوئی مسلمان کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا توشیخ افضل الدین ایسے ہو جاتے جیسے ان کا عزیز ترین بچہ فوت ہوگیا ہواوران کا اکثرمال ضائع ہوگیا ہو۔اور پھراسی حالتِ غم میں رہتے یہاں تک اس آدمی کی وہ تکلیف اٹھ جاتی۔یہ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل تھا۔"من لم يهتم بامر المسلمين فليس منهم،طبراني "جو شخص مسلمانوں کے معاملہ سے دلچسپی نہ رکھے وہ ان میں سے نہیں۔

انسان اپنے بھائی کے غم کواس طرح اٹھاسکتاہے کہ اس کے قرضوں کی ادائیگی میں اس کی مدد کرے،اسے قرض سے چھٹکارا دلائے بجزاس کے کہ وہ کسی جرم میں ماخوذ ہویاایسے فعل کاارتکاب کرے جواس کے لیے مناسب نہ ہواس شخص کی طرح جواولادِ فقراکوشاہی خراج سے چھٹکارنے کاالتزام کرے یامسلمانوں کی مارپیٹ یاگرفتاری میں ذمہ دار افسروں کا طرز عمل اختیار کرے اور ٹیکس وصولی میں لوگوں کے جانوران کی اجازت کے بغیر بیچ ڈالے۔ایسے شخص کے مسئلہ میں کسی کومدد نہیں کرنی چاہیے یہاں تک کہ اس کوبطور حد سزامل جائے۔ بعض اوقات لوگ اس کی سزاپوری ہونے سے پہلے اس کی رہائی کے لیے کوششیں کرتے ہیں اس طرح پہلے سے زیادہ بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہاں اس شخص کے زیادہ فائدہ مندبات ہے جواستغفار کی تنگی میں پڑے اوراپنی زندگی بھر کے کردہ گناہوں کویاد کرکے ان سے توبہ کرے۔

پس اس سے آگاہ ہوجاؤاوراس خلق کواپنے زمانے کے لوگوں پرپیش کروتمہیں ان کی

حالت کا پتا چل جائے گا۔ہاں خود فراموشی کا مظاہرہ نہ کرو۔

ظالم کے ظلم پر اپنے نفسوں کی طرف ملامت سے رجوع

سچے مریدوں کی ایک صفت یہ ہے کہ جب کوئی ظالم ان پر ظلم کرتا ہے تو وہ اپنے نفسوں کی طرف ملامت کے ساتھ رجوع کرتے ہیں اور ظالموں کو بددعا نہیں دیتے، بلکہ فضلِ الٰہی کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس ظالم کو ان پر مسلط کیا تاکہ ان کی خطاؤں کا کفارہ بنائے۔ جیسے کوئی شخص آگ کا مستحق ہو مگر خاکستر سے اس کا مداوا کر دیا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ابتداء میں سزا نہیں دیتا بلکہ (اعمال کی) جزا میں سزا دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی دنیا میں جاری عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾ (الشوریٰ 30) اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔

واضح رہے جو مرید اذیت رساں شخص کے مقابلہ میں لگ جائے خواہ بددعا سے تو اس کے پاس صدق ارادت کی بو تک نہیں، کیونکہ سچے مرید کی شان یہ ہے کہ وہ ہر تقدیرِ الٰہی پر اللہ کا شکر بجا لاتا ہے اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور اگر گناہوں پر پکڑ اور سزا ہو تو اس کو تمام گناہوں کا کفارہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ یہ بعض گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور یہ کہ وہ دنیا و آخرت میں زیادہ سزا کا مستحق ہے بلکہ وہ ذات باری تعالیٰ کو اپنے نفس پر ترجیح دے کر زیادہ سزا کا تقاضا کرتا ہے، اور گناہوں سے جلد تطہیر و براءت مانگتا ہے۔ پس یہ غیب کی شہود پر مثال ہے کہ کوئی مخلوق میں سے اس پر ظلم کرے جیسے روزِ قیامت زبانیہ فرشتوں کے ساتھ گناہ گار کی حالت ہوگی۔ پس وہ خیال نہ کرے کہ ان میں سے کوئی اس پر ظلم کرتا ہے مگر اس کو ظالم نہ کہے، یہ ایسی حالت ہے جس کی وجہ سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے اس دارِ دنیا میں ممتاز ہوتا ہے۔

میرا بھائی! اس صفت کو اپنے زمانے کے اکثر مریدوں پر پیش کرو تمہیں ان کی سچائی سے محرومی کا پتہ لگ جائے گا، بلکہ تم ایسے شخص کو دیکھو گے جسے اس کے شیخ نے مریدوں کی تربیت کی اجازت دی کہ وہ غیبت کرنے والوں کی شکایت پولیس سے کرتا ہے اور ان پر جرمانہ کراتا ہے جب یہ حالت اس شخص کی ہے جسے شیخ نے لوگوں کو سلوک کی منازل طے کرانے کی اجازت دی تو دوسرے لوگوں کی کیا حالت ہوگی۔

برے ہمسائیگی کو پسند کرنا

سچی مریدوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ برے ہمسائیوں کے پڑوس کو پسند کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ رہ کر حلم اور برداشت کی عادت سیکھ لیں، اور ان کی مخالفتوں پر صبر کر کے اجر کا ذخیرہ اکٹھا کریں اور ان کے سبب ان لوگوں کو گناہ میں پڑنے سے بچائیں جو صبر اور حلم کی دولت سے محروم ہیں، یہ سچے مریدوں کا طریقہ ہے بخلاف جھوٹے مریدوں کے۔

حضرت مالک بن دینار [18] نافرمان غلام اور سرکش جانور کو خرید لیتے تھے اور بری

---

[18] امام ذہبی فرماتے ہیں " آپ نیکو کار علما کے سردار ہیں اور آپ کا شمار ثقہ تابعین اور بزرگ کاتبین سے ہے، آپ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے دور میں پیدا ہوئے، حضرت انس بن مالک اور بعد کے لوگوں سے ساعت کی اور ان سے نیز احنف بن قیس، معید بن جبیر، حسن بصری محمد بن سیرین، قاسم بن محمد اور متعدد محدثین سے روایت کی، اور آپ سے سعید بن ابی عروبہ عبداللہ ابن شوذب ھمام بن یحیٰی ربان بن یزید عطار عبدالسلام بن حرب حارث بن دجیہ اور دوسرے علمانے روایت کی، نسائی وغیرہ محدثین نے آپ کو ثقہ قرار دیا، امام بخاری نے آپ سے استشہاد کیا۔ جب کہ آپ کی حدیث درجہ حسن میں ہے۔" دیکھیے سیر اعلام النبلاء۔

عورت سے نکاح کر لیتے تھے، اور فرماتے یہ مجھے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے حلم اور برداشت کی یاددہانی کراتے ہیں تو میں اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہو کر ان سے حلم کا رویہ اختیار کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ رات دن میرے ساتھ حلم اختیار فرماتا ہے، جب کہ میں مخالفت اور غفلت کے میدان میں سرکش گھوڑے کی طرح بھاگتا ہوں، اگر پروردگار میری گرفت فرماتا تو مجھے برباد کر کے رکھ دیتا اس کے باوجود مجھ پر قطعاً کوئی ظلم نہ ہوتا جب ان کا غلام گاؤں میں نہ رہتا انتہائی مخالفت کرتا تو فرماتے مالک اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ اس صفت میں کس قدر مشابہت رکھتا ہے۔

بغیر شرعی غرض کے بزرگوں کو ولیموں میں مدعو نہ کرنا

سچے مریدوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی بزرگ کو اپنے ولیموں میں مدعو نہ کریں سوائے شرعی غرض کے نہ کہ تسکینِ نفس کے لیے، اگر ایسے مواقع پر انہیں دعوت سے دور رکھیں تو زیادہ فضیلت اور ادب کا باعث ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مریدوں کا دائمی عمل ترکِ شہرت، جفا سے محبت اور لوگوں کے دلوں میں جاہ و ہیبت قائم نہ کرنا ہے، جب کہ مرید کا علماو امراء کو ولیموں میں بلانا شہرت اور لوگوں کے دلوں میں جاہ پیدا کرنے کا سبب ہے۔ یہ ہلاکت کا ایک بڑا سبب ہے، بعض اوقات مریدوں کا معاملہ امراء اور اکابر کے نزدیک بہت رواج پا جاتا ہے، اور وہ اس کی اس کے شیخ سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں تو یہ بات اس کو بہت پسند آتی ہے اور اس کے ذہن سے نکل جاتا ہے کہ اگر اس کا شیخ مخلوق کی توجہ حاصل کرنا چاہتا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوتے مگر اس نے ان کو دل سے دور کیا اور ان کے ہاں حاضر ہونے سے دور بھاگا۔

سچا مرید وہ ہے کہ جو ان امور کو دلی طور پر دور رکھتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ سے غافل و مشغول رکھتے ہیں اسے ان امور کو زبانوں پر لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

یہاں تک بعض اوقات وہ بزرگوں کی خدمت میں آ کر اور مقربین بارگاہ کے سامنے

ان کے نعلین (جوتے) چومنے کی التماس کرتا ہے تو ان میں سے کوئی اس کی دعوت قبول نہیں کرتا۔

حضرت اخی افضل الدین جذبہ گمنامی اور نفس شکنی کے تحت ایسا ہی کرتے تھے، اور ان سے دور بھاگتے تھے۔

حضرت سیدی محمد الشربنی رحمۃ اللہ علیہ دعا کیا کرتے تھے۔

"اے اللہ ہمیں ان لوگوں سے کر دے جن سے دنیا کنارہ کشی کرتی ہے۔ اور ہمیں ان لوگوں سے نہ کر جو دنیا میں رہ کر زہد اختیار کرتے ہیں۔"

جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: "دنیا بندہ سے اس وقت کنارہ کشی کرتی ہے جب وہ اس کے دل میں اقامت گزین ہونے کی جگہ نہیں پاتی، اور بندہ اگر اس کو بلائے بھی تو وہ اس کے پاس نہیں آئے گی، بخلاف اس شخص کے جو دنیا میں زہد اختیار کرتا ہے، کیونکہ اس کا زہد کسی دنیوی یا اخروی غرض کی بنا پر ہوتا ہے۔" انتہیٰ۔

ہم عصر لوگوں کو دین صلاح اور علم میں افضل جاننا

سچے مریدوں کی ایک خصلت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہر ہم مرتبہ و ہم عصر شخص کو دین، خیر و صلاح اور علم میں اپنے سے افضل اور بالا سمجھتے ہیں چہ جائے کہ ان سے کدورت رکھیں کیونکہ وہ ان سب کی بھلائی کے بہت زیادہ خواہش مند ہوتے ہیں۔ اسی لیے وہ اپنے ہم پایہ لوگوں کی رفعت و عظمت کو پسند کرتے ہیں اور ان کے لیے اس دعا سے غافل نہیں ہوتے، کہ اللہ تعالیٰ انہیں رفعت و عظمت صلاح و خیر کے ساتھ شہرت کی آفات سے محفوظ رکھے۔

یہ ایسا خلق ہے کہ اس سے متصف ہونے والے مریدوں کی کمی ہوگئی، حالانکہ یہ ان کا بہت بڑا خلق ہے کبھی کوئی علم کا بے مزہ دعویٰ کرتا ہے، اس لیے ان کے ہم طریقت بھائیوں کو چاہیے کہ اس کو اللہ کے لیے امتحان میں ڈالیں تاکہ اس کا جھوٹ ظاہر ہو جائے، پس وہ اللہ تعالیٰ سے جھوٹے دعووں کی معافی مانگے، اس کی صورت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی ہم پایہ شخص کی غفلت پر تعریف کریں اور زہد و صلاح کی تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیں اگر اس سے اس

مدعی کا شرح صدر ہو اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوں تو وہ سچا مرید ہے اور اگر دل میں انقباض پیدا ہو اور چہرے پر تیوری چڑھے تو جھوٹا ہے، میرے بھائی! اس حقیقت سے آگاہ ہو جا اور اسے اپنی ذات پر پیش کر تجھے اس کے صدق یا کذب کا پتا چل جائے گا۔

والحمدللہ رب العالمین.

علما کے عمل سے موازنہ

سچے مریدوں کی ایک عمدہ خصلت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر ناگوار بات پر اپنا موازنہ باعمل علما کے ساتھ کرتے ہیں، جب انہیں پتا چلتا ہے کہ کوئی گستاخ کسی عالم کی تنقیص کر رہا ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ وہ تنقیص ان کی ہو، اس عالم کی نہ ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ علمائے حاملین شریعت میں اور لوگوں کے درمیان ان کی توہین و تنقیص احکامِ شریعت پر عمل درآمد کی رغبت کم کر دے گی، یہی حال ہے مریدوں کا، کیونکر حاملین شریعت ہونے میں ان کی وہ شہرت نہیں جو کہ علما کی ہے۔

اس خلق سے بہت کم مرید اس وقت متصف ہیں، بلکہ میں نے بعض مریدوں کو دیکھا جو اس خوف سے علما کی کردار کشی پر خوش ہوتے ہیں کہ کہیں وہ شہرت و منزلت میں ان سے بلند نہ ہو جائیں۔ ایسے لوگ بامراد نہیں ہوتے خواہ عمر نوح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، کیونکہ ایسی عبادت صرف تسکینِ نفس کے لیے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی صرف اسی خالص عمل میں رکھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔

میرے بھائی! اس خلق کو اپنے نفس پر اور اپنے زمانے کے مدعین ارادت پر پیش کر اور اللہ کا شکر کر اور علما کے حق میں اپنی کوتاہی اور خطا پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔

والحمدللہ رب العالمین.

چغل خوروں سے نفرت

سچے مریدوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ ان لوگوں سے شدید ناگواری کا اظہار کرتے اور

ان کو ڈانٹتے ہیں جو ان کے پاس لوگوں کے نقائص اور خامیاں لاتے ہیں، خصوصاً جب وہ خانقاہ کے فقیر ہوں اس لیے کہ بعض اوقات ابلیس ان کے درمیان لگائی بجھائی کی بیماری پیدا کردیتا ہے، یہاں تک کہ خانقاہ کا ماحول برباد ہوجاتا ہے، البتہ جو شخص مستحق تادیب ہو اس کا نقص شیخ کے سامنے ذکر کرنے میں حرج نہیں بلکہ بعض اوقات ایسا ضروری ہوتا ہے، بخلاف کمزور مریدوں کی چغلی کے جو ایسی بات برداشت نہیں کرسکتے۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور اس کو خانقاہ کے فقیروں پر پیش کرو، تم دیکھو گے کہ چغل خوری کی اس بیماری سے بہت کم لوگ بچے ہیں اور یہ دلوں میں تشویش اور نفرت پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اور یہ اہل خانقاہ سے نعمت زائل کرنے کا موجب ہے جس سے ان کے اوراد و وظائف، برباد ہوجاتے ہیں۔ یا ان میں کوئی ان اوراد و وظائف کا تکلف کرتا ہے جب کہ اس کا دل کینہ اور حسد کے ساتھ مشغول ہوتا ہے، یہاں تک کہ ہر ایک اپنے بھائی سے زوالِ نعمت کا متمنّی ہوتا ہے، تو اسے اس کے مطابق بدلہ دیا جاتا ہے اس طرح ان سب سے نعمت کا رُخ پھر جاتا ہے، پس اس کو سمجھ لو اور اپنے آپ کو فراموش نہ کرو۔

غیبت کرنے والوں سے چشم پوشی

سچے مریدوں کا ایک اعلیٰ خلق یہ ہے کہ وہ غیبت کرنے والوں سے ان کی زندگی میں اور موت کے بعد بھی صرفِ نظر کرتے ہیں، یہاں تک کہ غیبت سننے والے اور اس کی تصدیق کرنے والوں سے بھی چشم پوشی کرتے ہیں، خصوصاً۔

ان کا حکم وہی ہے جو اس مقروض کا ہے جن پر لوگوں کے قرض چڑھے ہوں اور لوگ اس کے افلاس کے باوجود ان کے اردگرد مطالبہ قرض کے لیے اکٹھے ہوں۔ ایسی حالت میں شیوۂ مردانگی سے متصف شخص کو چاہیے کہ اس پر مہربانی کرتے ہوئے اپنا قرض معاف کردے، کیونکہ مقروض آزمائش میں مبتلا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "ارحموا اھل البلاء" آزمائش میں مبتلا لوگوں پر

رحم کرو۔[19]

سیدی امام نووی رضی اللہ عنہ سے مردانگی کے ساتھ شہرت پانے والے شخص کے متعلق پوچھا گیا جس کا ایک تنگ دست پر قرض تھا، پس اس نے مطالبہ میں سختی کی تو کیا اس سے اس کی مردانگی میں قدح واقع ہوگی؟ فرمایا ہاں اس سے قدح واقع ہوگی، انتہیٰ

تمام اہل اللہ اہل مروت مرد ہوتے ہیں، وہ اہل غیبت سے صرفِ نظر کرتے ہیں خواہ ان کو پتا چلے یا ان کی موت کے بعد ہو اور یہ سب کچھ بہت زیادہ مہربانی کی وجہ سے، وہ اس بات سے باخبر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کا حق لے لے گا خواہ ان تک یہ بات پہنچے یا نہ پہنچے، اس لیے وہ اپنے مسلمان بھائی کے معاملہ میں احتیاط کرتے ہیں، اور ان کے مرنے کے بعد بھی غیبت سے چشم پوشی کرتے ہیں، تاکہ اس کی بدولت اجر حاصل کریں اور اپنے بھائی کو حساب کی جوابدہی سے راحت عطا کریں۔

اہل غیبت کے لیے شفاعت

سچے مرید اللہ تعالیٰ کے حضور ہر اس شخص کے لیے شفاعت کرتے ہیں جو، دار دنیا میں ان کو غیبت یا کسی اور طریقے سے اذیت دے، ان کو اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساجت اور صرفِ نظر کو قبول نہ کرے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کا ان کی وجہ سے مواخذہ نہ کرے اور حدود شرعی سے تجاوز پر اس سے درگزر فرمائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر گناہ دو حقوق سے متعلق ہوتا ہے۔ حق خداوندی، اور حقِ بندگانِ خدا سے، پس بندہ اپنا ہی حق معاف کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حق معاف نہیں کر سکتا۔

---

[19] ابن ابی شیبہ 340/4، بیہقی 262/4۔

یہ خلق مریدوں کا بہترین خلق ہے، اس کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کرو تمہیں ان کے حال سے آگاہی ہو جائے گی، ہاں اپنے آپ کو فراموش نہ کرو، کیونکہ جو شخص مسامحت سے کام لیتا ہے اس سے درگزر کیا جاتا ہے۔

تمام اُمتِ محمدیہ سے صرفِ نظر

سچے مریدوں کی ایک اور خوبی اپنے حقوق کے معاملے میں تمام امتِ محمدیہ سے صرفِ نظر کرنا ہے، یہ دنیا و آخرت میں اپنے کسی حق کا کسی سے مطالبہ نہیں کرتے، خواہ روزِ قیامت نیکیوں سے خالی آئیں، یہ سب اللہ کے بندوں کی عزت و تکریم کے باعث ہے، کیونکہ وہ اللہ کے بندے اور غلام ہیں، پھر نبی اکرم ﷺ کی غیرت و تکریم کی وجہ سے ہے کہ وہ حضور کی امت ہیں نہ کہ کسی اور علت کے باعث۔ مثلاً ثواب یا کسی اور غرض سے، کیونکہ ثواب کے بندے ان عورتوں میں شمار ہیں جو لوگوں کے درمیان زیورات اور زیب و زینت کے طلبگار ہیں، اور اہل اللہ ایسے مردانِ خدا ہیں جو کسی اور کو طلب نہیں کرتے بس اسی سے امیدوار ہیں وہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے لیے کوئی بادشاہ نہیں سمجھتے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ انہیں عطا کرتا ہے وہ فوراً اس سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور اپنے لیے اتنا ہی رکھتے ہیں جس سے نسبت عطا ثابت رہے، اور وہ اس لیے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا اظہار ہو ان کے لیے یکساں ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت کا سامان عطا کرے، یا ان سے روک لے، کیونکہ وہ اس بات کے گواہ بن جاتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے ان کا نہیں پس وہ دونوں جہانوں میں اپنے مالک کے مال سے کھاتے پہنتے ہیں اور وہ اسی کے گھر میں رہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر محض صدقہ اور کرم ہے، ان کا اپنا کوئی استحقاق نہیں۔

پس آگاہ رہو کہ جس شخص نے اجر و ثواب کی طلب میں زیادتی کرنے والے کو معاف کیا اس نے طریقِ ادب میں معیتِ الٰہیہ کی بو بھی نہیں سونگھی۔

اب اس خلق کو بھی اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کر کے دیکھو تمہیں ان کے مقام و

مرتبہ کا پتا چل جائے گا ہاں اس مسئلہ میں اپنے آپ کو بھی یاد رکھنا۔ والحمد للہ رب العالمین.

مراقبہ کی کثرت

متصوفہ (اہل تصوف) کی اصطلاح کی روشنی میں مریدوں کا اپنی تمام حرکات و سکنات میں دلوں کے ساتھ مراقبہ خداوندی کی کثرت سچے مریدوں کا ایک اور خلق حسن ہے، یہ لوگ متواتر مراقبہ میں رات کے پہلے درجہ سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے سے چوتھے یہاں تک کہ دسویں درجہ کی طرف بتدریج ترقی کرتے ہیں یا دن کے پانچویں حصہ سے چوتھائی پھر تہائی سے نصف پھر نصف سے تین چوتھائی کی طرف بڑھتے ہیں تاکہ کوئی لمحہ اللہ تعالیٰ سے غفلت کا ہو، سوائے ان اوقات کے جن میں انسان صرف نظر کر سکتا، کیونکہ ہر سانس کے ساتھ مراقبہ عام انسان کے بس میں نہیں، یہ فرشتوں انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے کامل وارثین کا مقام ہے۔

یہ تو ہم نے اہل تصوف کی اصطلاح پر کہا صوفیاء کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ صوفیاء تو کامل عارفین ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کر لیتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ اس کے لیے حقیقت میں مراقبہ درست نہیں کیونکہ مراقب اسی حالت کا مراقبہ کرتا ہے جس میں اللہ اسے ذاتی قیام سے آراستہ نہیں کرتا، جب کہ اہل عرفان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بلند ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی نظر کے ساتھ ہوتے ہیں نہ کہ وہمی نظر کے ساتھ۔

حدیث شریف میں متصوفہ اور صوفیاء کے مقام کی طرف اشارہ فرمایا، آپ کا ارشادِ گرامی ہے: "اعبدالله كأنك تراه"[20] اللہ تعالیٰ کی عبادت کر جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہو۔

---

[20] مصنف نے "میزان الدریہ" میں فرمایا۔ حضور کا ارشاد ہے: "کانك تراہ" یہ شاہد حق ہے ⇐

یہ تعلیمی درجہ ہے پھر بندہ اس سے درجہ خواص کی طرف ترقی کرتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے نہ کہ وہ اسے دیکھ رہا، در یہ مقام تنزیہیہ کا انتہائی کمال ہے۔

بعض ربانی ہواتف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "جو چیز بندے ے دل سے بطورِ خیال گزرے میں اس کے خلاف ہوتا ہوں تو اس کے لیے میرا مراقبہ کیسے صحیح ہے۔" انتہیٰ

جسے تو نے اپنے دل میں قائم کیا اور یہ تعلیم کا درجہ ہے پھر بندہ اس حالت سے خاص حالت کی طرف ترقی کرتا ہے اور وہ شہودی حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھتا ہے تم اسے نہیں دیکھتے اور یہ اس صورت میں جب تم نے بوقتِ نماز اپنے دل میں اس کی شہودی حالت کو باندھ لیا، تو تم نے اپنے شہود کو بقیہ وجود جس نے تمھارا احاطہ کر رکھا ہے اسے خالی کر دیا۔

جب یہ حقیقت تمھارے لیے ثابت ہوگی تو تمہیں پتا چل جائے گا کہ تم اس کے دیدار سے عاجز ہو، کیونکہ تم مقید ہو اور وہ مطلق ہے اور تمھاری تنگ دامانی اس کی وسعتوں کو نہیں سمو سکتی، پھر جب تمہیں اس کا عرفان حاصل ہو گیا تو تم اس کی نظرِ محقق کے ساتھ باقی رہے نہ کہ تم اس کی طرف اٹھنے والی اپنی نظر کے ساتھ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمھاری نظر اس کو مقید اور محدود کرتی ہے، حالانکہ حدود و قیود سے منزہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر اصاغر کے لیے بحث قبلہ عقل حق تعالیٰ کا تخیل اور تصور نہ باندھتی تو اہلِ ادب و تربیت اس سے وابستہ نہ ہوتے، جہاں تک اکابر کا تعلق ہے انہیں اس تخیل کی ضرورت نہیں، یہی وجہ ہے کہ قطب ہمیشہ پس پردہ ہے اور موت تک اپنے رب کا دیدار نہیں کرتا، اس فرق سے دیدار اور شہود کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے وہ یہ کہ دیکھنے سے پہلے مرئی چیز کا علم نہیں ہوتا بخلاف مشاہدہ کے کہ اس سے پہلے شہود کا علم ہوتا ہے اسی کو عقائد کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی وجہ سے اخروی تجلی کے وقت شہود کے معاملہ میں اقرار و انکار واقع ہوگا۔ مگر دیدار میں صرف اقرار ہوتا ہے، (دیکھیے میزان الذریہ ص28)

پس اس خلق کو بھی اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کرو تمہیں ان کے احوال سے آگاہی ہو جائے گی۔

نفس کے لیے احتیاط

سچے مرید کا ایک خلق یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے لیے محتاط ہو، پس اس وقت تک شیخ کے عہد میں داخل نہ ہو جب تک تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے توبہ نہ کرلے، کیونکہ جس شخص پر بندوں کے یا اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے کچھ باقی ہو تو بعید ہے کہ اسے کچھ حاصل ہو، خواہ اس کا شیخ بہت بڑا عارف ہو یہی وجہ ہے کہ ایک ماہر شیخ کسی مرید کو عہد میں اسی وقت داخل کرتا ہے جب وہ سچی توبہ کرلے اور لوگوں کے ساتھ زیادتیوں کا ازالہ کرلے، اس کا باعث یہ ہے کہ اکثر مریدوں کو اس توبہ کی ہدایت نہیں ملتی، وہ صرف شیخ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور اس پر بے جا مشقت ڈالتے ہیں یہ اس قبیل سے ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے جنت میں رفاقت کا تقاضا کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اعنی علی نفسك بكثرة السجود" کثرتِ سجود کے ساتھ اپنے نفس پر میری مدد کر۔

پس نبی اکرم ﷺ نے اس کو اس پر مکمل (بھروسہ کرلینے اور) جھکاؤ اختیار کرنے سے پھیر کر اپنے مقصد کے حصول پر مدد کرنے کا حکم دیا، اس زمانے کے مریدوں میں سے بہت کم ہیں جو اس خلق پر پورا اترتے ہیں، اس سلسلہ میں نہ تو مرید خود محتاط ہوتا ہے اور نہ عہد میں داخل ہونے سے پہلے توبہ کرتا ہے اور نہ شیخ مرید سے شروطِ توبہ کے متعلق سوال کرتا ہے، خصوصاً اگر ایسا ہے جو غلبہ تلبیس کی وجہ اپنے شیخ سے اجازت لیے بغیر (بیعت کا) عہد لینے کے لیے مسند نشین ہو جاتا ہے، اس سے آگاہ رہیں۔

نفس کے علاج وریاضت کی طرف پوری توجہ

سچے مریدوں کی ایک اور صفت یہ ہے کہ وہ دوسروں کے روحانی علاج میں پڑنے کے بجائے اپنے نفس کے علاج و ریاضت کے اشتغال کی طرف شدید توجہ رکھتے ہیں کیونکہ یہ

بزرگوں کا وظیفہ اور طریقہ ہے، جہاں تک مریدوں کا تعلق ہے، وہ اپنے نفسوں سے متعلق باتوں پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں، دوسروں کی پرواہ نہیں کرتے، یہ ایسا دھوکا ہے جس سے اکثر مرید آگاہ نہیں ہوتے اس لیے وہ وعظ و نصیحت میں اپنے بھائیوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، حالانکہ خود ان اخلاق سے متخلق نہیں ہوتے۔ تمام بزرگوں کا اتفاق ہے کہ مرید کو بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری نہیں لینی چاہیے، کیونکہ اس سے سرداری کی محبت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے وہ کسی سے فلاح نہیں پاتے، اسی طرح مرید کو خطیب، واعظ اور مدرس نہیں بننا چاہیے، البتہ اس کا شیخ اجازت دے اور اسے خود پسندی اور تکبر کا خوف نہ ہو تو یہ فریضہ سرانجام دے سکتا ہے، مگر یہ معاملہ اس زمانے کے مریدوں میں بہت بڑھ گیا ہے یہاں تک کہ کبھی کوئی اپنے شیخ سے زیادہ علم رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے، خاص طور پر جب اسے عربی زبان کا علم ہو اور وہ شیخ پر زبان کی غلطیوں کا اعتراض کرنے لگے، اس طریقے سے وہ مکمل طور پر برباد ہو جاتا ہے۔

ایک جماعتِ فقہا نے حضرت حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھی پھر نماز کا اعادہ کیا۔ کہنے لگے حضرت حبیب قرات میں لحن (غلطیاں) کرتے ہیں، جب ان کے ہاں سے نکلے تو ایک درندے سے دوچار ہوئے، جو انہیں کھانا چاہتا تھا، پس لوٹ کر حضرتِ شیخ کی طرف بھاگے، آپ ان کے ساتھ درندے کی طرف نکلے اور پکڑ کر اور اس کی گوشمالی کی تو وہ درندہ لوٹ کر جانے لگا۔ آپ نے اس سے فرمایا میں نے تجھے کئی بار نہیں کہا کہ میرے مہمانوں کو نہ چھیڑا کر پھر آپ نے ان سے فرمایا، تم زبان کی اصلاح میں لگے رہے اس لیے شیر سے ڈر گئے، جب کہ ہم دل کی راستی میں مشغول رہے، جس کی وجہ سے شیر ہم سے ڈر گیا۔

اسی طرح ایک واقعہ سید ابراہیم متبولی رضی اللہ عنہ کا ہے۔

ایک فقیہ نے ان کے پیچھے مغرب کی نماز ادا کی، بس دل ہی دل میں خیال کیا کہ شیخ قراءت میں غلطی کرتے ہیں، اس لیے جماعت سے الگ ہونے کا ارادہ کیا، جب شیخ نے سلام

پھیرا تو اس سے فرمایا، اے فقیہی بڑا لقمہ حلق میں اٹک جاتا ہے، پھر اسی رات اس فقیہہ نے جھوٹی گواہی دی، جس کے لیے جھوٹی گواہی دی اس سے (۲۰) بیس دینار لیے۔ چنانچہ پولیس نے اس کو گرفتار کر لیا اور بادشاہ قانیبای نے اسے ہمیشہ کے لیے معزول کر دیا۔

اسی طرح شیخ علی محلی کے ساتھ ہوا کہ ایک دمیاطی شخص نے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ کی قراءت اس کو پسند نہ آئی، جب سلام پھیرا تو اس نے حضرت شیخ کا رد کیا اور کہا اے شیخ! آپ کا مذہب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "حنشی" تو اس نے شیخ پہ زیادہ تکبر کی اور کہا، مجھے تو اس مذہب کا پتا نہیں آپ "حنفی" کہیں، فرمایا نہیں بلکہ "فنشی"۔ کہنے لگا اس کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر میں تجھ پہ پھونک ماروں تو تو مر جائے، پس آپ نے دور سے اس پر یہ پھونک ماری تو وہ گر کر مر گیا، اس موضوع پہ حکایاتِ بکثرت ہیں۔

تصورِ شیخ

مریدوں کے اخلاق میں سے ایک خلق یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کا بہت زیادہ مراقبہ اور تصور رکھے یہاں تک کہ شب و روز اس کے پیشِ نظر رہے۔

اور زبان پر کوئی کلمہ نہ لائے یہاں تک کہ شیخ سے قلبی اجازت لے اور علم و ذکر سے خاموش نہ رہے یہاں تک کہ اس سے اذن طلب کرے یہ مریدوں کا سب سے بڑا خُلق ہے۔

اور جس مرید کی ایسی حالت نہ ہو اس کے لیے بعید ہے کہ وہ مراقبہ خداوندی تک ترقی پائے، اور جب تک مرید اپنے رب سے جاہل رہے اس پر اس ادب و خلق کی پابندی واجب ہے۔ پھر جب معرفتِ شہودی سے مشرف ہو جائے تو یہ ادب اس کے حق میں مستحب ہوگا کیونکہ اس وقت وہ اس کے سارے وجود کے ساتھ معیتِ حق جاری ساری ہوتی ہے اس لیے کہ کوئی موجود ایسا نہیں جس کے ساتھ معیتِ خداوندی نہ ہو جو اس کو وجود اور نزول و صعود سے فیض یاب فرماتی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لو اور اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کرو تمہیں ان کے مقام سے آگاہی ہو جائے گی۔

خواہش نفس کی دائمی مخالفت

اہل ارادت کی ایک اور خصلت یہ ہے کہ جب تک ان میں سے کسی کا پیر (شیخ) نہ ہو وہ متواتر اپنی خواہشات نفس کی مخالفت کرے، اگر شیخ موجود ہو تو وہ اس کے اشارہ حکم کے تحت ہوتا ہے، اور جس کا عمل خواہش نفس سے نہ ہو وہ ہمیشہ دستِ شیخ کے تحت ہوتا ہے پھر جب دستِ شیخ کے نیچے سے نکل جائے تو اس میزان کی طرف لوٹ جاتا ہے جس کے تحت وہ شیخ کے زیر سایہ آنے سے پہلے تھا۔ اس لیے جب اس کو بیوی پسند آنے لگے تو اس کو طلاق دے مال سے محبت ہونے لگے تو صدقہ کر دے یا عمامہ اچھا لگے تو ہدیہ کر دے یا وظیفہ و خلوت سے دل بہلنے لگے تو اپنا حصہ اس میں سے ساقط کر دے، یہ سب ازراہِ احتیاط نفس کے لیے کرے کہ کہیں یہ چیزیں اسے اپنے رب سے غافل نہ کر دیں اور وہ خدا کی ناراضی کا حق دار بن جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کا طریقہ ہے جن کے لیے طریقت کی منزلیں لپیٹ دی جاتی ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے اس مرید کا جو اپنے اس بیوی کے ساتھ وابستہ رہے جو اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے، اسے اپنی کوئی حالت بھا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا جھوٹا مدعی ہے، ہائے افسوس ایسے مرید کی مشقت پر اور اس کے شیخ کی اس کی تربیت میں بے کار محنت ہو۔

میرے بھائی! اس خلق کو اپنے زمانے کے اہل ادارت پر چسپاں کرو، تمہیں ان کے صدق یا کذب کا علم ہو جائے گا۔

حفاظتِ قلب

سچے مرید کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ شیخ کے عہد (بیعت) میں داخل ہونے کے بعد موت تک شیخ کے ساتھ اپنے دل کی حفاظت کرتا ہے ایک لمحہ بھر کے لیے بھی اس کی محبت سے منہ نہیں پھیرتا خواہ شیخ اسے چھوڑے یا دھتکارے وہ اس سے کبھی کنارہ کشی نہیں کرتا

کیونکہ شیخ سے اعراض ایسا ہے جیسے آدابِ طریقت سے بغاوت۔

شیخ طریقت ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اگر عارف ایک ہزار سال اپنے رب کی طرف متوجہ رہے پھر ایک لمحے کے لیے منہ پھیرے تو ایک لمحہ کا نقصان ایک ہزار سال کے فیضان سے بڑھ کر ہے۔“ انتہیٰ

اسی طرح شیخ سے روگردانی کا معاملہ ہے کیونکہ یہ مرتبہ ارمان ہے یعنی۔ اسی لیے مرید کا شیخ کی طرف متوجہ رہنا رب تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا استحقاق پیدا کرتا ہے جو شخص شیخ کی طرف توجہ نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا، پس اے برادر! شیخ تجھے راندہ درگاہ کرے تو اس سے آئینہ دل مکدر نہ کر اس سے تو دل میں کینہ پال لے گا یا اپنے نفس میں اس کا شاکی ہو جائے گا پھر دوسرے لوگوں یا شیخ کے دشمنوں کا معاملہ تو علیحدہ رہ جائے گا، پس تو ایسی ناراضی کا اظہار کرے گا کہ اس کے بعد کبھی فلاح نہیں پا سکے گا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کے ساتھ ہوا جو ہمارے گروہ سے ہونے کے مدعی تھے۔

اپنے آپ کو شیخ کا ہم پایہ قرار نہ دینا

سچے مرید کی ایک اور صفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے شیخ کا ہم پایہ قرار نہیں دیتا اس طرح کہ اپنے شیخ کے ہر امر و نہی کو اپنے نفس پر پیش کر کے جیسے اس سے مشورہ لے کہ کیا میں اس مسئلہ شیخ کے موافق ہوں، یا مخالف؟۔

تمام شیوخ (پیروں) کا اتفاق ہے کہ جو مرید اپنے شیخ کے اوامر و نواہی کی فوری تعمیل نہیں کرتا تو وہ فریب میں مبتلا ہے۔ اس سے اہل اللہ کے طریق میں کچھ نہیں ہو سکے گا۔

شیوخ کا ارشاد ہے: ”جائز نہیں کہ ایک مرید کے دو شیخ (پیر) ہوں، کیونکہ طریقت کا معاملہ توحید پر مبنی ہے۔ جس طرح دنیا کا وجود ایک اللہ کی عطا ہے دو خداؤں سے نہیں اور جس طرح تکلیفِ شرعی دو رسولوں کے مابین نہیں اور ایک عورت دو شوہروں کے لیے جائز نہیں اسی طرح مرید کا معاملہ دو شیخوں کے درمیان درست نہیں۔“

البتہ یہاں شیوخ کے کلام میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی رسالت کا استثنیٰ کرنا چاہیے کیونکہ ان کی قوم کی تکلیف (شرعی ذمہ داری) بنص قرآن ور سولوں ۔ کے درمیان مشترک تھی ۔ پھر ہمارا یہ کلام حقیقی شیخ اور حقیقی مرید کے حق میں ہے ۔ جس شخص میں شروطِ مرید جمع نہ ہوں اس کے لیے کئی شیوخ اختیار کرنے میں حرج نہیں جو اسے بھلائی کی طرف رہنمائی کریں جیسا کہ سلف صالح یعنی صحابہ کرام و تابعین کا طریقہ تھا ۔ اس سے معلوم ہوا جو مرید اپنے حقیقی شیخ کے قول سے اپنی ذاتی قول یا کسی اور کے قول کی طرف خفیہ یا ظاہری میلان کرے تو وہ اپنی محبتِ طریقت میں جھوٹا ہے ، اس سے اس میدان میں کوئی کارنامہ سرزد نہ ہوگا ۔

اہلِ طریقت کے اجماع کو نہ توڑنا

سچے مرید کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اہل طریقت کے اجماع کو توڑنے میں سب لوگوں سے زیادہ دور ہوتا ہے کیونکہ ان کا اجماع ایسا ہی ہے جیسے شریعت کی نص اہل طریقت کا اجماع ہے کہ دنیاوی فضول باتوں کو چھوڑنا تمام ملتوں میں محمود عمل ہے ۔ اگر فضول کام اس کے بس میں ہو تو اس سے کنارہ کشی کرتا ہے اور اگر بس میں نہ ہو تو اس کے حصول کی کوشش نہیں کرتا ۔ اللہ تعالیٰ نے کمانے کا جو حکم دیا ہے وہ اسی لیے کہ وہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے باز رہیں اور کمانے کی شرط یہ ہے کہ وہ اس کو عبادتِ خداوندی سے باز نہ رکھے ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کامل بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴾ (النور 37) ترجمہ: ایسے مرد ہیں جنہیں تجارت اور سودا بازی اللہ کے ذکر نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گے ۔

پس جو چیز اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے اس کو دنیا کے لیے طلب مذموم ہے اور اس شخص کا مردانگی میں کوئی حصہ نہیں ۔

حضرت شیخ محی الدین ابن العربی نے فتوحات مکیہ میں سب حلقوں کا محبت دنیا کی مذمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: "ہر ملت کے لوگوں کا اجماع ہے کہ زہد دنیا سے کنارہ کشی مطلوب و مرغوب ہے، اور شب و روز اپنی ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرنا اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں اور صالحین امت کے نزدیک قابلِ تعریف کام ہے۔"

میرے بھائی اس خلق کو بھی اپنے زمانے کے مریدوں پر منطبق کر کے دیکھو کیا وہ اس معیار پر پورے اترتے ہیں کہ نہیں تمہیں ان کے احوال سے آگاہی ہو جائے گی۔ ہاں کبھی خود فراموشی میں مبتلا نہ ہونا۔ والحمدللہ رب العالمین.

نفس کے لیے زیادہ گراں کام اختیار کرنا

سچے مرید کا ایک خلق یہ ہے کہ وہ نفس کے لیے زیادہ بوجھل اور گراں کام اختیار کرے کیونکہ نفس کے لیے وہی چیز زیادہ سخت اور گراں بار ہوتی ہے جو آدمی کے لیے بہتر ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس ایسے مشقت آمیز کاموں میں پڑنا نہیں چاہتا اور یہ ایسا راز ہے جو کسی محرم راز کے سامنے ہی بیان کیا جا سکتا ہے۔

بعض آسمانی کتابوں میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے نفس کو پیدا کرنے کے بعد اپنے حضور کھڑا کیا اور پوچھا بتا میں کون ہوں؟ تو اس نے جواب دیا تو تو ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو پانچ ہزار سال تک بھوک اور آزمائش کے سمندر میں ڈبو کر رکھا اس کے بعد پوچھا اب بتا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔" انتہیٰ

پھر یہ بات بھی تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ جب تک اس کا معاملہ ایسا رہتا ہے تو اس کو نفس ہی کا نام دیتے ہیں، پھر جب وہ چمک اٹھتا ہے اور روح یا قلب یا سِر بن جاتا ہے تو اس وقت وہ آدمی کو صرف خیر ہی کا حکم دیتا ہے معاملہ آسان ہو یا گراں بار۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ نفس لوگوں کی عام زبان میں وہ ہے جو بشری رعونتوں (انسانی

سرکشیوں) کے باعث بارگاہِ خداوندی سے محروم ومحجوب ہو، یہاں یہی خلق مراد ہے پھر جب نفس مجلی و مصفیٰ ہوجاتا ہے تواس کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور یہ ملکی (فرشتوں جیسی) شان اختیار کرلیتا ہے پس آدمی کواس سے موافقت کرنی لازم ہوتی ہے کیونکہ وہ اس وقت آدمی کو وہی حکم دیتا ہے جواس کا رب اس کو دیتا ہے جیسا کہ اہل کشف کے ہاں مشہور ہے۔ (21)

غروبِ آفتاب اور آمدِ شب کی بے قراری

سچے مرید کو سورج غروب ہونے اور رات آنے کی شدید رغبت اور محبت ہوتی ہے جیسے ماں کو عرصہ دراز تک غائب رہنے والی اولاد سے ملنے کی رغبت اور بے قراری ہوتی ہے یا جیسے جان بہ لب پیاسے کو پانی کی شدید طلب ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دن کو معاشی اور لوگوں سے میل ملاپ رکھنے کے لیے بنایا جب کہ رات کو ہم کلامی مناجات اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے کے لیے ٹھہرایا۔

مرید جب تک سالک رہتا ہے اس کا یہی انداز ہوتا ہے پھر جب وہ مرتبہ کمال کو پہنچ

---

[21] حضرت شیخ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بچپن سے آج تک دنیا سے کنارہ کشی کا احسان کیا، یہاں تک کہ آسمان اگر سونے کی بارش کرے اور ہر دینار پر لکھا ہو کہ جو آدمی اس کو لے اللہ تعالیٰ اس سے دنیا و آخرت میں حساب نہیں لے گا، تو میرے دل میں اس کو لینے کا داعیہ پیدا نہ ہو سوائے اس کے کہ قرض ادا کروں، یا وقتی فاقہ کا تدارک کردوں اور جس شخص کو اس مقام تک میرے پہنچنے میں شک وشبہ ہو تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور اس کی بھی۔

اس سلسلہ میں حضرت مصنف کی کتاب "الدر واللمع في بيان الصدق في الزهد والورع" کو دیکھیے۔

جاتا ہے تو بارگاہِ خداوندی کی حاضری میں اس کے نزدیک روز و شب یکساں ہو جاتے ہیں اور اسے کوئی مشغلہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کرتا پھر رات ہو یا دن اس کو ہر گھڑی حاضری بارگاہ کی لگن رہتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس مرید کو رات کے آنے کی تڑپ نہیں ہوتی کہ رات جاگ کر عبادت کرے تو وہ اپنے دعوی ارادت میں جھوٹا ہے کہ بعض آسمانی کتابوں میں ارشاد ربانی ہے۔ "اے میرے بندے! میں نے دن تیری معاش کے لیے بنایا اور رات مقرر کی کہ میرے ساتھ بیدار رہتے مگر تو دن بھر بوجہ اشتغال مجھ سے غافل رہا اور شب بھر سویا رہا، تو دونوں جہانوں میں میری ہم نشینی سے محروم رہا اور گھاٹے میں پڑا۔" انتہیٰ۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ بندہ آخرت میں اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا جلیس و ہم نشین ہوگا جتنا دنیا میں اس کا ہم نشین رہا، البتہ آخرت کی ہم نشینی بندے کے لیے زیادہ عرصہ ہوگی۔ اس سے پتا چلا کہ دنیا میں بندے کی اپنے رب کے ساتھ مجالست اور ہم نشینی گٹھلی کی طرح ہے جس سے پودے اور درخت پیدا ہوتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بندے نے اپنے رب کے ساتھ کسی گھڑی ہم نشینی نہ کی تو آخرت میں اس کے لیے مجالست کا حصہ نہ ہوگا۔ اور اس نے ایک درجہ کی مقدار قرب پایا تو دارِ آخرت میں اس کی دنیاوی عزم و ہمت کے مطابق ہم نشینی بڑھے گی۔ اہلِ کشف نے اسی طرح ذکر کی۔

اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: ﴿إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (سورۃ الطور 16) بے شک تمہیں ان اعمال کا بدلہ ملنا ہے جو تم کرتے ہو۔

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (النحل 32) اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اس طرح کی وہ بھی آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں پر خصوصی ہم نشینی کی کرم نوازی کرتا ہے جس وقت کوئی اور اس کا ہم نشین دارِ دنیا میں نہیں ہوتا، کیونکہ یہ خارق عادت امور کا گھر ہے۔

جانِ برادر! اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کرے تو ان کے حالات و

مقامات سے آگاہ ہو جائے گا، ہاں اپنے آپ کو فراموش نہ کرنا۔

کتاب وسنت کے ظاہری احکام کی پابندی

سچے مریدوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کے ظاہری احکام کے پابند ہوتے ہیں اور ایسی رائے سے آراستہ نہیں ہوتے جس کی (کتاب وسنت سے) کوئی دلیل نہ ہو اور وہ کسی من گھڑت دعا کے لیے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سنت کریمہ میں ایسی بہت سی دعائیں آتی ہیں جو بندے کو خانہ ساز دعاؤں سے بے نیاز کر دیتی ہیں، اس لیے کسی شخص کو روا نہیں کہ وہ امرِ شریعت میں شارح علیہ السلام سے ٹکرائے اور مزاحمت کرے ورنہ بارگاہِ رسالت میں بدعتی شمار ہو گا، باوجود دیگر ماثور دعاؤں کو یاد کر کے اتباع رسول ﷺ تک رسائی پر قدرت رکھتا ہے اور جو شخص نبی اکرم ﷺ سے ماثور دعاؤں میں اختراع کرنے والوں میں غور کرے گا تو دیکھے گا کہ یہ معاملہ ہر اختراع شدہ معاملہ سے بڑا اور وسیع ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا احکام الٰہی کے ساتھ کا دائرہ بہت وسیع ہے اور سارے انبیاء وائمہ آپ کے دائرہ علم میں محبوس ومقید ہیں، اور یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی دعا میں قبولیت کی امید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس بھی دعا کا حکم دیا تو وہ اس لیے کہ وہ چاہتا ہے کہ وہ دعا اس دعا کے خلاف ہو جو ہم نے اختراع کی، اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہیں کرتا کہ وہ ہماری اختراع اور اس کے رسول ﷺ کی بے ادبی ہے جب کہ ہمیں پتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"ما تركت شيئ يقربكم إلى الله إلا وقد أمرتكم به ولا تركت شيئ يبعدكم عن الله إلا وقد نهيتكم عنه"[22] میں نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے

[22] دارقطنی فی العلل 2733/5

قریب کردے مگر میں نے اس کا حکم دیا اور کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے دور کردے مگر میں نے اس سے منع کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مرید اپنے اعمال اقوال اور عقائد کو کتاب و سنت سے مشروط و مقید کردے تو وہ بارگاہِ ربانی کی طرف بہت تیزی سے بڑھتا ہے، مگر یہاں مریدوں کا طریق سلوک دراز ہو جاتا ہے، اور وہ مقاماتِ کمال تک رسائی نہیں پاتے، کیونکہ ان کا سلوک و سیر ذاتی آراء اور بدعات کے ساتھ ہوتا ہے۔

اسباب شہرت سے اجتناب

سچے مریدوں کا ایک وصف یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اسباب شہرت اختیار نہیں کرتا خواہ اس کا دل شہرت کی طرف مائل ہو یہاں تک کہ کسی سچے مرید کے چہرے پر جب مخلصانہ اعمال کی کثرت سے نور چمکنے لگتا ہے اور وہ اپنے ہم عصر لوگوں سے نمایاں ہونے لگتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے سجدہ میں دعا مانگتا ہے کہ اس کے اس نور کو اس کے دل کی طرف منتقل کردے تو اللہ تعالیٰ فوراً ہی نور کو اس کے مقام صدق کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص ادھر سے گزرا جس کے چہرے پر نور کا ظہور تھا تو میں نے شیخ سے عرض کیا، میرے آقا! اس شخص کے چہرے پر نور کا مشاہدہ فرمایئے تو آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا، اے اللہ ہمیں بری حالت سے محفوظ فرما۔

میں نے عرض کیا کیسے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں نور کی دولت رکھ دیتا ہے تا کہ پہچان لے کہ کون سے اعمال بجالانا ہے اور کون سے اعمال ترک کرنا ہے۔ اور جب کسی شخص سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو نور اس کے چہرے پر رکھوا دیتا ہے، مگر اس کے دل کو نور سے محروم کر دیتا ہے، پس وہ ہر ممنوع کام میں پڑتا ہے اور اس کو ترک کرنے کی ہدایت نہیں پاتا۔ میں نے عرض کیا اگر اللہ تعالیٰ اس کے چہرے پر یہ نور

شہرت کی طرف میلان کے واسطہ کے بغیر پیدا کرے تو؟ فرمایا، بندے سے خیر و شیر کے کام اس وقت صادر ہوتے ہیں جب ان کے ساتھ مقدمات نفس ہوتے ہیں، یہیں سے تکلیف شرعی کا ظہور ہوتا ہے۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان اقدس سے سنا کہ سچے مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اسباب شہرت کو دل سے دور رکھتا ہے اس لیے اس کے چہرے پر کبھی نور ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی اس کا ہاتھ چومتا ہے چہ جائیکہ کوئی اس کے پاؤں چومے، مگر جھوٹا اس کو چومتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندہ اگر ہر اس چیز کو تحقیقی نظر سے دیکھے جو اس کے ہاتھ پر واقع ہوتی ہے تو اس کو پالے وہ تو ایک محرم کے واسطے سے ملتی ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے۔

شرعی عزیمتوں کو اختیار کرنا

سچے مریدوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ شرعی عزیمتوں کو اختیار کرتے ہیں اور بوقتِ ضرورت ہی رخصتوں سے کام لیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ رخصتیں کمزور لوگوں اور محنت کش لوگوں کے لیے ہیں جہاں تک فقیروں کا تعلق ہے تو ان کا اشتغال صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ صوفیاء کا اتفاق ہے کہ فقیر جب عزائم شریعت کے بعد رخصتوں کی طرف اتر آئے تو وہ اپنے شیخ کے اس عہد کو توڑ دیتا ہے جو اس نے شیخ کے ساتھ مشکلات میں کود پڑنے کا کیا تھا کیونکہ جو شخص عبادت کا پسندیدہ ہوتا ہے تو اسے کوئی رکاوٹ عبادت سے پھیر نہیں سکتی نہ ہی تلواریں عبادت سے روک سکتی ہیں جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں ہوتا ہے۔

یاد رکھیے کہ مرید جب شبہ والی چیزیں بلا ضرورت کھائے یا پیے جیسے ٹیکس وصول کنندگان اور ظالم حکمرانوں کا کھانا ایسا مرید جھوٹا ہے اس سے طریقت میں کوئی کام سرانجام نہیں ہوگا اس لیے شیخ کو اس سے ہاتھ جھاڑ لینا چاہیے۔

نیک اعمال کو چھپانا

سچے مریدوں کا ایک خلق پر ہے کہ وہ اپنے نیک اعمال مثلاً نوافل وغیرہ لوگوں سے

چھپائے اور کسی نیکی کا اظہار نہ کرے یہاں تک کہ طریقت میں پختہ ہو جائے مشائخ طریقت کا اتفاق ہے کہ جو مرید اپنے احباب و اقران میں ظہور اور اظہارِ شہرت کو پسند کرے تو وہ طریقِ اولیاء کی محبت میں جھوٹا ہے اور جھوٹا شخص طریقت کے لائق نہیں ہوتا۔

صوفیاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جو مرید اپنے امر طریقت کی بنیاد جھوٹ پر رکھے وہ اس قابل نہیں کہ وہ سچ کی بو بھی سونگھنے جس طرح جو شخص سچ (صدق) پر بناء کرے تو وہ مرنے تک جھوٹے دعووں سے محفوظ رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ کے درخت کی شاخوں کا جڑوں سے الگ ہونا ممکن نہیں۔

سید علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''شیطان کا بہت زور دار اسلحہ یہ ہے کہ مرید کو لوگوں کی تہمت پر اسے راہِ صوفیاء سے ہٹا دے۔ جب وہ ایسا کرے تو اس کو قتل کرنے کے لیے شیطان نے اسے اپنا اسلحہ تھما دیا اور اسے برباد کرنے کی ذمہ داری لے لی۔'' انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس مرید پر فحاشی ریاکاری یا زندقہ کا الزام ہے اور اس میں بال برابر تغیر رونما ہو تو وہ اہل طریقت کی محبت میں جھوٹا ہے کیونکہ سچا تو صرف ذات خداوندی کا خیال رکھتا ہے وہ مخلوق کی مدح و ذم کی طرف التفات نہیں کرتا۔

عبادت سے اعتنا (دلچسپی) اور بارگاہِ ربانی کی طرف توجہ

سچا مرید عبادت سے دلچسپی رکھتا ہے اور نمازِ صبح اور نمازِ عصر کے بعد بارگاہِ ربانی کی طرف توجہ کرتا ہے دیگر اوقات میں بھی اس کی توجہ بہت زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ سچے مریدوں کا چلن ہے۔ ان میں سے جب کوئی صبح یا عصر کی نماز ادا کرتا تو سورج چڑھنے یا اترنے تک عبادت میں لگا رہتا ہے اور دنیاوی امور کی طرف التفات نہیں کرتا اس کی وجہ یہ ہے کہ دن کے فرشتے طلوع فجر سے اترنا شروع کرتے ہیں، یونہی رات کے فرشتے نمازِ عصر سے نازل ہونے لگتے ہیں پس وہ رات اور دن کے فرشتوں سے ملاقات کرتے ہیں، اس طرح ان دو وقتوں میں ان کی ملاقات چار قسم کے فرشتوں سے ہوتی ہے جو ان پر بوقتِ ضرورت گواہ بنتے ہیں کہ

انہوں نے موکل فرشتوں کے سامنے دن یارات میں جھوٹ باندھا۔ (اگر ایسا کیا ہو؟)

اس خلق سے بہت کم مرید متنبہ ہوتے ہیں بلکہ بعض تو ان اوقات میں ہنسی کھیل کرتے ہیں یا حرام باتوں کے مرتکب ہوتے ہیں یہ انتہائی بے ادبی اور بے حیائی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ اس کا نامہ عمل لانے کے لیے چار فرشتے بھیجے تو وہ ہنسے یا کھیل تماشا بنادے، یا ایسے گناہ اپنے رب کے لیے ارسال کرے جن کے ذکر سے ہی حیا آتی ہے چہ جائیکہ ان گناہوں میں پڑ جائے۔

میں نے سیدی محمد بن عنان اور سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ جب ان میں سے کوئی نماز صبح یا نماز عصر ادا کرتا تو ایسے ہو جاتا جیسے وہ مخلوق میں سے کسی کو جانتا ہی نہیں۔ نہ کسی لغوبات کا جواب دیتا یہاں تک کہ سورج چڑھ آتا اور وہ نماز چاشت ادا کرتا یا سورج غروب ہو جاتا اور وہ نمازِ مغرب پڑھتا وہ دونوں بیان کرتے تھے کہ ان کا یہ وطیرہ بچپن ہی سے تھا۔ ہمیشہ ایک سے زیادہ شادیوں سے قاصر رہے پھر جب مقام معرفت میں ترقی کرلے تو دوسری عورت سے شادی کرسکتا ہے اگر وہ چاہے پھر اسی طرح چار عورتوں تک نکاح کی رخصت ہے البتہ ان عورتوں کے درمیان عدل نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہیں ایک سے زیادہ شادیاں ان لوگوں کے لیے روا ہیں جو اپنے نفس کو بخوبی مقاماتِ رجال (مردوں کے مقامات) اور شہود مشاہد تک ترقی دے سکتے ہیں۔ اس وقت ان پر بے انصافی کا خوف نہیں ہوتا، کیونکہ وہ حظِ نفس سے آزاد ہو کہ عنایت الٰہی کی حفاظت میں ہوتا اور کجروی کا شکار نہیں ہوتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اکابر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل میں محض آپ کی رضا کی خاطر نکاح کرتے ہیں۔ "تزوجوا الولود الودود فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيمة" بچے جننے والی محبت کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو، بے شک میں روز قیامت تمھاری کثرت کی بنا پر امتوں پر فخر کروں گا۔

اس لیے مرید جماع سے صرف قضائے شہوت یا حصول اولاد کی خاطر نکاح نہ کرے

کیونکہ اس کا مقام تو دارآخرت ہے، اہل جنت مجرد لذت کے لیے نکاح کرتے ہیں، نسل کے لیے نہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسا معاملہ خواص کے لیے اس دارِ دنیا میں رکھا ہے اور انکے اجرو ثواب میں کمی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا زیادہ شادیوں سے مقصود نبی اکرم ﷺ کا حکم ماننا ہے تو اس کے لیے حرج نہیں اس لیے خاطرِ مصطفی ﷺ کا لحاظ رکھنا عورت کا خیال رکھنے سے بہتر ہے کیونکہ عورت تو بعض اوقات فاسقہ ہو سکتی ہے جو اپنے رب کے لیے ایک رکعت بھی ادا نہیں کرتی اس کے ساتھ یہ بھی کہ جو شخص اللہ کا حکم مانتے ہوئے نکاح کرے، حظِ نفس کے لیے نہیں تو وہ ظلم اور ناانصافی سے محفوظ رہتا ہے۔

یہ حقیقت نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت ہے جس کو امام بیہقی وغیرہ محدثین نے نقل کیا، فرمایا: "من تزوح لله كفى ووقى "جس نے اللہ کے لیے شادی کی اللہ اس کے لیے کافی ہو گا اور اسے (ہر شر سے) بچائے گا۔

حضرت شیخ محی الدین نے فتوحات میں فرمایا: ”غوث قطب کے لیے سزاوار ہے کہ وہ نکاح سے محبت کرے کیونکہ اس میں بندگی کے بڑے وصف عاجزی کا تحقق ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ وہ حالتِ مباشرت میں بندے کو شہوتِ نفس سے محروم کر کے حجاب کے نیچے مغلوب کر دیتی ہے۔ یہ اقطاب کا خاص مقام ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرید کو سزاوار نہیں کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے والے مشائخ سے مشابہت اختیار کرے اس لیے کہ وہ ظلم و جور سے محفوظ ہیں اور یہ اس سے محفوظ نہیں۔“

مشائخ فرماتے ہیں: ”جماع سے بڑھ کر زیادہ طاقتور کوئی رہزن نہیں“ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی شخص ایک بار مجامعت کرتا ہے تو وہ ایک بار کی مجامعت اسے طریقت میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنے مقام سے گرادیتی ہے کہ جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہے اس

لیے مرید کو کثرتِ جماعت سے ڈرنا چاہیے۔

اے برادرِ من! اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر چسپاں کر کے دیکھ تجھے ان کے احوال سے آگاہی ہو جائے گی، ہاں اپنے نفس کو نہ بھول جانا۔

جس گھر میں کوئی جنبی ہو اس میں نہ سونا

سچے مریدوں کا ایک خلق یہ ہے کہ ان میں سے کوئی کسی ایسے گھر میں نہ سوئے جس میں کوئی جُنبی شخص ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لا تدخل الملائكة بيتا فيه جنب"[23] فرشتے اس گھر میں نہیں ہوتے جس میں کوئی جنبی (ناپاک) ہو۔

اور یہ بات معلوم و معروف ہے کہ فرشتے جب اس گھر میں نہیں آئیں گے تو وہ شیطانوں کا مرکز ہو گا اس لیے بندے کو چاہیے کہ جب مجامعت کرے اور پھر غسل کرے مگر اس کی بیوی نہ نہائے تو کسی اور جگہ سوئے، سوائے شرعی مجبوری کے یہ ایسا خلق ہے کہ میں نے اس وقت تک کسی کو اس پر عمل پیرا نہیں دیکھا پس اس پر عمل کر۔ والحمدلله رب العالمين.

صرف غلبۂ نیند کے وقت سونا

سچے مریدوں کے اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اس وقت تک محو خواب نہ ہو جب تک اس پر نیند کا غلبہ نہ ہو؛ کیونکہ نیند اللہ تعالیٰ کے حضور عبث اور فضول ہے، جو اس کے غضب کی طرف لے جاتی ہے، وجہ یہ ہے کہ اس میں حرمتِ خداوندی کی تعظیم نہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی مرید کے دل میں قلتِ تعظیم دیکھتا ہے تو اس سے ناراض ہوتا ہے، خصوصاً جب نیند کا غلبہ نہ ہو اور وہ سو جائے جب کہ اس کے پیر بھائی اپنے شیخ کے ساتھ جاگ رہے ہوں، اس سے تو اللہ تعالیٰ کا غصہ بڑھتا ہے، انسان جب اپنے بھائیوں کو سوتا دیکھتا

---

[23] احمد 83/1، 99/3

ہے تو سستی میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لیے عذر کا موقع پالیتا ہے بخلاف اس کے کہ جب ان کو بیدار دیکھتا ہے (تو سست نہیں ہوتا) کبھی شیخ اس کو عبث نیند میں دیکھ کر اس سے ناراض ہوتا ہے اور یہ بارگاہِ خداوندی کی غیرت کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے وہ کبھی فلاح نہیں پاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ناراضی سے شیخ کی ناراضی سے زیادہ سزاوار ہے، کیونکہ اللہ تعالی کی رحمت اس کے قہر وغضب پر غالب ہے بس اس کی ناراضی اس کی رحمت سے مخلوط ہے۔ جب بندے کی نافرمانی لوگوں سے ناراضی ایسی نہیں ہوتی کیونکہ اس ناراضی میں بعض اوقات رحمت نہیں ہوتی بلکہ صرف انتقام ہوتا ہے کہ اس کا بیان عنقریب آرہا ہے۔

اس سے حضرت بایزید [24] کے اس ارشاد کا مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں

---

[24] آپ حضرت امام شیخ قطب بایزید بسطامی میں آپ کا اسم شریف طیغر بن عیسٰی بن شروشان تھا۔ آپ کا دادا مجوسی تھا پھر مسلمان ہوگیا اس کے اسلام لانے کا باعث یہ ہوا جیسا کہ شیخ المشائخ ابو عبداللہ محمد بن علی داستانی بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ شروشان اوائلِ ایامِ اسلام میں بسطام میں آنے والے ابراہیم نامی بزرگ کے ایک بیٹے سے ملتا جلتا تھا، ابراہیم نے اس میل میلاپ پر اپنے بیٹے کو برا بھلا کہا اور کہا تم ایک مجوسی شخص کے پاس بیٹھتے ہو؟ عرض کیا وہ پسندیدہ عادتوں کا مالک ہے سخی ہے اور کسی کا سوال رد نہیں کرتا، وفادار آدمی ہے میں اس وجہ سے اس کو پسند کرتا ہوں۔ فرمایا اس سے کہو، میرا ابو آپ کے ہاں مہمان بن کر آرہا ہے کہا اگر آئیں تو عزت افزائی اور ہدیہ دہی میرے ذمے۔ پھر جب ابراہیم تشریف لے آئے اور شروشان نے کھانا پیش کیا تو فرمایا میں کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم میری مراد اور حاجت پوری نہیں کرے۔ کہا مراد وحاجت کیا ہے؟ کہا اگر تم مان لو (تو بیان کروں؟) اس نے عرض کیا مانوں گا میرے لیے عزت کی بات ہوگی، کہا پھر پڑھو أشهد أن لا إله إلا الله واشهد أن محمدا عبده ورسوله، پس یہ اس کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ اس زمانہ میں طیعفور کا نام اس کے قبیلے اور قوم میں بہت کثرت سے لیا جانے لگا اور دوسرے لوگ بھی بطورِ برکت وسعادت آپ کے نام وکنیت کو رکھنے لگے لیکن یہ طیعفور وہ ہیں جو سر تا پا نور ہیں،

⟸

متقدمین مشائخ ان کے زمانے میں ان کی زیارت کے لیے جاتے اور ان کی دعاء سے برکت حاصل کرتے تھے، کیونکہ وہ ان کے نزدیک جلیل القدر عابد زاہد اور صاحبِ معرفت تھے وہ ورع ریاضت اور دائمی ذکر میں اپنے ہم عصروں سے بازی لے گئے تھے یہاں تک کہ خوفِ الٰہی سے خون کا پیشاب کرتے۔

حضرت شیخ ابو عبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ تہتر سال کی عمر میں فوت ہوئے آپ سلسلہ طریقت کے قدیم مشائخ سے ہیں جن کا معاملاتِ دین میں خوبصورت کلام ہے آپ سے شطیحیات بھی منقول ہیں مگر ان کی صحت ثابت نہیں کیونکہ آپ کی طرف من گھڑت طریقے سے منسوب کیے گئے جو آپ کے اصحاب کے روشن احوال تیز فراست اور عمدہ ریاضت کی طرف راجع ہیں، آپ نے سن 261ھ و بروایت دیگر سن 264ء میں رحلت فرمائی۔''

کلام بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

''ایک رات میں نے اپنے پاؤں محراب میں دراز کیے تو ایک ہاتف نے پکار کر کہا جو شخص شاہوں کے حضور بیٹھے تو اس کے ضروری ہے، کہ حسنِ ادب سے بیٹھے۔''

آپ سے سنت اور فریضہ کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: ''سنت دنیا سے مکمل کنارہ کشی کا نام ہے۔ جب کہ فریضہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم نشینی کو کہتے ہیں، اس کی توضیح یہ ہے کہ سنت مکمل طور پر دنیا چھوڑنے پر دلالت کرتی ہے اور کتاب (یعنی قرآن) صحبتِ مولیٰ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔''

آپ فرمایا کرتے: ''میں نے حالت خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار کیا، عرض کیا، اے پروردگار تیری طرف رسائی کا کیا راستہ ؟ فرمایا اپنے نفس سے جدائی اختیار کر اور میری طرف آ۔''

آپ سے پوچھا: ''آدمی متواضع کب ہوتا ہے ؟ فرمایا جب اپنے نفس کے لیے کوئی مقام نہ دیکھے اور مخلوق میں سے کسی کو اپنے سے زیادہ بُرا نہ سمجھے۔''

ایک دن شہر کا ایک عالم وفقیہ حضرت ابی یزید کے پاس آیا اور کہا اے ابا یزید آپ نے یہ علم کس سے حاصل کیا، کیسے اور کس جگہ سے ؟ فرمایا: ''میرا یہ علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے اور اللہ تعالیٰ اور اس جگہ سے جہاں

⟸

نے ایک قاری کو آیت ﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ﴾ پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا۔ " بطشي أشد من بطش الله تعالیٰ" میری پکڑ اللہ کی پکڑ سے زیادہ سخت ہے۔

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اس کی رحمت سے ملی ہوئی کیونکہ شانِ ربوبیت اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتی، مگر بندے کی پکڑ اس طرح نہیں ہوتی بلکہ یہ خالص انتقام ہوتا ہے جس سے رحمت کا تعلق نہیں ہوتا، پس غیرتِ خداوندی اس بندے کو اس بات پر برانگیختہ کرتی ہے کہ نافرمان کے لیے کچھ رحمت نہ ہو، جیسا کہ یہ بادشاہ کے لیے معلوم و مشاہد ہے کہ وہ کبھی کسی انسان کو ایک گستاخانہ کلمہ پر قتل کر دیتا ہے اور اسے قید کرنے اور زدو کوب کرنے پر اکتفا نہیں کرتا، اس بات کو سمجھ لو۔

بخدا مجھے شبِ جمعہ جس کو برادرانِ طریقت زندہ رکھتے ہیں اللہ کے لیے غیرت آتی ہے اور ان لوگوں پر ناراض ہوتا ہے جو غلبۂ نیند کی وجہ سے سوجاتے ہیں، وہ اس حالت میں صبح کرتے ہیں کہ ان کے چہروں پر ناراضی کے اثرات ہوتے ہیں اور یہ بات کسی پر مخفی نہیں رہتی سوائے اس کے جس کا دل اندھا ہو گیا ہو، جیسے اس شخص کی مدد کرتا ہوں جو رات جاگ کر گزارتا ہے تو میں صبح تک لگاتار اس کی روحانی مدد کرتا ہوں، بر عکس اس کے کہ جس پر میں غصے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے علم پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے ایسے علم کا وارث بنا دے گا جو وہ نہیں جانتا۔" تو وہ فقیہ یہ جواب سن کر مہر بلب ہو گیا۔

ابو علی جرجانی سے حضرت ابو یزید کی طرف منسوب الفاظ کے متعلق سوال ہوا تو جواب دیا، وہ سالم الحال ہیں وہ غلبہ حال یا حالتِ سُکر میں کلام کرتے ہیں جو شخص چاہتا ہو کہ مقام ابی یزید تک ترقی کرے تو وہ ان کی طرح اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے، پھر وہ کلام بایزید کو سمجھ پائے گا۔ دیکھیے ابن الاطغانی کی "روضة الحبود"۔

کا اظہار کرتا ہوں تو صبح تک غصہ پر غصہ کے ذریعے اس کی مدد کرتا ہوں، یوں اللہ تعالیٰ دونوں شخصوں پر اپنے فیصلے کو نافذ کرتا ہے ایک رات ایک برادر طریقت کو نیند آگئی تو میں نے اس کی ہتھیلی پر اس انداز سے ہاتھ رکھا جیسے پیسوں کو گن رہا ہو تو وہ جاگ اٹھا اور اس کی نیند اڑ گئی، یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے دل میں محبتِ ربانی کے مقابل محبتِ دنیا کا غلبہ تھا۔

بعض اوقات کوئی مرید یہ کہتا ہے کہ میں تو محبتِ دنیا سے مغلوب ہوں اور اس محبت کو محبتِ آخرت پر مقدم سمجھتا ہوں، ہم اس سے کہتے ہیں، تو کسی مربّی مرشد کے دستِ شفقت میں آ، وہ تجھے اس مقام تک پہنچادے گا جہاں تیرے دل سے دنیا کی محبت زائل ہو جائے گی اور اللہ کی محبت اس میں مسکن بنالے گی کیونکہ مربی و مرشد کی ہم نشینی نصیب ہو تو یہ منزل دور نہیں، یہ تو اس وقت ہوتا۔ جب مربی و مرشد نہ ہو، یا مرشد ہو مگر یہ اس کے ارشادات کی طرف کان نہ دھرے۔

میں ایک گروہ کو جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو اور مجھے دھوکا دینا چاہتے ہیں اور ذکرو خیر کے اوقات میں کھیل کود کے لیے خواب راحت کو چھوڑ دیتے ہیں اور جب کوئی مولد اور عرس کا اہتمام کرتا ہے تو ساری رات جاگ کر گزار دیتا ہے، اسے مطلقاً نیند نہیں آتی؛ کیونکہ اس کو دنیا کی طرف زبردست رغبت اور اخروی اعمال کی کمزوری ہوتی ہے۔ جب کوئی جہانِ طریقت میں داخل ہوتا ہے تو شروع میں آنے والی سختیوں میں پڑنے سے بے تعلق ہوتا ہے کیونکہ اہل اللہ کا ان سختیوں میں پڑنا ضروری ہے، خواہ چاہیں یا انکار کریں، اس لیے کہ وہ شروع میں محبتِ الٰہی کے دعویدار ہوتے ہیں اور ہر مدعیٔ محبت کو امتحان سے گزرنا پڑتا ہے پھر وہ اس آزمائش میں لگاتار مبتلا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے سارے ظاہری دعوے مٹ جاتے ہیں، پھر اس کو باطنی آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسی آزمائش میں رہ کر جنت تک پہنچ جاتا ہے، یہ ہے عام مدعینِ تصوف کی حالت ہے۔ جہاں تک محققین کا مذہب ہے وہ یہ ہے کوئی ایسا نہیں جو صرف مدعی ہو خواہ اس کا درجہ بلند ہو، کیونکہ بشری صفات ترقی کرتی ہیں اور منقطع نہیں

ہوتیں۔

اور اس حالت سے کوئی نکل نہیں سکتا سوائے انبیائے کرام کے اور تمام وہ سختیاں جو وہ پاتے ہیں وہ آزمائش کی قبیل سے نہیں وہ تو اس لیے ہیں کہ امتیں ان سختیوں میں ان کی اقتداء کریں۔ پھر شروع میں مرید کے لیے ان سختیوں کے وقوع کی اصل یہ ہے کہ اس کے لیے طریقت کی عزت اور لوگوں پر راہِ سلوک کی دشواری واضح ہو جائے، کیونکہ یہ ایک گوشہ ہے، نفس، خواہش اور سختیوں کے ساتھ۔ اور یہ نفس کو حق کے معاملہ میں دوام عطا کرتا ہے سوائے اس کے اس کو عنایت ربانی گھیرے، اگر ایسا نہ ہوتا تو اکثر لوگ اولیاء ہوتے، بسا اوقات اللہ تعالیٰ کا ولی تیس ہزار لوگوں کو تلقین کرتا ہے، مگر سوائے ایک آدمی کے کوئی اس تلقین سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور وہ اس سے درستی نہیں پاتا، باقی لوگ طریقت کی بو نہیں سونگھ پاتے، خواہ لباس فقر سے آراستہ ہوں، جیسا کہ ہم نے اپنے زمانے کے مشائخ میں مشاہدہ کیا۔

حضرت سیدی محمد سروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "میں نے تیس ہزار سے زیادہ لوگوں کو تلقین کی مگر ان میں سے صرف "محمد شناوی" ہی (جہانِ طریقت میں) سامنے آئے۔

"امتحان اسی کے لیے ہوتا ہے جو سچا مرید ہوتا ہے، جہاں تک بناوٹی مرید کا تعلق ہے تو اس کے اعمال تو شروع ہی سے اکارت ہیں خواہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے ایسے لوگوں کے لیے تو شیطان ہی کافی ہوتا ہے پس کثرتِ آزمائش سے مرید کی صداقت پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔"

خواہشِ نفس کی مخالفت

شیخ مربّی کے ملنے سے پہلے مرید کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کی ہر خواہش کی مخالفت کرے یہاں تک کہ نفل عبادت میں بھی، کیونکہ نفس اسی وقت عبادت کو پسند کرتا ہے جب اس میں ریاکاری، خود پسندی یا تکبر وغیرہ میں اس خلق پر بعض راہب عمل پیرا ہوئے جنہوں نے اپنے نفس پر اسلام کو پیش کیا تو نفس پر گراں گزرا، پس انہوں نے اس کی مخالفت کی اور

اسلام قبول کرلیا، اس کے بعد ان کے سینے اسلام کے لیے کھل گئے اور وہ گھٹیا لوگوں کی صفات سے دل تنگ ہونے لگے، اور وہ ہمارے اس قول سے خارج ہو گئے کہ شیخ مربی کے ملنے سے پہلے انہیں نفس کی مخالفت کرنی چاہیے۔ پھر جب شیخ مل جائے تو اس کے حکم تعمیل کرے خواہ وہ حکم خواہشِ نفس سے موافقت کرے یا مخالفت۔ اگر وہ اس کو عبادت سے روکے تو وہ اس لیے ہوگا کہ اس کی نظر میں وہ عبادت خلوص پر مبنی نہیں، اور اگر شیخ بہت ماہر ہو تو اسے ذکر الٰہی کی کثرت اور اس کی پابندی کا حکم دے گا، یہاں تک دل کی ریاکاری سے جلا اور طہارت حاصل ہوجائے، اور وہ حق و باطل کا ادراک کرنے کے قابل ہو جائے، تاآنکہ آروں سے چرنے اور عبادت میں ریاکاری کے درمیان انتخاب کا اختیار دیا جائے تو وہ آرے سے چرنا پسند کرے مگر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

تمام مشائخِ طریقت کا اجماع ہے کہ دل کے لیے ذکر کی چمک سے تیز تر کوئی چمک نہیں اور اس کو ایسا قرار دیا جیسے زنگ آلود تانبے کے لیے قلعہ اور دیگر عبادت ایسی ہیں، جیسے تانبے کے لیے صابون۔ وائے دراز مشقت! اور اے دراز زمانہ جلا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص تلاوتِ قرآن یا مثلاً کثرتِ نماز کے ذریعے طریقت کا طلبگار ہو تو اس کی مشقت اور تھکاوٹ کس قدر دراز ہے کیونکہ قرآن کی تلاوت اور نماز تو کاملین اولیاء کے اوراد و وظائف میں سے ہے اور یہ اولیائے کاملین وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی۔

اور کمال کی نشانی یہ ہے کہ ہر تلاوت میں علوم اس کے لیے خلعت کا ذریعہ بنتے ہیں، اور ان کے استخراج میں اسے کسی تفکر کی ضرورت نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ ایک آیت کو ہزار بار دوہرائے تو ہر بار علوم اس کو خلعت سے نوازتے ہیں جس سے وہ پہلے مزین نہیں ہوا، پس ذکر پر عمل پیرا ہونا اس کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

مرید ایسی جگہ قیام پذیر نہ ہو جہاں لوگ اس کے عقیدت مند ہوں کیونکہ یہ اس کے

لیے زہر قاتل ہے، اور اس کو اس کی ہلاکت آفرینی کی خبر تک نہیں ہوتی اور ایسے کام بھی سر انجام نہ دے جن سے وہ اپنے ہم پایہ لوگوں پر فوقیت چاہیے، کیونکہ یہ خود پسندی اور عدم اخلاص کی دلیل ہے، بلکہ وہ ایسی جگہ ٹھہرے جہاں لوگ اس کے افعال واقوال پر ردو انکار کریں یہاں تک کہ وہ مردانگی کو پہنچے، اس میں اس کے لیے امان و حفاظت ہے جو کسی سچے مرید پر پوشیدہ نہیں۔

پھر جب وہ اپنے بارہ میں علم الٰہی پر اکتفا کرے اور مخلوق کی مذمت یا مدح کی طرف توجہ نہ دے تو اس کے لیے ایک اور ادب ہے، پھر بندے میں اعتقاد کی کثرت اس کی سچائی اور بلند ہمتی کے تابع ہے، کیونکہ ایک سست ریاکار شخص میں کوئی عقیدت نہیں رکھتا اور ہر جگہ اسے ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حضرت سیدی محمد شناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "مرد کے صدق کی پہچان یہ ہے کہ وہ جن وانس کی عبادت کا امین ہو، اس کے باوجود کوئی اس کا عقیدت مند نہ ہو، کیونکہ وہ اپنے صدق کے باعث لوگوں کو اپنے سے دور رکھتا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ کسی مرید کے اسی وقت عقیدت مند ہوتے ہیں جب وہ صدق سے محروم ہوتا ہے اور وہ باطن میں ان کی شکر گزاری کی طرف میلان رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾ (الشوری) تمھیں جو مصیبت پہنچے وہ تمھارے ہاتھوں کی کمائی کے سبب ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔

اگر کسی کو اپنے شہر میں مربی و مرشد نہ ملے تو اس شخص کی طرف سفر کرے جو اس وقت لوگوں کی تربیت پر مامور ہو، خواہ اس کے درمیان اور مرشد کے درمیان ایک سال سے زیادہ کی مسافت ہو خصوصاً جب کوئی کسی ظاہری یا باطنی مرض میں مبتلا ہو تاکہ وہ مرشد حسن معرفت اور حسن سیاست سے اس کو اس مصیبت سے نکالے، یہ ایسے ہے جیسے جاہ و ریاست کی محبت، کیونکہ ہر وہ چیز جس کے بغیر واجب تک رسائی نہ ہو، وہ واجب ہے۔ (اس لیے یہ سفر واجب

ہے) تمام علما کا اتفاق ہے کہ ظاہری امراض کے علاج کی طرح باطنی امراض کا علاج بھی واجب ہے کیونکہ ان امراض کے ارتکاب میں شدید وعید آئی ہے اور کوئی شخص ایسے مرشد کی طرف سفر سے سستی نہیں کرسکتا جو اسے اس مصیبت سے نکالے، سوائے اس کے کہ جو انتہائی بدبخت، بارگاہِ خداوندی سے دھتکارا ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہو۔"

اے برادرِ من! اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کر تو دیکھے گا کہ ان میں سے اکثر کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہیں، صغیرہ گناہوں کا تو ذکر ہی کیا، اور ان میں سے کوئی اپنے شہر کے مشائخ سے اس مرض کی دوا طلب نہیں کرتا چہ جائے کہ شیخ کی تلاش میں دوسرے شہروں کی طرف سفر کرے۔

حصولِ طریقت میں صبر و استقامت

جب کوئی شیخ کی طرف طریقت کی دولت لینے کے قصد سے سفر کرے، اور اس سے سختی اور سرد مہری کا سامنا کرے تو اس پر صبر کرے اور اس سے گریز نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ زیادہ دلچسپی کو لازم کرے اور وہ اس سختی اور سرد مہری کو اس بات پر محمول کرے کہ شیخ مرید کی ہمت جاننے کے لیے ایسا کرتا ہے اور طریقت اور اہل طریقت کی شان واضح کرتا ہے کیونکہ اس مقام و منزلت کے حصول کے راستے میں ذلت برداشت کرنا ایک طالب کی شان ہے اور اس سے مطلوب کی عزت و شان بھی ہے۔

حضرت سیدی عمر بن فارض رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مني به ذل الخضوع ومنه لي عزالمنوع وقوة المستضعف "اس کے حضور مجھ سے زاری کی ذلت ظاہر ہوتی ہے اور اس نے میرے لیے منوع (جو روک رکھے) کی عزت اور مستضف (کمزور) کی قوت ہے۔

یہ بھی فرمایا: "لو قال تيها قف على حبرا الغضا لوقفتُ ممتثلاً ولم اتوقف "اگر محبوب کہتا بھڑکتے انگاروں پر کھڑا ہو تو میں حکم مانتے ہوئے بلا توقف ان پر کھڑا ہو جاتا۔

پھر یہ معاملہ شیخ سے اسی مرید کے حق میں ہوتا ہے جس میں وہ خیانت کو بھانپ لیتا

ہے اور جس میں صدق دیکھے اس کو آزمائش میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لیے مرید کی آمد پر شیخ کے چہرے پر تیوری یا بشاشت و خوشی کو اسی حال پر محمول کرنا چاہیے، پس اس بات کو سمجھ لو۔

حضرت سیدی علی الخواص فرمایا کرتے تھے: "جب مرید تمھارے پاس بیعت کے لیے آئے تو اس سے نہ کہو "صبر کر" کیونکہ اس سے اس کی آتش عزیمت بجھ جائے گی۔ " انتہیٰ

ایک دفعہ میرے پاس جامع ازہر سے تین طلبائے علم آئے وہ طریقت کے طلبگار تھے تو میں نے ان میں عدم صدق بھانپ کر ان سے کہا کیا تم میں سے کوئی افتاء اور تدریس کے مرتبہ تک پہنچا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا تم طریقت کے طلبگار نہ ہو، جب تک مقام افتاء و تدریس کو پا نہیں لیتے تو وہ فوراً لوٹ چلے اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ شہرتِ نفس کے ساتھ آئے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ جہانِ طریقت سارے کا سارا خواہشات اور نفس کی مخالفت پر مبنی ہے۔

ایک گروہِ صوفیاء نے فرمایا: "کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس میں نفس کی مداخلت ہو خواہ اس کام کا تعلق علم سے ہو یا عمل سے ہو کیونکہ وہ گناہ کے زیادہ قریب ہے، مگر طلبائے علم کی غالب تعداد اس وقت مقامِ شہود سے محروم و محجوب ہے کیونکہ علم و عمل میں اخلاص نہیں رکھتی۔ "

اگر شیخ و مرشد کسی مرید سے کہے اس علم کو ترک کر دے یہاں تک تجھے مقام اخلاص کی صحت نصیب ہو تو وہ اس کا حکم نہ مانے بلکہ عزت شیخ کی دھجیاں اڑانے لگے اور کہے شیخ مجھے اس علم کے ساتھ اشتغال رکھنے سے روک رہا ہے جو علم تجھے بارگاہِ خداوندی کے قریب کرتا ہے جیسا کہ بہت سے طلبائے علم کے معاملے میں ہوا، اور نیک نوجوانوں نے اخلاص کے سلسلہ میں اپنے نفسوں کو دائمی طور پر مہتم کیا۔ یہاں تک کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الروضة" کو دھو ڈالنے کی وصیت کی اور فرمایا: "اس کے متعلق میرے دل میں کچھ تردد

ہے۔ آپ دمشق شہر سے باہر حضرت شیخ حسن مراکشی کی خدمت میں جاتے تھے اور مذہب شافعی کے راجح مسائل کو کتاب میں لکھنے سے پہلے ان سے مشورہ کرتے تھے اور فرماتے تھے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں حکم ترجیح میں منفرد اور اکیلا نہ ہوں، جس کا وبال روز قیامت مجھ پر آپڑے۔'' انتہیٰ۔

یاد رکھیے! کہ جس مرید کا شیخ اس کی طرف توجہ نہ دے یا ظاہری سبب کے بغیر اسے چھوڑ دے تو وہ احتجاج پر اتر آئے پس ایسا شخص طریقت کی طلب میں جھوٹا ہے اس سے کچھ نہیں ہو سکے گا۔

جب کوئی طالب اپنے شیخ کی خانقاہ میں تربیت کی نیت سے رہے تو وہ اپنے نفس کو ان باتوں میں پڑنے سے بچائے جن کی طلب جھوٹے کرتے ہیں، مثلاً خانقاہ میں کسی منصب، ذمہ داری پر تقرری، کیونکہ جو شخص اس کی طلب کرے خواہ دل ہی میں تو اس نے بیعت شیخ سے خیانت کی، پھر جب وہ شیخ کے عہد بیعت سے خیانت کرے تو اس کو فوری توبہ کرنی چاہیے اور خانقاہ سے نکل جانا چاہیے اگر نہیں نکلے گا تو اپنے آپ کو قہر و غضب میں ڈالے گا، جب بھی شیخ کی نظر اس پر پڑے گی تو نشانہ غضب بنے گا۔

میری خانقاہ کے بعض مجاوروں اور میرے پاس آنے والوں کے ساتھ ایسا ہوا کہ جب بھی ان میں سے کسی پر میری نظر پڑتی تو میرے قہر و غضب کا شکار ہوتا کیونکہ وہ روحانی مدد کا مستحق نہ ہوتا، نیز طریقت اور اہل طریقت سے استہزاء کرتا تھا۔ پھر جب شیخ کسی کو درویشوں کی ذمہ داری سونپے اور اس کے حال میں وسعت پیدا ہو تو اپنے ان بھائیوں پر وسعت کے لیے شیخ کی کلفت برداشت کرے جن کو خانقاہ کی طرف سے یا کوئی اور وظیفہ مقرر نہیں ہوا یا وظیفہ مقرر ہوا مگر ان کے اہل و عیال کے لیے کافی نہ ہو اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ وسعت پیدا کرے اسے روٹی طعام کے لیے منقطع ہونے والوں سے مزاحم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اصل میں یہ طعام تو ہے ہی ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے لیے سب سے قطع تعلق کر چکے جیسے نبی

اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں اصحابِ صفہ تھے۔ اسی لیے جب اصحابِ صفہ میں سے ایک شیخ فوت ہوا اور اس کے ازار سے دو دینار برآمد ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ آگ کے داغنے والے دو ٹکڑے ہیں۔ انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ مجاوروں کو شیخ کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے جب وہ سالانہ خوراک خریدنے کا اشارہ کرے اور اس سے اپنے اہل و عیال کے لیے حلوا تیار کرنے کا حکم دے کیونکہ یہ اربابِ طریقت کے درمیان حرام ہے، بعض اوقات یہ چیز شیخ کی ناراضی کی طرف لے جاتی ہے، پس وہ اس کے بعد کبھی بامراد نہیں ہوگا۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی شیخ کے چہرے پر بشاشت ہوتی ہے مگر وہ دل سے ناراض ہوتا ہے اس لیے مجاور (درویش) کو ایسی باتوں سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ (روحانی) باپ کی نافرمانی ہے جس کا حکم پوشیدہ نہیں۔

تین گھاٹیوں کو عبور کرنا

سچے مرید کا ایک اور خلق یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مریدوں میں شمار نہ کرے، یہاں تک کہ حسبِ ذیل تین گھاٹیوں کو عبور کرے:

(1) دنیا کی محبت۔
(2) ثواب کی خاطر عمل
(3) آزمائشوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا

اور ان سے اضطراب پیدا نہ ہونا، اس طرح کہ آزمائش سے جان چھڑانے کی خواہش کرنا، پس جو شخص ان تین گھاٹیوں کو عبور نہ کرے وہ سچے اہلِ طریقت کی طریقت سے بو بھی نہ پائے گا، کیونکہ اہلِ طریقت کا راہِ تصوف میں پہلا سلوک ان گھاٹیوں کو عبور کرنے کے بعد ہوتا ہے اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی سچی طلب ہوتی ہے یعنی بارگاہِ خداوندی سے متعلق آداب کی معرفت کی طلب۔

دنیا کی طرف عدمِ میلان کے صدق کی کسوٹی یہ ہے کہ طالب کی نظر میں سونا اور

جھاگ یکساں ہو، اور آخرت کی طلب میں اس کے صدق کا معیار یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے اس طلب پر ثواب کا وعدہ عطا کرے تو اس طرح ہو جائے گویا اس کو مار پڑی ہو اسے قید کیا گیا ہو اور ہتکِ عزت کی گئی ہو۔

ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو وہ سب بارگاہِ خداوندی کی طرف دوڑے اور سب اس کے حضور کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ حالانکہ وہ بخوبی جانتا ہے تو سب نے جواب دیا، وہ تجھ سے محبت کرنے والے ہیں، فرمایا سوچ لو کیا کہہ رہے ہو۔ محب تو ایسا ہوتا ہے جسے کوئی چیز محبوب سے پھیر نہیں سکتی نہ تلواریں اسے ہٹا سکتی ہیں۔ کہنے لگے: ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہیں، جو چاہتا ہے ہم سے امتحان لے لو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیا پیدا کر دی اور اسے ان کی آنکھوں میں آراستہ کر دیا پس نوے فی صد اس کی بارگاہ سے نکل کر دنیا کی طرف بھاگے اور باقی دس فی صد رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ان سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ عرض کیا یارب تیرے چاہنے والے ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت پیدا فرما کر ان کی آنکھوں میں سجا دی، تو ان میں سے نوے فیصد جنت کی طرف بھاگے اس کے بعد حق تعالیٰ نے تیسری بار مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تم کون ہو؟ جواب دیا ہم تیرے محب ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے جسموں بچوں اور مالوں سے آزمایا، تو وہ ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو ثابت قدم رکھا، پس فرمایا تم میرے سچے غلام ہو، تم دنیا و آخرت کی طرف نہیں گئے نہ آزمائش سے بھاگے تم میری مخلوق میں سے خاص میرے ہو، اور یہ میری بارگاہ کی طرف تمھاری پہلی "سیر" ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے نام اقدس پر میری بارگاہ کی طرف چلو اور کسی اور کی طرف التفات نہ کرو، تاکہ تم پر اپنی نعمتوں کی بارش کر دوں اور کبھی بھی تمہیں اپنی بارگاہ سے جدا نہ کروں۔ انتہیٰ۔

حسین چہروں کی طرف نہ دیکھنا

سچے مریدوں کا ایک اور وصف یہ ہے کہ وہ ان حسین چہروں کی طرف نہیں دیکھتے جن

کی طرف دیکھنا حرام یا مکروہ ہے کیونکہ یہ نظر دل کے لیے زہر آلود تیر کی طرح ہے جو شخص دل میں اس کی طرف میلان پائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ شرعی طریقہ سے متواتر بھوکا رہے یہاں تک کہ اس کا نفس دنیاوی شہوتوں کی کسی چیز کو دیکھنے کی دعوت نہ دے، اور جو شخص نظر بازی کے اس دروازے کو بند نہیں کرتا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا تو اسے آگاہ ہو جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ناراضی کا اظہار فرما کر اسے راندۂ درگاہ کر دیا اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ فقیروں کا لباس پہنے چہ جائیکہ فقیروں میں سے ہونے کا دعویٰ کرے۔

یہ خلق بہت سے ان غلط کار لوگوں کے لیے باعث خلل ہوتا ہے، جو مشائخ کے پاس آتے ہیں مگر ان کے کلامِ توحید کو نہیں سمجھتے تو ان میں سے بعض کہنے لگتے ہیں کائنات ہستی میں ہر حسن جمالِ حق کا پرتو ہے اور مخلوق سے مطالبہ ہے کہ جمال حق کا نظارہ کرے۔ دراصل یہ ان کے لیے ابلیس کی زبردست وسیہ کاری ہے اس زمانے میں بہت سے گروہ ایسے ہیں جو اس حالت پر ہیں، جن کو "اباحیہ" (اباحت پسند) کہا جاتا ہے۔ پس ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ ان لوگوں کا رد کریں، ان کے کرتوتوں سے الگ رہیں اور کمزور طبع لوگوں کو ان کے ساتھ ملنے جلنے سے باز رکھیں۔

میں نے ان اباحت پسندوں میں سے ایک شخص پر نکیر کی جو ایک امرد کی طرف دیکھ رہا تھا، تو کہنے لگا، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس قسم کے امردوں کے دیکھنے سے منع کیا جن کے لیے ایمان کے پردے رکاوٹ بنے ہیں جب کہ میں ایمان کے حجاب سے نکل کر کشف و شہود کے مقام کی طرف آگیا ہوں میں نے اس سے کہا بارگاہِ خداوندی سے دور شخص جھوٹ بولتا ہے، اگر تو مقامِ کشف و شہود تک پہنچتا تو تعمیل ارشادِ خداوندی کی طرف پہلے لپکنے والوں میں سے ہوتا اور اس کی ممانعتوں سے بچتا، کیونکہ جس کی بارگاہ کی حاضری کا تو نے دعویٰ کیا اس نے تجھے اس طرح کے کاموں سے منع کیا تو کوئی جواب نہ دے سکا، اس کا یہ کہنا کہ وہ حجاب پہچان سے مقام شہود کی طرف نکل آیا تو یہ اس کی جہالت ہے، کیونکہ ایمان کا حجاب صاحبِ ایمان کو پیہم ترقی دیتا ہے جیسا کہ ہم نے کتاب "المنن" اور "اخلاق کبریٰ" میں اس کی

وضاحت کردی سے بس اس کی طرف رجوع کرو۔

میرے بھائی اس معاملہ کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کریں جس کو جھکی نگاہ کے ساتھ دیکھے اس کے صدق کی گواہی دے اگر ایسا نہ ہو تو وہ جھوٹا ہے ہاں اس صفت میں اپنے آپ کو فراموش نہ کر۔

اہلِ طریقت کے اخلاق پر عمل پیرا ہونے کا مطالبہ

ایک اور خلق یہ ہے کہ مرید اپنے نفس سے ہر اس خلق پر عمل کرنے کا مطالبہ کرے جو وہ کسی صاحبِ طریقت سے سنے اور جب نفس اس خلق سے متخلق ہونے کو پسند نہ کرے پس اس کو کھانے پینے باز رکھے، نیز اسے تنہائی اور سکون دے یہاں تک کہ وہ اس خلق کو پسند کرنے لگے، اس زمانے کے مریدوں میں سے اکثر مدعیانِ صدق اس خلق سے عاری ہیں، پس بعض مرید تو اس خلق کی حکایت پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں اور اس خلق کے اندر کے آداب سے متخلق ہوئے بغیر اس کی کہانی لوگوں کو سناتے رہتے ہیں جب کہ لوگ گمان کرنے لگتے ہیں کہ یہ لوگ صوفی بن گئے ہیں، اس وجہ سے وہ ان کی عقیدت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرنے لگتے ہیں، جس کے باعث وہ مدعیانِ صدق طریقت سے کٹ جاتے ہیں، اور شیطانی گروہ سے جا ملتے ہیں، میں اس زمانے میں اس حالت کی حامل ایسی جماعت کو جانتا ہوں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

یہاں سے مشائخ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جو اس مقام کی لذت چکھے بغیر اس کے متعلق کلام کرے تو غضب الٰہی کا شکار ہو گا اور بطورِ سزا اس کو اس مقام تک رسائی سے روک دیا جائے گا۔

آگاہ رہیں کہ مرید کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے ایسا کلام کرے جس کی حقیقت سے خود آراستہ نہ ہو، اگر اس سے کچھ پوچھا جائے تو فتنہ میں پڑنے کے خوف سے خاموشی اختیار کرنا اس کے لیے ضروری ہے، جیسا کہ سچے مریدوں کا وطیرہ ہے۔

شیخ کے ہاتھ پر توبہ کے بعد معصیت میں نہ پڑنا

سچے مریدوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ ان میں سے کوئی شخص شیخ کے ہاتھ پر توبہ کرنے کے بعد کسی نافرمانی یا گناہ میں مبتلا نہ ہو، سوائے اس کے کہ شیخ کو اس نافرمانی کا علم ہو تا کہ وہ اسے اس گناہ سے توبہ کی تعلیم دے سکے اور اسے اس راستہ کو بند کرنے کی طرف رہنمائی کرے جس سے وہ نافرمانی در آئی، اور اللہ تعالیٰ سے قبول توبہ کی دعا کرے، اور جب وہ اپنے شیخ سے کسی گناہ کو چھپائے تو اپنے آپ سے خیانت کا مرتکب ہو گا۔

اور یہ جو نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:"وَمَن ابتلی بشئی من هذهِ القاذورات فلیتقر بستر الله تعالی" جو شخص اس قسم کی کسی گندگی میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کے ساتھ پردہ ڈالے۔

یہ اس پر محمول ہے کہ جو شخص اپنی گناہ میں پڑنے کی حالت ظاہر کرے یا اس آدمی کے سامنے ذکر کرے جو اسے اس سے نکلنے کی کیفیت کی طرف رہنمائی نہ کر سکے یا اس کے سامنے کھولے جو اس کے لیے دعائے مغفرت نہ کرے۔

بعض عارفوں نے اسی طرح فرمایا، کہ جو شخص اس عہد بیعت کی خیانت میں پڑے اس سے بڑا گناہ یہ ہے کہ شیخ اس کو شیخیت (پیری) کی اجازت دے اور وہ ہر ممنوع کام (گناہ) میں مبتلا ہو، مگر شیخ کے سامنے اسے بیان کرنے سے ڈرے، اربابِ طریقت کا ارشاد ہے" تو اپنے شیخ اور اپنے رب کے سامنے جھوٹ نہ بول" اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شیخ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات کرے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ کے حضور بھی جھوٹ بولنے کی کوشش کرے، کیونکہ شیخ مریدوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور مقام صدق یا مقامِ کذب میں پہنچانے کا ذریعہ ہے، پس جو شیخ اپنے مرید سے کہے:" آ تجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے تیرے عاملہ کی کیفیت سکھادوں اور تیری بے ادبی جو میرے حق میں ہوئی اس کو برداشت کروں پھر تجھے اس (بے ادبی) سے چھٹکارے کا طریقہ بتلاؤں" اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر عارف باللہ اپنے آپ کو بارگاہِ

الٰہی کی چوکھٹ پر قربان کرنا چاہتا ہے، واضح رہے کہ سچا مرید اپنے شیخ سے دل میں جم جانے والے خیالات کو بھی نہیں چھپاتا چہ جائے کہ (اعضائے ظاہری سے صادر ہونے والے) اقوال و افعال کو چھپائے۔

دینی خدمات پر معاوضہ نہ لینا

سچے مریدوں کے اخلاق میں سے ہے کہ وہ دینی ذمہ داریوں مثلاً قراءتِ قرآن خطابت امامت تدریس اور وعظ وغیرہ پر معلوم و متعیّن معاوضہ نہ لیں سوائے اس کے کہ شدید بھوک یا سردی وغیرہ تکلیف وہ صورتِ حال کی مجبوری بن جائے اور جب کسی کو کھانا اور بدن ڈھانپنے کو لباس مل جائے اور اس کی تکلیف دور ہو جائے تو اس کو یہ معاوضہ نہیں لینا چاہیے کیونکہ یہ اس کو "سیر الی اللہ" سے روکے گا۔ اور جو شخص اپنے عمل کی اجرت لے، جانِ محبت میں اس کو ترقی نہیں ملتی بخلافِ اس شخص کے جو اپنے آقا کا حکم مان کر اس کی خدمت کرے اور شرع رسالت کا شِعار ظاہر کرنے میں محبت کا دم بھرے تو وہ اس عمل کے ذریعے ان مقامات و مراتب سے بھی زیادہ ترقی پائے گا، جس کی اس کو امید تھی، جیسا کہ بادشاہوں کے خدمت گزاروں اور حاشیہ برداروں کے معاملات میں معلوم و مشاہد ہے۔

حضرت سیدی علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "جو معلوم و متعیّن وظیفہ لینے پر مجبور ہو، تو وہ اس نیت سے لے کہ وہ عطائے خداوندی سے اس میں مبتلا ہوا اور یہ نہ سمجھے کہ اسے اس عمل کا معاوضہ ملا ہے۔"

آپ کا ارشاد ہے کہ یہ مرید کی شان ہے کہ جب تک اعمال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقامِ اشتراک میں رہے، پھر جب وہ صرف اللہ وحدہ کے لیے توحید فعل تک پہنچے اور اپنے آپ کو "محلِ بروز" میں دیکھے تو اس وقت عمل کو دوسروں کے لیے دیکھنے والا ہو گا، اس کے دل میں طلب اجرت کا کبھی خیال بھی نہیں گزرے گا نہ اس دنیا میں نہ آخرت میں، اگر اس کو اللہ تعالیٰ سے حیا دامن گیر نہ ہوتی تو کہتا اے پروردگار! مجھے کسی فعل میں تیرے ساتھ شرکت

حاصل نہیں، مگر اس نے ادب الٰہی کا اظہار کرتے ہوئے فعل کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان افعال کی نسبت کی، فرمایا: تعلمون، تفعلون، تکسبون اور تصفون وغیرہا، اگر بندے کی طرف فعل کی نسبت صحیح نہ ہوتی تو اسے مکلف ٹھہرانا صحیح نہ ہوتا جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "المنن والاخلاص" میں اس کلام کی وضاحت کی ہے۔

عورت کی کمائی سے نہ کھانا

سچے مرید کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ کسی عورت بالخصوص اپنی بیوی کی کمائی سے نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر افسر اور منتظم ٹھہرایا ہے، پس جو شخص عورت کی کمائی کھائے تو وہ انتہائی ردی شخص ہے یہ کیسے مناسب ہو سکتا ہے کہ جو شخص معمولی مروت اور مردانگی رکھتا ہو وہ عورتوں کے زیر کفالت لوگوں میں شمار ہو۔

تمام مشائخ کرام کا اجماع ہے کہ جو آدمی عورت کا ہدیہ قبول کرے وہ گھٹیا ہے، اس سے طریقت میں کچھ نہ ہو سکے گا، میں نے دسویں صدی ہجری کے نصف اول میں جن مشائخ سے ملاقات کی ان کو دیکھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو عورتوں کے تیار کردہ ولیموں (ضیافت کے کھانوں) سے منع کرتے تھے، البتہ ان کے بچوں کی شفا کے نذرانے ہوتے تو قبول کر لیتے تھے۔ اور یہ جو روایت میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک عورت کا کھانا کھاتے تھے جو ان کے لیے ہر جمعہ کو تیار کرتی تھی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے ان کو اس کی اجازت عطا فرمائی تھی یہ ضیافت ان ولیموں سے مستثنیٰ ہے جن سے مشائخ کرام کو منع کیا گیا ہے۔

دنیاداروں سے بہت دور رہنا

دنیاداروں سے بہت دور رہنا بھی سچے مریدوں کی ایک خوبی ہے، خصوصاً جب شیخ ان کو دنیاداروں کی صحبت سے منع کرے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مرید اپنی کمزوری کی بناء پر ابنائے دنیا کی طبیعتوں سے چرا لیتا ہے یوں وہ دنیا کی طلب اور اس کی شہوتوں میں ان جیسا ہو جاتا ہے خواہ

غلطی سے ہو۔ جیسا کہ یہ ان لوگوں میں نظر آتا ہے جو سچائی کے ساتھ فقراء سے اختلاط رکھتے ہیں۔ پھر وہ اس جبہ (گودڑی) کو زیب تن کرنا جو خانقاہ میں پہنتے تھے اور اس کھانے کو تناول کرنا جو خانقاہ میں کھاتے تھے نظرِ حقارت سے دیکھتے ہیں، اور اس سے اعلیٰ لباس اور کھانا طلب کرتے ہیں اور یہ اس کے لیے آسان نہیں ہوتا جب تک حلال یا حرام طریقے سے کمائی نہ کرے اس طرح وہ اپنے آپ کو تلف کر دیتا ہے اور اس زہد و قناعت سے نکل جاتا ہے، جو شیخ نے اس پر لازم کیا تھا۔ میری خانقاہ کے بعض مجاوروں کے لیے ساتھ ایسا ہوا جو میری فرمانبرداری سے خارج ہو گئے تھے، پس وہ ذکر، علم، اور تلاوتِ قرآن کی محفلوں سے کٹ گئے اور ان پر سخت ناراضی کی تاریکی چھا گئی، اگر وہ میری اطاعت پر رہتے اور خانقاہ کے ٹکڑوں اور خرقوں پر قناعت کرتے تو ان پر اور ان کے کپڑوں پر نور برستا، جیسے خانقاہ میں اقامت گزیں لوگوں پر ہوتا ہے، یونکہ سب طاقت قوت اور سعادت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

حضرتِ سیدی محمد غمری رضی اللہ عنہ فقیر کے لیے ناپسند کرتے تھے کہ وہ اپنے کپڑوں کو بنظر تحسین دیکھے یا مسجد کے دروازے یا بازار کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں بیٹھے۔ آپ فرمایا کرتے یہ چیز فقیر کے دل کو اربابِ طریقت کی پیروی سے غافل کر دیتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس فقیر کو اس کے شیخ نے ایسی باتوں سے منع کیا یا اس کے لیے لازم کیا پھر اس کی مخالفت کرے تو وہ جھوٹا، راندہ درگاہ اور اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا شکار ہے وہ جہانِ طریقت میں کسی کام کا نہیں۔

اپنے نفس پر غمگیں ہونا اور اس کو توبیخ کرنا

اپنے نفس کی سرکشیوں پر افسردہ ہونا اور اس کو ڈانٹنا اور صالحِ اعمال کے بڑھنے کے ساتھ نفس کی حالت کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھنا بھی اچھے مرید کی ایک خوبی ہے۔ وہ نفس کی حالت سے کبھی خوش نہیں ہوتا، اور یہ وصف اس زمانے کے پس ماندہ مریدوں میں بہت کم ہو گیا ہے بلکہ بعض اوقات ایسے مرید اپنے نفسوں کو شیخ کے نفس پر قیاس کرتے ہیں۔ میں نے مریدوں

کا ایک گروہ دیکھا جن کے علاج سے میرا دل پگھل گیا، پھر ان میں تبدیلی آئی اور وہ راہِ استقامت سے ہٹ گئے۔

میرے بھائی! نہ پوچھ مجھے ان کی حالت پر کتنا افسوس ہوا اور یہ اس لیے ہوا کہ انہیں اپنے مراتب کے بارے میں دھوکا پڑ گیا اور انہوں نے اپنی گندی صفتیں مجھ سے چھپا کر رکھیں۔ تو اس تلبیس نے ان کے اعمال کے انجام کو برباد کر کے رکھ دیا، اگر وہ اپنے مربی مرشد کے ساتھ اپنے معاملے کی بنیاد صدق پر رکھتے اور اس سے کچھ نہ چھپاتے تو وہ صدق کے ساتھ ان کی مدد کرتا اور وہ کامیاب ہو جاتے۔

تمام مشائخ کا اجماع ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو نہ ڈانٹے اور اس پر کوتاہی حق کی دائمی تہمت نہ رکھے تو وہ تکبر اور خود پسندی میں گرفتار ہو جائے گا اور ارادت کے راستے سے الٹے قدم پھر آئے گا، اس کا حکم شہد کی مکھی کے حکم جیسا ہے۔

اے میرے بھائی! اپنے نفس کو ڈانٹ، تجھے ضرورت نہیں رہے گی کہ تیرا شیخ تجھے توبیخ کرے اور اپنے باطن کو تیری ذات میں تھکائے کیونکہ وہ تجھے ڈانٹے گا تو تیرے باطنی احوال میں حسن پیدا ہو جائے گا پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ تیرے نفس کے احوال اپنے صدق اور تیرے کذب کو ظاہر کر دے گا۔ میں نے اپنی دہلیز پر ایک فقیر (درویش) کی تربیت کی وہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتا اور رات کے وقت نوافل پڑھتا پھر اس نے خیال کیا کہ اس کا نفس مقربین میں سے ہو گیا، اگر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اس کے شاملِ حال نہ ہوتا تو گھر کی دہلیز اس کو دھنسا دیتی اور مجھے دروازے کو پھر سے تعمیر کرنے کی ضرورت پڑتی۔

بعض آسمانی کتابوں میں آیا ہے، گناہ گاروں کی آہیں میرے نزدیک تسبیح خوانوں کی تسبیح رولنے سے زیادہ پیاری ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ گار شخص اپنی آہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہے تسبیح خواں جب خود پسندی اور تکبر سے تسبیح کے دانے رولتا ہے تو غضبِ الٰہی کو دعوت دیتا ہے، اس سے باخبر رہنا چاہیے۔

جان لو کہ مرید اگر اپنے آپ کو اس نفس کی وجہ سے دھنس جانے کا حقدار نہ سمجھے اگر

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اس کا حلم شاملِ حال نہ ہو تو وہ ہلاکت میں پڑنے والا ہے۔

دین کے عوض کھانے پینے اور کھلانے سے اجتناب

سچے مریدوں کا ایک اور خلق یہ ہے کہ وہ دین کے عوض کھانے پینے اور مہمانوں کو کھلانے سے اجتناب کرتے ہیں، اسی طرح وہ بھوک سردی پر صبر کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے کشادگی پیدا کر دیتا ہے۔ جہاں تک مہمان کا تعلق ہے تو اللہ کسی نفس کو اس کی گنجائش اور بساط سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، نبی اکرم ﷺ نے غلبہ دین، قرض کے غلبہ اور قہر الرجال (مردوں کے دباؤ) سے پناہ مانگی ہے۔

جہاں تک قرض کا تعلق ہے یہ اس شخص کے لیے بہت زیادہ گراں بار اور بوجھل ہے جو روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور اس دن کی سختی اور تنگی سے آگاہ ہے، یہاں تک کہ ایک شخص ستر صدیقوں کے اعمال کی طرح اعمال لے کر آئے گا، مگر اس کو اپنے نفس کے ساتھ نجات کا گمان نہ ہو گا، اور قرض دار اپنے ذرہ برابر قرض کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا، بلکہ اسے جنت سے روک دیا جائے گا، یہاں تک کہ اپنے اعمال سے قرض خواہ کا حساب چکا دے، اور اپنی پیٹھ پر کوڑوں کی سزا برداشت کرے پھر جہنم میں پھینک دیا جائے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، ایسے ہی لوگوں سے پناہ مانگی جاتی ہے۔

جہاں تک قہر رجال کا تعلق ہے تو نبی اکرم ﷺ کی اس سے پناہ مانگنے کی وجہ یہ ہے کہ صاحب قہر اس حقیقت کو دیکھنے سے محجوب ہے، کہ یہ فعل اصل میں اللہ تعالیٰ کا ہے گویا نبی اکرم ﷺ نے اس پر پردے پڑنے سے پناہ مانگی ہے، جس کے باعث وہ اس فعل کو مخلوق کی جانب سے دیکھنے لگا ہے اور وہ قہر کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے فعل کا مشاہدہ کرے گا وہ کبھی قہر سے کام نہ لے گا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی عارف دنیا میں قہر نہیں کرتا، مگر اس

وقت جب وہ فعلِ خدا کے مشاہدہ سے محجوب ہو جاتا ہے۔

حضرتِ شیخ محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ (25) فرماتے ہیں: ”میں نے عمر بھر قہر سے

---

[25] حضرت محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف اشارات سے مستغنی ہے اگرچہ ان کا تعارف ابنائے جنس کے علاوہ لوگوں کے لیے دشوار اور محال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴾ میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت کم ہیں (سورہ سباء آیت 13)

ایاك و إسم العامرية انني　　　أغار عليها من فم المتكلم

أغار عليها أن يراهاسواى بل　　　أغار عليهاان أرها غيرتي

عامریہ کا نام نہ لے۔ حقیقت یہ ہے کہ متکلم کے منہ پر اس کا نام آئے تو مجھے غیرت آتی ہے مجھے اس بات پہ بھی غیرت آتی ہے کہ کوئی اسے میرے سوا دیکھے، بلکہ مجھے اپنے دیکھنے پر بھی غیرت آجاتی ہے۔

آپ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو "لا يعرفُ قدري غير ربي" (میری قدر وشان کو صرف میرا رب جانتا ہے) کے وارث ہوئے، اس لحاظ سے آپ اپنے مورث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پائے اور دوسروں کے مربی ہوئے یہ لوگ دنیا میں روپوش رہے اور اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متخلق ہوئے

حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "أنا سيّد وُلد ادم يوم القيمة ولافخر "میں روزِ قیامت اولادِ آدم کا سردار ہوں گا بلا فخر۔

حضرت محی الدین ابن العربی خاتم ولایت محمدیہ اولیائے ربانی یہ اللہ کی حجت وہ چشمہ فیض جس سے اللہ کے بندے نوش کرتے ہیں ولی کامل مقرب بارگاہ خداوندی سند، عالم باللہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تائید یافتہ سیدنا محمد بن علی بن محمد طائی اندلسی المعروف شیخ ابن العربی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان کی ذاتِ مقدسہ سے ہمیں نفع عطا کرے، آمین اور ہمیں آپ کی اور تمام نیکوکار بندوں کی محبت پر موت عطا کرے، آمین۔

⇐

آپ بروز سوموار 17 سترہ رمضان سن پانصد ساٹھ ہجری بمطابق 28 جولائی 1165ء کو سپین کے صوبے اندالوزی کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد گرامی فقہ و حدیث کے امام اور زہد و تصوف کے سرخیل تھے آپ کے دادا سپین کے قاضیوں اور عالموں میں سے ایک تھے، پس آپ کی پرورش اور اٹھان دینی نورانی اور نیک ماحول میں ہوئی ابھی آپ صاف گفتگو بھی نہ کر سکتے تھے کہ آپ کے والد گرامی نے آپ کو ابی بکر بن خلف سردار فقہاء کے سپرد کیا۔ پس آپ نے سات سال کی عمر میں ان سے قرآن حکیم پڑھا اور کتاب الکافی میں ساتوں قراءت بھی پڑھ لیں ابھی دس کے بھی مکمل بھی نہ ہوئے کہ تمام قرات میں نمایاں ہو گئے اور معانی و اشارات کے الہامات ہونے لگے، آپ کو بعض بادشاہانِ مغرب کے ہاں بہت بلند مقام حاصل تھا، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا تو اس کی رضا کی خاطر جنگلوں کی راہ لی، یہاں تک کہ ایک قبر میں اترے اور ایک مدت تک اس قبر میں اقامت گزیں رہے اس کے بعد اس قبر سے اس حال میں نکلے کہ آپ کی زبان پر وہ علوم تھے جو آپ سے منقول ہوئے۔

شیخ مناوی "طبقات" میں لکھتے ہیں: بعض علما نے فرمایا: ”حضرتِ شیخ خلوت گزینی میں مشہور ہوئے جہاں تک ہو سکتا تھا آپ تنہائی اور لوگوں سے کنارہ کشی کو ترجیح دیتے تھے، یہاں تک کہ صرف چند افراد ہی آپ سے مل پاتے، پھر آپ نے تصنیف و تالیف کو اختیار فرمایا، اور بے شمار تالیفات میں شہرت پائی، جو آپ کی ظاہری اور باطنی علوم میں زبردست مہارت کا پتا دیتی ہیں، آپ اختراع و استنباط اور تاسیس قواعد و مقاعد میں درجۂ اجتہاد کو پہنچے جن کا کوئی ادراک واحاطہ نہیں کر سکتا، سوائے اس کے کہ جو ان کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرے۔“اھ

آپ اذنِ محمدی کے مطابق ہر شہر میں گھومے پھر وہاں سے کوچ کرتے اور پیچھے اپنی تالیف کردہ کتابیں چھوڑ جاتے، بالاخر شام میں اقامت گزیں ہو گئے آپ کتاب و سنت کے سخت پابند تھے اور فرماتے تھے، جو شخص ایک لمحہ کے لیے بھی شریعت کی میزان اپنے ہاتھ سے پھینک دے وہ ہلاکت میں پڑ گیا۔

آپ کی کرامات اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں جلیل ترین کرامت آپ کی تالیفات

⟸

ہیں۔ جن کی مثال زمانے میں نہیں ملتی اور اربابِ عقل ان کی طرز پر لکھنے سے عاجز ہو گئے انہی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ کی پیدائش سے قبل حکیم ترمذی نے آپ کے متعلق غیبی خبر دی جب انہوں نے کتاب " ختم الاولیاء " لکھی، کہ ایسے سوالات کرنے جائز نہیں سوائے اہل ولایت میں سے ایک شخص کے اس شخص کا نام میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا اور شیخ اکبر ہیں، کیونکہ حکیم ترمذی کا نام محمد بن علی ہے۔

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت سلطان سلیم کے متعلق اور اس کے بادشاہ بننے سے پہلے شام میں داخل ہونے کے متعلق خبر دینا ہے، پس اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے خبر دی تھی، اسی بنا پر سلطان سلیم نے آپ کی قبر پر عمارت تعمیر کرائی تھی۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، اہل عقیدت بھی ہیں آپ کی عظمت شان ماننے والے بھی ہیں اور منکر بھی ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے انکار کے مسئلہ میں اس کی پناہ مانگتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس فضل و کرم سے نوازتا ہے، ہم تخلیق میں اس کا کوئی ساجھی نہیں سمجھتے کہ تقسیم کے معاملے میں کوئی اس کا شریک ٹھہرائیں، اور جب ہم یہ چاہیں کہ منکرین و معتقدین کے درمیان فرق کریں تو ہمیں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ہوگا۔

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی تصنیفات و تالیفات کو تمام علمائے اسلام حضرتِ شیخ کے عہد مبارک کے آج تک جانتے اور ان سے باخبر ہیں، اور جو آدمی اس کے سوا کچھ کہے تو وہ علمائے اسلام کی طرف جہالت کی نسبت کرے گا۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں کیونکہ حضرت شیخ کی کتابیں اور آپ کے عقائد اتنے زیادہ مشہور ہیں کہ ان کی طرف انگشت نمائی نہیں کی جا سکتی، مسلمانوں اور غیر مسلم لوگوں کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں یہ کتابیں موجود نہ ہوں، جب ہم آپ کی کتابوں اور عقیدوں پر کلام کرنے والوں پر غور کرتے ہیں تو ان کو مندرجہ ذیل صورتوں میں پاتے ہیں۔

(1) حضرت شیخ کے علوم کے قائلین جنہوں نے آپ کے متعلق خاموشی اختیار کی ان میں سے شیخ الاسلام امام نووی ہیں، ان سے اس معاملہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہ آیت کریمہ لکھ دی۔ ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ

⟸

خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ لیکن ہمارا نکتہ نگاہ یہ ہے کہ ہر عقل مند شخص پر حرام ہے کہ وہ اولیاء اللہ میں سے کسی کے ساتھ بدگمانی کرے بلکہ ضروری ہے کہ جب تک ان کے مقام ومرتبہ تک رسائی نہیں پاتا ان کے اقوال وافعال کی تاویل کرے، مگر اس سے وہی عاجز رضا جیسے کم توفیق ملتی ہے۔

"شرح المهذب "میں فرمایا:" پھر جب تاویل کرے تو ستر وجہ سے تاویل کرے اگر اس کی صرف ایک ہی تاویل قبول کی جائے تو یہ تلعنت کی بات ہوگی۔اھ"

اے کاش معلوم ہو جائے کہ کون اس عظیم عالم کی طرح اب اپنے دین کو بچاتا ہے اسی طرح جب ان کے شیخ خوری سے پوچھا گیا تو فرمایا:" حضرت شیخ ابن العربی کے بارہ میں فتویٰ کفر سے، قطبیت تک اختلاف ہے جب کہ (آپ کی شان قطبیت کو) تسلیم کرنا واجب ہے۔اور جو شخص اس شرابِ معرفت کا ذائقہ نہ چکھے جو گروہِ صوفیا نے چکھا اور ان جیسا مجاہدہ نہ کرے تو اسے ان اہل اللہ پر نکیر کرنے کی گنجائش نہیں اھ۔"

بہت سے لوگوں نے اس نکتہ نگاہ میں ان کی پیروی کی جو سلامتی کے راستے پر گامزن ہیں۔

(2) دوسرا گروہ حضرت شیخ کے علوم اور مقام ومرتبہ کا منکر ہے اس گروہ کے دو فریق ہیں: پہلا فریق جو بوجہ حسد انکار کا قصد کرتا ہے یا حظِ نفس کی وجہ سے یا اپنی بیمار فہم کے ساتھ کلام شیخ کو صحیح نہ سمجھ سکنے کی بنا پر یہ چند نفر ہیں جیسے ابن تیمیہ جس کا رد مندرجہ ذیل علمائے کرام نے کیا۔

شیخ محمد منیر جارجی نے اپنی کتاب "هداية السالك في أسني المسالك" میں شیخ محمد مکی نے کتاب " عين الحياة في معرفة الذات والافعال والصفات "میں شیخ ابراہیم کورانی مجدد اشاعرہ نے اپنی کتب کے متفرق مقامات پر جب کہ اس موضوع پر الگ کتاب " مطلع الجود في تحقيق التنزية في وحدة الوجود"و" مشرع الورود الى مطاع الجود" دراصل یہ کتاب سابق کے اشکال کی شرح ہے شیخ نابلسی نے اپنی کتاب "الردّ المتين على منتقص العارف بالله تعالى سيدي محي الدين" میں حافظ ابن تیمیہ کا رد کیا۔ اور زبردست رد ہے۔ شیخ شعرانی نے اپنی کتاب "القول المبين في الردعن

⟸

الشيخ محي الدين" میں رد لکھا، آپ شیخ کا دفاع ان کی عبارات لکھ کر کرتے ہیں۔ انہی میں سے قاری اور تفتازانی ہیں، جن کا رد شیخ عمر جنید العطار دمشقی نے اپنی کتاب "الرد علی المعترضين على الشيخ محي الدين" میں کیا اور ان دونوں کے ایک ایک مسئلہ پر کلام کیا یہ کتاب بہت عرصہ سے مطبوع ہے۔ حضرت شیخ پر تنقید کرنے والوں میں سے شیخ بقاعی بھی ہے، امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ "تنبئة الغبي في تبرئة ابن العربي" میں شیخ بقاعی کا رد کیا۔ اسی طرح شیخ محمد بن جمعہ حصکفی نے اپنی کتاب " ترياق الأفاعي في الرد على الخارجي البقاعي "میں رد لکھا اگرچہ اس کتاب کا سبب تالیف شیخ ابن العارض رضی اللہ عنہ کے متعلق بقاعی کے رسالہ کا رد ہے، یونہی شیخ ابن خیاط کے متعلق فتویٰ دیا جس پر علامہ فیروز آبادی نے اپنی کتاب "الرد على المعترضين على الشيخ محي الدين" یا "الاغتباط بمعالجة ابن الخياط" لکھی جہاں تک علاء بخاری کا تعلق ہے یونہی سخاوی کا تو ان کا انکار مذکورہ بالا علما کے کلام سے خارج نہیں کیونکہ ان کے کلام میں تکرار ہے تو رد لکھنے والوں کا رد ان لوگوں کا بھی رد ہے۔

جہاں تک دوسرے فریق کا تعلق ہے، شیخ مناوی نے طبقات میں ذکر کیا کہ اس فریق کا انکار سے مقصود لوگوں کو شیخ کی کتابوں کے مطالعہ سے نفرت دلانا ہے، کیونکہ یہ کتب مشکل اور پیچیدہ مسائل پر مشتمل ہیں ان کے انکار کا مقصد حظ نفسانی نہیں۔

میں کہتا ہوں بعض صوفیاء حضرت شیخ کی ولایت و قطبیت کا اعتقاد رکھتے ہیں اس کے باوجود اپنے پیرووں کو حضرت شیخ کی کتابیں دیکھنے سے منع کرتے ہیں، انہیں اندیشہ ہے کہ یہ لوگ اپنی فہم سقیم سے حضرت شیخ کے اقوال کو سمجھیں گے، تو انکے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہو جائیں گے، پس ہلاکت میں پڑنے والوں کے ساتھ ہلاکت میں پڑیں گے۔

واضح رہے کہ میں جن مؤلفات سے آگاہ ہوں اور میرے پاس ہیں ان کا ذکر تم سے کیا ورنہ حضرت شیخ پر فہم سقیم کے باعث ہونے والے اعتراضات کے رد اور جوابات بہت ہیں جن کا شمار مشکل ہے جن میں سے بطور مثال "الجانب الغربي في حل مشكلات الشيخ ابن عربي" للشيخ محمد المكي ہے یہ

⟸

بات بھی تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ ان معترضین پر رد کتب علما میں بکھرا پڑا ہے۔ نیز مشائخ اسلام کے فتاویٰ اور تالیفات میں ہے، مزید برآں بعض علمانے اہلِ اسلام کے درمیان ان کے اختلافات کا ذکر کیا جیسے ابن تیمیہ کا معاملہ ہے علمانے اس کے بہت سے مسائل کا، جن کے ذریعے اس نے اجماع مسلمین کی مخالفت کی رد لکھا ، جیسے زیارت نبویہ شریفہ وغیرہ علم کلام کے مسائل ہیں، اس سلسلہ میں شیخ تقی سبکی کی "شفا السقام" کی طرف رجوع کرو، نیز امام تقی الدین حصنی کی کتاب "دفع شبه من شبه ونمرد ونسب للامام احمد" کا مطالعہ کرو۔ ایسی رد کی کتابیں بہت ہیں، لیکن یہاں ہمارے نزدیک اعتبار حضرت کے قولِ دفاع کا ہے قائل کا نہیں خواہ یہ قائل اہلِ علم کے نزدیک معتبر نہ ہو۔

(3) تیسرہ گروہ حضرت شیخ کے دفاع کرنے والوں اور محبوں کا ہے اور یہ حضرتِ شیخ کے زمانے سے قیامت تک اہلِ تصوف کا ہے یا اہلِ تصرف سے محبت کرنے والے یا فقہائے عام مسلمین میں سے ان کے پیرو ہیں، ہم ان کے ذکر سے تبرک حاصل کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں، کہ ان میں شیخ عز بن عبد السلام، شیخ الاسلام زکریا انصاری، صلاح الدین صفدی اور شیخ زروق ہیں۔

شیخ مناوی فرماتے ہیں: "حضرت شیخ ہر صاحبِ فن سے زیادہ اس کے فن سے آگاہ ہیں، جہاں علمانے مطلقاً شیخ اکبر ذکر کیا وہاں ان کا مقصود حضرت شیخ ابن عربی ہی ہیں۔"

شیخ کمال الدین ابن زملکانی نے اپنی کتاب میں فرمایا: "حضرتِ شیخ ابنِ عربی معارفِ الٰہیہ میں ایک بحرِ بیکراں تھے۔ شیخ قطب الدین شیرازی، قاضی القضاۃ الشمس الساطی المالکی بدر الدین ابن جماعت، جن کی فصوص پر شرح ہے، اور شیخ تقی الدین سبکی بھی شیخ کے عقیدت مند ہیں شیخ تقی الدین سبکی نے آپ کے حالات لکھتے ہوئے فرمایا "حضرتِ شیخ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت تھی۔"

شیخ سراج الدین مخزومی نے بھی حضرت شیخ کے دفاع میں ایک بھرپور کتاب لکھی۔ حضرت شعرانی نے اس کتاب سے "الیواقیت والجواھر" کے مقدمہ میں بہت سا حصہ نقل کیا، شیخ مخزومی نے سختی سے کہا

⇐

کہ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی نے شیخ کے متعلق کوئی برا فتویٰ نہیں دیا۔

قاضی شمس الدین خونجی شافعی حضرت شیخ کی خدمت غلاموں کی طرح کرتے تھے۔ شیخ یافعی ارشاد میں فرماتے ہیں: "ان جاہلوں کا اربابِ طریقت پر اعتراض وانکار کرنا ایسا ہی ہے، جیسے مچھر کا پھونک مار کر پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانے کی کوشش کرنا۔" امام جلال الدین سیوطی کے شیخ محمد مغربی اور دیگر بے شمار اہلِ تصوف و معرفت کا حضرت ابن العربی کے متعلق یہی عقیدہ ہے۔

(4) چوتھا گروہ ہے جن سے انکار و اعتراض مشہور نہیں نہ ماننے کا قول نہ محبت کا اظہار ان کے متعلق قول یہ ہے کہ وہ سب حضرت شیخ کی تالیفات اور عقیدہ سے آگاہ ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو لازم آئے کہ وہ مسلمانوں کے معاملات سے جاہل ہیں، یہ لوگ حضرت کے عقیدہ اور علوم کی تائید کرنے والے اور آپ کی منزلت و رفعت کی بلندی کے مقر ہیں، اگر معاملہ ایسا نہ ہو جیسا کہ منکرین کا وہم ہے تو ہمیں تمام علمائے اسلام کے متعلق کسی کا یہ قول اختیار کرنا پڑے گا، "الساکت عن الحق شیطان أخرس "حق سے خاموش کرنے والا گونگا شیطان ہے۔ یا پھر ان کا خاموش رہنا شیخ کی تائید کرنے والوں سے ڈرنے کے باعث ہے اور یہ بات بہت بعید ہے، پھر ایک ہی صورت رہی کہ وہ شیخ کی خوش عقیدگی اور ولایت کے قائل ہوں اس طرح جس نے بھی شیخ کے خلاف فتویٰ نہیں دیا وہ آپ کا محب اور آپ کے عقیدے کا مُقر ہو سکتا ہے اس کا صاف لفظ میں اقرار نہ کرنے کی وجہ دراصل منکرین کا سلسلہ اور مشائخ اسلام کا زوردار رد ہے۔

تعقیب حافظ ذہبی "فصوص" کی وجہ سے شیخ کے منکرین میں سے تھے اس کے باوجود وہ آپ کی تمام مؤلفات کی صحت تسلیم کرتے تھے ان سے "فصوص "میں شیخ کے اس قول کہ "ان کو یہ کتاب بارگاہِ رسالت سے عطا ہوئی" کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا تو فرمایا: "میں نہیں سمجھتا کہ حضرتِ شیخ محی الدین جیسے بزرگ کبھی جھوٹ بول سکتے ہیں اھ"

تو کیا یہ ان کا "فصوص "کے متعلق قول سے رجوع ہے؟ اللہ بہتر جانتا ہے۔

تنبیہ واضح رہے کہ ہم مذکور مشائخ اسلام میں سے کسی کو حضرتِ شیخ اکبر پر حجت نہیں سمجھتے، اگرچہ وہ اسلام کے مشائخ ہیں مگر حضرتِ شیخ اکبر اسلام ایمان، احسان، ایقان اور ان سے بالا مراتبِ دین کے شیخ ہیں، کیونکہ وراثتِ محمدیہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ شیخ اپنے زمانے میں سب لوگوں سے زیادہ کتاب و سنت کا عالم اور سب سے بڑھ کر کتاب و سنت کا پیرو ہو اور اللہ کی پناہ ایسا شخص ان پر حجت ہو جو سیدنا محمد ﷺ کے وارثوں سے نہ ہو پس محمدیوں میں سے ہر ایک اپنے بھائی کے لیے حجت ہے کوئی اور حجت نہیں اور ان مشائخ رضی اللہ عنہم کا قول ہم پر حجت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی محدود و مقید عقلوں اور دینی حقائق سے جہالت کے باعث محمدیوں کے علوم قبول نہیں کرتے، پس ہم اس شخص کو جو مرتبہ عقل اور نظری فکر میں ہمارا زیادہ قریب ہوتا ہے اس واسطے کی طرح قرار دے لیتے ہیں جس کے ذریعے ہم ان علوم کو قبول کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ ہمارے عقلی مرتبہ کے قریب ہوتے ہیں اگرچہ اس مرتبہ میں ہم سے فوقیت رکھتے ہیں کیونکہ ان کو ظاہری شرعی نص پر وسیع اطلاع حاصل ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ قول معاذ اللہ علمائے شریعت کے حق میں قدح نہیں، بلکہ وارثینِ محمدیت کے بلند رتبہ ہونے کی آگاہی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جن لوگوں نے ظاہری علم ظاہر کیا جیسے آئمہ اربعہ وہ اربابِ تصوف کے نزدیک اہلِ وراثتِ محمدیہ سے ہیں، اگرچہ ان کے مراتب میں فرق ہے یعنی کوئی وتد ہے اور کوئی صدیق اسی طرح ولایت کے دیگر مراتب ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرتِ شیخ اکبر (اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی ذات اقدس سے دنیا و آخرت میں نفع عطا کرے) کے متعلق کلام اتنا عظیم ہے کہ یہ کتاب اس کی متحمل نہیں ہو سکتی اور یہ اس کی تفصیل کا مقام بھی نہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو عنقریب ہم حضرت شیخ کے دفاع پر مشتمل کتاب کی تحقیق کی ذمہ داری لیں گے اور ہر مقولہ عقیدہ یا فتویٰ پر دلیل و شواہد ذکر کریں گے۔

واضح رہے میں نے شیخ کے وہ اقوال ذکر کیے جن کے باعث میں اس کتاب کی تحقیق میں اکتایا نہیں یہ اقوال ان شاء اللہ اپنے مقام پر آرہے ہیں: مثلاً "حدوثِ عالم کا قول"، "حلول واتحاد کی نفی" اور دیگر وہ

⟸

کام نہیں لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اس بات کا مشاہدہ ہے کہ یہ فعل اللہ وحدہ لاشریک کا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر کبھی اسم قاہر یا اسم قہار کی تجلی نہیں ڈالی میں نے اس حقیقت کا مشاہدہ دوسرے لوگوں میں کیا جب ان پر پردے پڑ گئے۔" انتہیٰ۔

دوسروں کی طرف نیکی کی نسبت سے محبت

سچے مریدوں کا ایک خلق یہ ہے کہ وہ دوسروں کی طرف نیکی کی نسبت کو پسند کرتے ہیں۔ بادئ رائے میں وہ اس کو اپنی طرف منسوب کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ پس جب رات کی عبادت کریں، یا صدقہ دیں یا مسجد تعمیر کریں اور سنیں کہ کوئی شخص ان کاموں کو دوسروں کی طرف منسوب کر رہا ہے تو اس سے ان کو خوشی ہو اور جب کوئی مسجد تعمیر کریں اور اس پر اپنا مال خرچ کر رہے ہوں اسی طرح کوئی اور شخص بھی مسجد کی تعمیر میں لگا ہو اور وہ ان سے خفیہ مدد مانگے تو اس سے وہ خوشی محسوس کریں۔ جب دوسروں کی طرف نیکی کے کاموں کی نسبت گراں گزرے تو یہ ان کے عدمِ اخلاص کی دلیل ہے۔

اقوال جو آپ کی طرف منسوب کیے گئے یا تو محض افتراء اور من گھڑت ہیں یا آپ کا کلام غلط سمجھا گیا ہے۔

اب ہم اس ترجمہ کو سیدی عبدالوہاب کے کلام پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: "میں نے حضرت شیخِ اکبر قدس سرہ کے واقعہ میں دیکھا سیدنا آدم علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے، آپ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا: یہ بیٹا (شعرانی) ہم سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ میں اس وقت حضرتِ شیخ کی کتابیں پڑھنے، ان کا دفاع کرنے اور ان کے سوالات کے جوابات دینے سے بہت شغف رکھتا تھا۔ تو سیدنا آدم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: بیٹا! تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے عرض کیا: "کیوں نہیں میرے آقا" فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا "وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ" اور اللہ سچ فرماتا ہے اور وہ راہِ راست کی ہدایت دیتا ہے۔

اہل عبادت کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا

سچے مرید عبادت گزاروں کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ خاتمہ کا کسی کو علم نہیں ہوتا اور اس لیے بھی کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بندوں پر شب و روز اس کے حلم اور احسان کا اظہار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إن رحمتي سبقت غضبي"[26] بے شک میری رحمت

[26] بخاری 2700/4، مسلم 218/4

فائدہ جلیلہ شیخ ابن ماء العنین نے فرمایا: "اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے حدیثِ ربانی میں ارشاد فرمایا: "رحمتي سبقت غضبي" یعنی میری رحمت وسیع ہوگئی، یہ اس طرح کہ رحمت صفت ہے اس کا فعل یا کسی اور معاملہ سے تعلق نہیں، جہاں تک غضب کا تعلق ہے وہ بندے کے فعل سے متعلق ہے یہاں ایسی باتیں ہیں جن کے اظہار سے عبارتیں قاصر ہیں، نہ یہاں اشارے کام دیتے ہیں، کیونکہ یہ بال سے باریک اور نظر سے لطیف و دقیق ہیں، اور اس کے لیے یہ علم کا سمندر ہے جس سے متصف فرد کامل ہے اور وہ غوث فاضل ہے جس پر وجود کا معاملہ دائر ہے، اور وہ اللہ رب العالمین کا نائب ہے اس کے لیے صفاتِ الٰہی ذاتِ محض بن گئیں۔ پس اس نے مراتب موجودات کے ہر مرتبہ کو اس کا حق عطا کیا تاکہ وہ اخلاق روحانی سے متصف ہو جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "تخلقوا ما خلاق الرحمانية" یعنی رحمانی اخلاق سے متخلق ہو جاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ۔ یہاں نبی اکرم ﷺ کے بعض جامع کلمات میں سے ایک لطیف نکتہ ہے کہ آپ نے "اخلاق رحمانیہ" فرمائے اخلاقِ جباریہ، اخلاق عظیمہ اور اخلاق کبریائیہ نہیں فرمائے، کیونکہ ان میں دوسروں کی کچھ مقید شمولیت ہے، اور یہ پہلے گزر چکا کہ صفات میں اصل صفات رحمٰن ہے جیسے کہ اسماء میں اصل اسم اللہ ہے۔

واضح رہے کہ اسم رحمان وزن فعلان پر ہے، اور یہ لغت میں متصف بہ کے ساتھ شدید اتصاف اور

میرے غضب سے بڑھ گئی۔

"سبقت الرحمة الغضب" کا معنی جو کسی صاحبِ کشف نے بیان کیا یہ ہے کہ اسمائے رحمت کا مفہوم بندے کی طرف تیزی سے جاتا ہے، پس جب غضب کا معنی آتا ہے تو رحمت کو پہلے سے پاتا ہے اس لیے اس میں غضب نفوذ نہیں کر سکتا۔ یہی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا﴾ اور جس شخص پر فضل الٰہی کا ظہور اور غلبہ ہو تو اس کے لیے سوائے تعظیم کے کوئی بات سزاوار نہیں مگر اس مقام و مرتبہ والے شخص کو دو آنکھیں چاہئیں، ایک آنکھ جس سے دیکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا مظہر ہے اور دوسری آنکھ جس سے دیکھے کہ وہ جانب ربانی میں کوتاہی کرتا ہے، اس کے فضل کا شکر اور اس کی حمد کم بجالاتا ہے، پس وہ اپنے آپ کو دوسرے بندگانِ خدا سے کم تر سمجھے اور یہ خلق بہت عزیز و غریب ہے۔

برادرِ عزیز! اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کرو تمہیں ان کے مقام و مرتبہ کا پتا چل جائے گا۔ ہاں! اپنی ذات کو نہ بھولو، اور میزان شریعت کے مطابق لوگوں کی عظمت و حقارت حق کے ذریعے جانچو۔

بحالِ ذوق مقامِ توحید میں داخل ہونے سے بچنا

بحالِ ذوق مقامِ توحید میں داخل ہونے سے بچنا سچے مریدوں کے اخلاق میں ہے، کیونکہ اس میں خرابیاں ہیں اور یہ ساری ملتوں کے اجماع کے خلاف ہے اور یہ واحدۃِ مطلقہ کا عقیدہ ہے، یہاں تک کہ بعض علما نے کہا کہ "روح کی حقیقت دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات پاک

ظہور کے لیے ہے، اس لیے اس کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہے۔ دیکھیے! شرح کبریت احمر ہماری تحقیق کے ساتھ۔

ہے اور ابلیس کی حقیقت بھی (معاذ اللہ) اللہ ہے اور یہ کہ ہر معاملہ میں نفس کی فرمانبرداری اور ابلیس کی فرمانبرداری ضروری ہے جس کا بندے کو حکم ہے" اور یہ جہالت اور خرافات کا سب سے بڑا رتبہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ کبھی اپنے آقا کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، اگر اس کا قائل اپنے قول (دعویٰ) میں غور کرے تو اس کو غیر معقول کلام پائے گا، بھلا وہ وحدت مطلقہ کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے جب کہ اس جگہ ابلیس کی طرح یا دوسرے نافرمانوں کی طرح بندے کو ثابت کرتا ہے پس ایسے عقیدہ سے اللہ کی پناہ مانگ جو ساری ملتوں کے اعتقاد کے خلاف ہو اللہ تعالیٰ کی ذات مقدمہ اس سے کہیں بلند ہے جس کا دعویٰ منکرین کرتے ہیں، تمام عقلاء اس سے عاجز ہیں کہ وہ یکتا زبان سے کلام کریں، انہوں نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا، کیونکہ یہ دعویٰ تمام رسولوں کی رسالت اور تمام کتابوں کے احکام کو باطل ٹھہرا دیتا ہے، کیونکہ سب رب اور عبد کے تشنیہ کے ساتھ آئے جیسا کہ ہم نے اس موضوع پر تفصیلی کلام اپنی کتاب "فرائد القلائد فی علم العقائد" میں کیا اور ذکر کیا کہ تمام اکابر اولیاء آداب عبودیت کے پابند رہے اور کسی زمانے میں کوئی فضائے ربوبیت کی طرف نہ نکلا یہاں تک کہ بعض کو اللہ تعالیٰ نے حرفِ کن عطا فرمایا مگر انہوں نے دنیا میں حرفِ کن کے ساتھ تصرف نہ کیا اور کہا ہم اوصاف ربوبیت سے مزاحم نہیں ہوتے۔[27]

---

[27] حضرت شیخ شرقاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "العبودیة" کا معنی ہے ذلت اور محتاجی اور یہ اللہ تعالیٰ کا وصف نہیں چنانچہ جب حضرت ابو یزید بسطامی نے کوئی ایسی چیز نہیں پائی جس سے تقرب خداوندی حاصل کریں اور اس میں الوہیت کا مدخل نہ ہو تو فرمایا اے رب میں کس چیز کے ساتھ تیرا تقرب حاصل کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس چیز سے تقرب حاصل کر جو میرے پاس نہیں، یعنی ذلت اور محتاجی، پس عبد کا معنی ہے ذلیل۔ اہل عرب کہتے ہیں "ارض معبدة" یعنی پامال زمین۔

⟸

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا۔

یعنی اس لیے پیدا کیا کہ اس کے حضور عاجزی اور ذلت کا اظہار کریں۔ اور جو شخص اس کی معرفت نہیں رکھتا وہ عاجزی کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔ اسی لیے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے "لیعبدون" کی تفسیر "لیعرفونی" یعنی میری معرفت حاصل کریں اور یہ اس کی لازم تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جنسوں (جن وانس) کو ذکر کے ساتھ مخصوص فرمایا کیونکہ ان دونوں کے سوا تمام مخلوقات میں سے کسی نے الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا نہ کسی نے اس کے حضور تکبر کیا۔ اور مقامِ بندگی بھی پورے کمال کے ساتھ کسی کے لیے محقق نہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوا۔ آپ تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ آپ اس کی طرف منسوب بندے ہیں۔ فرمایا: ﴿لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ﴾ نیز فرمایا: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ﴾ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت کے دن کے مقام و مرتبہ کا حکم دیا تو آپ نے فرمایا "انا سید ولد آدم ولا فخر" میں روزِ قیامت اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور اس حقیقت کا اظہار بغیر فخر کے کر رہا ہوں۔

مراد یہ ہے کہ میرا مقصود تم پر سیادت کا فخر کرنا نہیں بلکہ تمہیں آگاہ کرنا ہے کہ یہ تمھارے لیے بشارت ہے کیونکہ تمہیں میری اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں "ولا فخر" ہے یعنی میں نے یہ بات ازراہِ غرور نہیں کہی۔ کیونکہ فخر حق کے پردے میں باطل پر گھمنڈ ہے۔ پس بندہ حالِ بندگی میں حق کے ساتھ ایسا ہے جیسے چراغ کے سامنے آدمی کے ساتھ سایہ۔ جتنا چراغ کے قریب ہو گا سایہ بڑا ہو گا۔ اور چراغ جتنا دور ہو گا سایہ اتنا ہی چھوٹا ہو گا۔ اور تمہیں حق سے دور کرنے کا سبب تمھارا ان صفات سے بیگانہ ہونا ہے جس کے تم مستحق ہو اور تمھارا اللہ تعالیٰ کی صفات میں طمع کرنا ہے۔

⇐

ان میں سے ایک ابوالسعود بن اشبل [28] ہیں جن کے بارے میں شیخ محی الدین بن

حضرت شیخ شعرانی رسالہ "انوار قدسیہ" میں فرماتے ہیں: "واضح رہے کہ بندے کا اپنی حدود سے نکلنا اس لیے کہ وہ صورتاً مخلوق ہے اور اللہ ہی کے لیے عزت، کبریائی اور عظمت ہے۔ پس یہ احکام بندے میں واقع کی تحقق کے لیے سرایت کر گئے اور کامل بندے وہ ہیں جنہیں ان کی صورتاً تخلیق نے فقر، ذلت، عبودیت سے پھیر دیا تاکہ اپنے نفوس سے عجز، ضعف اور معمولی اشیاء کی طرف محتاجی کو پہچان لیں اور یہ چیز ہر انسان اپنے نفس سے اپنے ذوق کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔ اس لیے بندے کو بچنا چاہیے کہ اپنے نفس کو دیکھ کر دوسروں پر تکبر کرے خواہ اس کا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ اچھی حالت میں ہوتا ہے جیساکہ حدیث میں آیا۔ بندہ اس قول سے بھی بچے کہ کہے "تم اپنے سر کو میرے سر یا اپنے آپ کو میری طرح بنالو" یا اسی طرح کے دوسرے کلمات ہیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں جہالت، سخت دلی اور تکبر کی دلیل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اگر اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کے سوا کچھ نہ ہوتا تب بھی زجر اور ڈانٹ کے لیے کافی ہوتا۔ کیونکہ سب بندے، آزاد ہوں یا غلام اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے اس کے جس کو اس کے مالک نے فضیلت دی ہے۔ اور اس فضیلت کا علم وحی کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ پس عاجزی اور مسکنت لازم کرلو اور اپنے غلاموں اور خادموں کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو اگر تم اللہ کے بندے ہو۔" انتہیٰ۔ دیکھو شرح الحکم الکردیہ

[28] آپ عارف افخم، صوفی اعظم سیدی ابوالسعود بن شبلی بغدادی ہیں۔ ایسے امام ہیں جن کی اللہ کے ساتھ ارادت کمال کو پہنچی اور مشاہدۂ حق میں آپ کی ذات مرتبۂ صفا سے ہمکنار ہوئی۔ آپ عارف باللہ حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر پیرو ہیں، شیخ شرقاوی فرماتے ہیں: "ان کا مقام صدق تھا مقامِ حال نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقامِ صدق پختہ ہونے کی وجہ سے دنیا میں گمنام رہے

⟸

العربی نے شہادت دی کہ انہوں نے اپنے شیخ حضرت عبدالقادر جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تکمیل کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو علمِ توحید اس لیے عطا کیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس لیے نہیں دیا کہ اس میں وہ تصرف کریں جس کا ان کو حق نہیں، کیونکہ یہ بات اوصافِ بندگی کے خلاف ہے جن سے بندہ بارگاہِ ربانی میں قرب پاتا ہے۔"

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانِ اقدس سے سنا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اس وقت سے وہ وصل و فصل کے بغیر اس کے ساتھ ہیں کیونکہ وصل و فصل صرف ہم جنس چیزوں سے ہوتی، جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان کسی جہت سے مجانست نہیں، علمِ الٰہی کا ان کے ساتھ جو تعلق بھی ہے وہ اس سے جدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا ہو جاؤ، تو وہ ہو گئیں اگر ان کے حقائق موجود ہوتے تو قول کن کی ان کو حاجت نہ ہوتی جیسا کہ قدم عالم کا دعویٰ کرنے والے کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ "کن" تو صرف معدوم پر آتا ہے، تاکہ اس کو وجود بخشے، بخدا اس شخص نے غلط کہا جس نے دعویٰ کیا اس کا بعض بعض سے عشق کرتا ہے تو وہ معشوق ہے بشرطیکہ اس کا قول حالت صحو میں بولا گیا ہو اور اگر مستی اور نشے میں کہا تو مست شخص کی عبادت کا اعتبار نہیں۔

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے جس سے اہل شطح استدلال کرتے ہیں کہ

بخلاف شیخ عبدالقادر کے وہ حالِ صدق میں متمکن اور محقق تھے اس لیے ان کے ہاتھ پر خارقِ عادات باتوں کا ظہور ہوا اور دنیا میں مشہور ہوئے۔ پس ہم نے مقامِ صدق حضرت ابوالسعود جیسا نہ دیکھا۔ اور مقامِ حال میں سیدی شیخ عبدالقادر کی مثال نظر نہ آیا۔ پس وہ صدق جو نعتِ الٰہی ہے۔ وہ صرف اہل اللہ کے لیے ہوتا ہے اور جو صدق لوگوں میں مشہور ہے وہ ہر سچے شخص میں خواہ مومن ہو یا کافر پایا جاتا ہے۔" انتہیٰ، دیکھیے، الکواکب الدریہ 645/1، وشرح الحکم الکردیہ ص89)

حضور ﷺ نے فرمایا۔ "الأكل شئى ما خلاء الله باطل و كل نعيم لا محالة زائل لأنها اصدق كلمة قالها شاعر لبید" سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر شے باطل ہے اور ہر نعمت لا محالہ زائل ہے یہ انتہائی سچا کلمہ ہے جو لبید شاعر نے کہا۔

پس وحدتِ مطلقہ کے قائلین کی دلیل صحیح نہیں کیونکہ تصریح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق بھی ہے لیکن ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی امداد کا مرہونِ منت ہے مستقلاً ان کا وجود نہیں۔

اور جس کا وجود دوسرے کا مرہونِ منت ہو وہ کالعدم اور باطل ہے کیونکہ وہ ہر جہت سے نابود ہے۔

اے برادرِ عزیز! اس حقیقت کو سمجھ لے اور اس تقدیر کو جسے ہم نے ثابت کیا، اپنے زمانے کے مریدوں پر چسپاں کر کے دیکھ تجھے ان کے احوال کا پتا چل جائے گا۔

شیخ کی بکثرت پابندیوں پر خوش ہونا

سچے مریدوں کا ایک خلق یہ ہے کہ وہ شیخ کی پابندیوں اور خواہشاتِ نفس سے روکنے والی باتوں پر خوش ہوتے ہیں۔ جیسے حسنِ ہیئت اور کپڑوں کی نظافت اور مریدوں کو دوسرے شیخ کی صحبت میں بیٹھنے سے ممانعت۔

جو مرید اس طرح کی پابندیوں پر ناگواری کا اظہار کرے وہ اپنے دعویٰ ارادت میں جھوٹا ہے۔ بعض اوقات کوئی مرید مبالغہ سے کام لیتا ہے اور شیخ اس کو ناپسند کر کے اس سے جدائی اختیار کر لیتا ہے تو مجلس میں اس کا مقام گر جاتا ہے۔

حضرت شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شیخ کو چاہیے کہ وہ مریدوں سے پوری احتیاط کرے اور بہت سمجھ داری اور سیاست سے ان کی تربیت کرے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ وہ انہیں دوسرے شیخ کے مریدوں کے ساتھ بیٹھنے سے روکے کیونکہ اس میں بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے جب کہ نفس کا کام ہے خیانت کرنا۔ ہاں جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔"

دنیا سے تجرد

سچے مرید کا ایک اور وصف دنیا سے تجرد ہے۔ وہ دنیا سے وہی کچھ لیتا ہے جو اس کے لیے ضروری ہو مثلاً اتنا کپڑا جس سے پردہ پوشی کر سکے۔ یا روٹی کا ٹکڑا جس سے بھوک کا ازالہ ہو، اور ایک گڈری جس سے سردی کی تکلیف دور ہو سکے۔ اگلے پچھلے فقیروں کا یہی طریقہ رہا ہے۔ پھر جب ان کا حال کمال کو پہنچ جائے تو وہ حسبِ خواہش مال و متاعِ دنیا سمیٹ کر ان کے مصارف میں خرچ کر سکتے ہیں۔ اور اگر چاہیں تو تجرد کی حالت پر قائم رہ سکتے ہیں۔ اور مقامِ فقر لوگوں کو ایک نکتہ میں جمع کر دیتا ہے۔ ہم نے "سنن کبریٰ" کے کئی مقامات میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مرید اس وقت تک دنیا سے تجرد اور کنارہ کشی میں سچا نہیں ہو سکتا جب تک وہ مقامِ صدق تک نہیں پہنچتا۔ اس کا معیار یہ ہے کہ وہ تنگ دستی سے کشادہ دلی محسوس کرے اور کشادہ دستی سے دل تنگ ہو۔ اور یہ جذبِ الٰہی یا شیخِ ناصح کے ہاتھ پر "سلوک الی اللہ" کے بغیر ممکن نہیں۔

مخالفتِ آئمہ سے خروج

ایک اور خلق آئمۂ دین کی مخالفت سے خارج ہونا ہے اس لیے مریدوں کو چاہیے کہ وہ آئمہ کے اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے جہاں تک ہو سکے عبادت کو انتہائی کامل صورت میں ادا کریں۔ اپنے مذہب ہی کے مطابق عمل پر اقتصار نہ کریں۔ بعض اوقات بہت سی احادیث پر عمل نہیں ہو سکتا جن پر ان کے امام نے عمل نہیں کیا۔ اور ہر قول یا فعل جس کے واجب ہونے یا مستحب ہونے کی وضاحت شارع علیہ السلام نے نہیں فرمائی اگر نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور تقلید میں کیا جائے تو وہ عبادت ہے قطع نظر اس کے کہ اس کو واجب قرار دیا جائے یا مندوب و مستحب۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کی تقلید کافی ہے۔ مریدین اگر اس کو واجب سمجھ کر ادا کریں تو افضل ہے لیکن انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کو اس کا حکم دیں اور اس کی وجہ سے امتِ محمدیہ

کو تنگی میں ڈالیں۔

حضرت اخی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے درہم یا طعام میں سے کوئی چیز کبھی رہنے نہ دیتے اور فرماتے: ”حضرت ابوذر وغیرہ اصحابِ صفہ ذخیرہ اندوزی کو حرام سمجھتے تھے۔ پس تم ان کی مخالفت نہ کرو، وہ سخت سردی میں تین بار وضو کرتے اور اعمال میں بہت سختی سے کام لیتے یہاں تک نیند میں تمکن کے باوجود وضو کرتے اور بغیر وضو نماز نہیں پڑھتے“

آپ فرمایا کرتے۔ ”رخصتیں ہم جیسے لوگوں کے لیے نہیں“۔

تم اس خلق کو اپنے مدعیان صدق بھائیوں پر پیش کرو تمہیں ان کی حالت کا علم ہو جائے گا۔ مگر اپنے نفس کو نہ بھولو۔ والحمد للہ رب العالمین۔

دنیا کی زینت پر نظر نہ ڈالنا

سچے مریدوں کی ایک اور خوبی زینتِ دنیا پر نظر نہ ڈالنا ہے۔ جب ان میں کوئی نیا لباس یا نئی گوڈری پہنے تو اس خوف سے اس کی طرف نظر نہ کرے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب نہ بن جائے۔

حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دفعہ حُلّہ پہنا تو اچھا لگا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتار دینے کا حکم دیا۔ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دھاری دار چادر میں نماز پڑھی جب اس پر نظر پڑی تو پسند آئی پس امت کے لیے شرعی مسئلہ بنانے کے لیے اس کو ترک کر دیا اور یہ اندیشہ بھی ہوا کہ کہیں امت اس کو مثال نہ بنا لے۔ ورنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ دونوں جہانوں کی کوئی چیز آپ کو اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کر سکتی۔

برادرِ عزیز! اس بات کو سمجھ لے اور ہر اس چیز کے پہننے سے اجتناب کر جس کی طرف تیرا نفس مائل ہو اور کامل مرد اگر لباس فاخرہ زیب تن کریں تو ان کی مشابہت اختیار نہ کر۔

حضرتِ شیخ محی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیہ فرماتے تھے: مرید لباس پہننے کے لحاظ سے دو قسم کے ہوتے ہیں:۔

(1)وہ جو خرقہ پہنتے ہیں۔

(2)وہ جو فراخ دستی اور تنگ دستی کے مطابق لباس پہنتے ہیں۔

پس جو آخرت کے لیے لباس زیب تن کرتا ہے وہ لباس ہے جو پردہ پوشی کرے اور گرمی سردی سے بچائے اور زیادہ قیمتی نہ ہو جیسے شرائط ایمان۔ تو جو مرید تنگ دستی یا فراخ دستی کے مطابق پہنے اس کے صدق کی علامت یہ ہے کہ ایسا لباس پہنے جو اسے عیب دار نہ بنائے، اور علما اس پر عیب نہ رکھیں، اور بے وقوف لوگ اسے حقیر نہ جانیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [29] گندگی کے ڈھیروں سے چیتھڑے لے کر پہنتے تھے۔

---

[29] حضرت اویس قرنی کا عراق میں قدیم مقام ہے جس کے اوپر متقدمین کی طرز کا گنبد ہے بہت سے مسلمان اس مقام کی زیارت کرتے ہیں اور اس کی برکات کا نظارہ کرتے ہیں، اور یہ بہت مجرب ہے ہمارے علاقے میں مشہور ہے کہ جس بچے کے اخلاق بُرے ہوں اس کو نیند نہ آتی ہو اور اسے بہت سی بیماریاں لگی ہوں تو اس مقام شریف کی زیارت کرے اس کو آرام آجائے گا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے بہت صحت یاب ہوگا، اور اس مقام کی زیارت کرنے والے کے لیے یہی شرف و فخر کافی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس امت میں سے میرا خلیل اویس قرنی ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان پاکباز پردہ پوش بندوں کو پسند کرتا ہے جن کے بال الجھے ہوئے، چہرے غبار آلود اور (روزہ داری کے باعث) پیٹ اندر کو دھنسے ہوئے ہیں، یہ ایسے لوگ ہیں کہ گم ہوجائیں تو کوئی انہیں تلاش نہ کرے، امراء سے اجازت مانگیں تو کوئی اجازت نہ دے، اور اگر مالدار عورتوں کو پیغام نکاح دیں تو کوئی ان سے نکاح نہ کرے اور اگر کہیں اچانک نکل آئیں تو کوئی ان کے آنے سے خوش نہ ہو اور اگر بیمار پڑیں تو کوئی عیادت نہ کرے اور اگر مرجائیں تو کوئی جنازہ میں نہ آئے۔

⟸

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ اویس قرنی کا کیا مسئلہ ہے؟ فرمایا سیاہی مائل سرخ آنکھوں والا، جس کے دونوں کاندھوں کے درمیان دوری ہے درمیانہ قد، انتہائی گندمی رنگ، داڑھی سینہ تک مقام سجدہ کی نظروں کا رخ، بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ کو باندھے اپنی ذات پر روتے ہوئے دو پرانے کپڑوں میں ملبوس جس کی کوئی پروانہ کرے اور نہ اس کی طرف التفات کرے، اون کا تہ بند باندھے اور اون کا کمبل اوڑھے زمین پر گمنام اور آسمان پر مشہور و معروف اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسے ضروری پورا کرے۔ ہاں اس کے بائیں کندھے کے نیچے سفید داغ ہے روز قیامت جب بندوں سے کہا جائے گا جنت میں چلے جاؤ تو اویس سے کہا جائے گا تم شفاعت کرو، پس اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت کی بدولت قبیلہ ربیعہ اور مضر کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت قبول فرمائے گا اے عمر اے علی جب تم اویس سے ملو تو اس سے تقاضا کرنا کہ تمھارے لیے مغفرت کی دعا کرے۔"

چنانچہ جس سال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اس سال یہ دونوں حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اراکِ غرمات میں ان سے ملے وہ اس وقت اونٹ چرار ہے تھے ان دونوں نے ان کو ان اوصاف کے ذریعے پہنچانا (جو نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائے تھے) اور ان سے سلام کے بعد دعائے مغفرت کا مطالبہ کیا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا آپ کون ہیں؟ پس حضرت علی نے جواب دیا میں علی بن ابی طالب ہوں اور یہ امیر المومنین عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہیں یہ سن کر اویس سیدھے ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو اس امت کی طرف سے بہترین جزا دے؟ ان دونوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں بھی بہترین جزا دے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم یہیں ٹھہرو یہاں تک کہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو جاؤں۔ میں تمھارے پاس اپنی عطا سے خرچ اور فالتو کپڑے لاتا ہوں یہی جگہ ملاقات کی ہوگی۔ عرض کیا نہیں ملاقات کا وعدہ نہیں مجھے بتایے میں خرچ اور لباس لے کر کیا کروں گا، کیا آپ مجھ پر یہ اونی لباس اور چادر نہیں دیکھ رہے، میں ان کو کب پھاڑوں گا؟ آپ میرے جوتے نہیں دیکھتے میں ان

⟸

کو کب پرانا کر سکتا؟ اور یہ چار درہم جو میرے پاس ہیں میں ان کو کب خرچ کروں گا؟ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو زمین پر درہ مارا پھر پکار کر کہا اے کاش عمر کو اس کی ماں نے جنا نہ ہوتا۔ اے کاش میری ماں بانجھ ہوتی۔ میں خلافت کی ذمہ داریاں نہ اٹھاتا۔ یہ سن کر حضرت اویس نے کہا امیر المومنین آپ اپنا کام کریں میں اپنا کام کرتا ہوں۔ پس حضرت عمر مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور اویس نے اونٹ ہنکا کر لوگوں کے حوالے کیے اور ان کی نگرانی کا معاملہ چھوڑ کر عبادت کی طرف متوجہ ہوئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

میں نے کتاب "بحر الانساب" میں دیکھا کہ حضرت اویس بیرہ کے قریب مقامِ صفین میں شہید ہوئے۔ اس وقت آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب تھے اور آپ کی قبر شریف وہاں مشہور ہے۔ جس کی زیارت کی جاتی ہے اور یہ سن 36ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کو غسل دے کر دفن کیا آپ کا یہ مقام ہمارے علاقے میں مقامِ سلطان اویس قرنی کے نام سے مشہور ہے۔ شاید آپ نے یہاں چند روز عبادت کی ہو۔ واللہ اعلم

ظاہر یہ ہے کہ سلطان لقب حضور ﷺ کے ارشاد کہ "وہ خیر التابعین ہیں" سے ماخوذ ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں سعید بن جبیر سے بحوالہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: "خير التابعين رجل يقال له اويس يأتي عليكم في امداد اليمن لواقسم على الله لأبره فان استطعت ان يستغفرلك فافعل "خیر التابعین ایک مرد ہے جس کو اویس کہتے ہیں، وہ تمہارے پاس امداد یمن میں آئے گا اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسے قسم میں سچا بنادے اگر ہو سکے تو اس سے دعائے مغفرت کرانا۔ چنانچہ جب اویس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر نے ان سے دعائے مغفرت کی التماس کی تو انہوں نے دعائے مغفرت کی۔ الحديث بطوله۔

⇐

علمائے معرفت فرماتے ہیں: "مرید کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دنیا سے مکمل تجرد اور کنارہ کشی کرے اس طرح کہ دوسروں پر بوجھ بن جائے اور وہ اس کو کھلائیں پہنائیں۔ جیسے عورتیں ہوتی ہیں کہ ان کی معاشی ذمہ داری ان کے نگران پر ہوتی ہے یہ تو ردی الہمت ہونے کی دلیل ہے۔"

ہم نے "المنن الکبریٰ" میں ذکر کیا کہ ایک باروزگار شخص حضرت سیدی ابراہیم متبولی، کی زیارت کے لیے آیا تو اس کو فقیرانہ انداز اچھا لگا پس اس نے اپنا پیشہ چھوڑ دیا، حضرت شیخ نے پوچھا تو نے پیشہ کیوں چھوڑ دیا؟ اس نے جواب دیا۔ اس نے کہا میں نے خانقاہ میں آکر اس کے ایک گوشے میں اندھے اُلو کو دیکھا اور یہ منظر بھی کہ ایک شکرا روز آکر اس کو گوشت کا ٹکڑا دیتا ہے میں نے کہا ایک میں بھی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے فقیروں کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت شیخ نے فرمایا اپنے آپ کو اُلو کیوں بناتا ہے شکرا کیوں ہیں بناتا۔ کہ تو اپنے کسب سے کھائے اور اس میں سے دوسرے کو بھی کھلائے۔ پس اس نصیحت کی بنا پر اس شخص نے توبہ کی اور اپنے پیشہ اور حرفت کی طرف لوٹ آیا۔

اے برادر! اپنی نئی گدڑی کی طرف نظر نہ کر اور عوام کی عادت پر مبنی لباس سے بچ کیونکہ

امام احمد "زھد" میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے ایک فرد کی شفاعت سے بنو ربیعہ اور بنو مضر کے لوگوں سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔" امام حسن نے فرمایا وہ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس مقام شریف میں حسینی سادات واشراف کی بہت سی قبریں ہیں۔ دیکھیے (طبقات ابن سعد 111/4۔ حلیہ 79/2، تہذیب التھذیب 186/1۔ لسان المیزان۔ 471/1.1۔ انتصار موصلی۔ 54)

یہ بات اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف لے جاتی ہے اور اس پر اپنے بھائیوں کو بھی تنبیہ کر۔

صرف سخت بھوک اور پیاس میں کھانا پینا

سچے مریدوں کی ایک اور عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ کھاتے پیتے نہیں سوائے سخت بھوک اور پیاس کے وقت۔ اسی طرح صرف ضرورت کے وقت سوتے اور کلام کرتے ہیں اور اس پر واجب کا ثواب پاتے ہیں؛ کیونکہ انسان جب کسی مباح چیز کی طرف مجبور ہو تو اس کا فعل واجب ہو جاتا ہے۔ مرتبہ مباح کی مرتبہ واجب سے کیا نسبت۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مرید بلا ضرورت مباحات پر عمل پیرا ہو وہ رخصتوں پر کاربند ہے اس سے طریقت میں کچھ نہ ہو سکے گا۔

سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (اللہ تعالیٰ ہمیں آپ سے نفع عطا کرے) فرمایا کرتے تھے۔ شروع کے زمانہ میں سات سات مہینے یا زیادہ عرصہ ٹھہرا رہتا میں ضرورت نہ ہونے کے باعث نہ کھاتا نہ پیتا، ایک دفعہ تو ایک سال تک کھانے پینے اور سونے سے باز رہا، زمین پر پہلو نہیں لگاتا تھا۔ نہ اپنے پاؤں پھیلاتا تھا۔ مجھے طعام یاد ہی نہ آتا سوائے اس کے کہ وہ میرے سامنے رکھ دیا جاتا۔

ہر گھڑی اپنے نفس کی تفتیش

سچے مرید کی ایک اور صفت ہر گھڑی اپنے نفس کی تفتیش کرنا ہے تاکہ ہمہ وقت بارگاہِ ربانی کی طرف اپنی توجہ کا مشاہدہ کر سکے۔ پھر عمل میں اس توجہ کو پائے اور اس میں بڑھائے: کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ظاہر نہیں ہوتا جب تک قلبی طور پر حاضر نہ ہو سوائے فرض عبادات کے۔ اور فعلِ مکروہ یا فعلِ مباح میں تو اس کا ہرگز ظہور نہیں ہوتا۔ اس لیے مرید کو چاہیے کہ جب اپنے نفس کی طرف سے تلبیس دیکھے تو اس چیز کو قبول نہ کرے جو وہ اس کی طرف القاء کرے بلکہ اس شخص سے اپنے احوال کے بارے میں پوچھے جس کو اپنا خیر خواہ جانتا ہو اور وہ اس

سے مداہنت نہ کرے پھر اس امر کو قبول کرے جس پر اس نے جزماً تنبیہ کی ہو اور اپنے نفس سے کہے۔ اس صالح بھائی کی نصیحت کو قبول کر۔ اور نفس کو کثرت کے ساتھ زجر و توبیخ کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نفس کی رہنمائی نہ کرے یا اپنے ان بھائیوں کی بات نہ مانے جو اس کو نصیحت کرتے ہیں تو وہ حکم طریقت پر منافق اور جھوٹا ہے۔

میرا بھائی! اس چیز کو اپنے زمانے کے اکثر شیخ بننے والوں پر پیش کر تو انہیں نفس کے ساتھ دھوکے باز پائے گا اور اگر ایسا ہو کہ کسی نے ان کو نصیحت کی اور ان کی خامیوں کی نشاندہی کی تو وہ اس کے ساتھ عداوت اور جدائی پر اتر آئیں گے۔ اگر تجھے میری بات میں شک ہے تو تجربہ کر کے دیکھ لے اور ان میں کسی شیخ کو اس کے شاگردوں کے سامنے نصیحت کر کہ وہ دنیا کی محبت اور اس کی خواہشات میں مبتلا ہے۔ پھر دیکھ اس کی طرف سے اس کے گروہ کی طرف سے تیرے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ سچے مرید ایسے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو میرے عیبوں میں میری رہنمائی کرے۔ پس اس کو ذہن نشین کر لے۔

اپنے نفس کو سب سے زیادہ خطا کار جاننا

سچے مرید کی ایک اور خوبی اپنے نفس کو اس امت کے گنہگاروں سے بہتر نہ سمجھنا بلکہ وہ اپنے نفس کو ہمیشہ سب سے زیادہ خطا کار جانتا ہے اور دوسرے لوگوں کے نقائص سے اندھا ہو جاتا ہے، اور جب اپنے نفس کو دین و تقویٰ کے معاملے میں اپنے بھائی کے برابر سمجھے تو اس نے سوئے ادب سے کام لیا اور راہ ارادت سے نکل گیا۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: ”راہِ ارادت میں قدم رکھنا اس مرید کے لیے صحیح نہیں جو خیال کرے کہ ہر بلا جو اس کے علاقہ پر نازل ہوئی وہ اس کے گناہوں کے سبب سے ہے، اور یہ کہ سب لوگوں کے گناہوں کے باعث بخشے گئے ہیں۔“ انتہیٰ۔

ازالۂ منکرات کے لیے پیشوا نہ بننا

سچے مریدوں کا ایک اور وصف یہ ہے کہ وہ اپنے دور کی برائیوں کے ازالہ کے لیے

پیشوائی اختیار نہیں کرتے کیونکہ یہ بزرگوں کی ذمہ داری ہے کیونکہ وہ راہِ سیاست سے آگاہ ہیں۔ اورانہیں خود پسندی میں مبتلا ہونے کا خوف نہیں ہوتا۔ حالانکہ ازالہ منکر پر خود پسندی اور غروراٰ ہی جاتا ہے۔ اور یہ چیز اللہ تعالیٰ سے غافل کردیتی ہے خصوصاً جب سرکاری فوج کی طرف سے مار، قیدیا جسمانی زخم ملیں۔ صوفیاء نے اس کو ابلیس کی دسیہ کاریوں سے شمار کیا۔

مجھے میرے شیخ سیدی علی الخصواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ مریدوں کی ایک جماعت چوک میں ٹھہری وہ اجرت پر فصل کاٹتے تھے اور ہاتھوں سے کمائی کرتے تھے اوران کے دل ذکر سے زندہ تھے۔ ابلیس جب بھی ان کے قریب ہوتا توان کے انفاسِ ذکر سے جل اٹھتا، جب ان سے عاجز آگیا تو بے کاروں کی ایک جماعت کو وسوسہ میں مبتلا کیا تو وہ لڑ پڑے یہاں تک کہ بعض کو لہولہان کردیا۔ اور یہ مرید دیکھ رہے تھے پھران کو وسوسہ میں ڈالا کہ یہ بہتر ہے جوان پر زیادتی کرتا ہے اور وہ ان سے افضل ہے۔ پس وہ مجلسِ ذکر چھوڑ کر ان بیکاروں کے لیے اٹھے اوران کو زخمی کیا۔ اصل میں شیطان کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجلسِ ذکر کو چھوڑدیں۔ پس اے مریدو! اس سے بچو؛ کیونکہ شیطان کی آفتیں بہت ہیں۔ اوراس کی دسیہ کاریاں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہیں۔ اس سے آگاہ ہوجاؤ اور جو کچھ اس خلق میں ہم نے تمھارے لیے ثابت کیا اس کو اپنے ان مریدوں پر پیش کرو جو صدق کا دعوی کرتے ہیں۔ تمہیں ان کے حال سے آگاہی ہوجائے گی۔

شیخ گھر میں یا خلوت میں آنے کی اجازت نہ دے تو......

سچے مرید کا ایک اور خلق یہ ہے کہ شیخ اسے گھر میں یا خلوت میں آنے کی اجازت نہ دے تو اس کے دل پر گراں نہیں گزرتا اور جو مرید شیخ کی ممانعت سے ناراض ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوجاتا ہے۔ میرے ساتھ ایسا ہوا کہ ایک مرید میری تربیت سے نکل گیا پھر میری دہلیز پر آگیا تو دروازے نے اس کو مردود پایا بس وہ غضب کا شکار ہو کر لوٹا۔ پھر دوماہ تک مجھ سے نہ ملا اور اس پر غضب الٰہی کے نشانات ظاہر ہوئے بس میں نے اس پر نظر ڈالی تو اس

کو اس حالت سے بھی بدتر حالت میں دیکھا جس پر وہ بیس سال سے پہلے بلا دِریف سے میرے پاس آیا۔ میں نے اس کا نام نہیں لیا کیونکہ وہ میرے شاگردوں میں بہت مشہور ہے۔

اس مرید کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ شیخ کو حکم ہوتا ہے کہ اس کی خلوت میں خاص شاگرد ہی داخل ہوں اس کو اس بات کا بھی حکم ہے کہ اس کی خانقاہ میں عام شاگردوں کی خاص جگہ ہو جہاں اجنبی دنیا دار نہ آسکیں۔ پھر فرض کریں کہ شیخ اس سے کہے منافق لوٹ جا تو میرے پاس نہ آ۔ تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس ارشاد کی اچھی توجیہ و تاویل کرے اور کہے شیخ نے مجھے منافق کا نام دیا تو یہ اس وجہ سے کہ میرے اندر نفاق پایا جاتا ہے کیونکہ شیخ بلا شبہ سچا ہے۔ پس وہ اپنے نفس میں جھانک کر دیکھے تاکہ اس کو نفاق کی صفتوں کا پتا چلے اور وہ ان سے توبہ کرلے اور یہ واجب ہے جہاں تک نسبتِ نفاق سے برا محسوس کرنے کا تعلق ہے تو یہ اصل نفاق ہے۔

برادرِ عزیز! جو کچھ میں نے اس خلق کے متعلق بیان کیا اس کو مدعیٔ صدق پر چسپاں کر کے دیکھ۔ تجھے اس کے مقام و مرتبہ کا پتا چل جائے گا۔ ہاں اپنے آپ کو اس معاملے میں فراموش نہ کر۔

مرید کا ہر معاملہ سنجیدگی پر مبنی ہو

سچے مرید کا ہر معاملہ سنجیدگی پر مبنی ہوتا ہے ہنسی کھیل پر مشتمل نہیں ہوتا۔ اگر کسی سے ایسی چیز واقع ہو تو خواب میں اس کو سزا دی جاتی ہے؛ کیونکہ مرید کا عمل شروع ہی سے اس کام میں ہوتا ہے جس میں آخرت کا ثواب ہو۔ تم اس کو کبھی لغو کام، غفلت اور ایسے فعل کی فراموشی میں نہ پاؤ گے جو فعل بارگاہِ خداوندی کے قریب کرتا ہے۔

ایک دفعہ میرے ساتھ ایسا ہوا کہ دورانِ تدریس میں نے ہنسا دینے والا کلمہ کہا تو اسی رات میں نے اپنے نفس کو خلیوص المغافی کے ساتھ دیکھا میں مصر سے اس کا رفیقِ سفر تھا یہاں تک کہ ہم ایک بڑے محلے میں آئے۔ پس میں اس خواب سے خوفزدہ ہو کر اٹھا۔ اس کی

وجہ یہ تھی کہ میں نے شریعت کے ساتھ ایسی چیز کو ملا دیا تھا جس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں۔ میں نے اپنے پیچھے کی طرف سفر کیا آگے کی طرف نہیں۔ اور یہ کہ میں اپنے مقام سے نیچے اتر آیا اور وہ ہنس دینے کی بات یہ تھی کہ جب میرے سامنے پڑھا گیا کہ مستحب یہ ہے کہ مؤذن امین و دیانتدار ہونا چاہیے، تو میں کہا ضرور خصوصاً جب منارہ کے ساتھ کوئی خوبصورت بدکار عورت کھڑی ہو اور وہ آپس میں نظر بازی کر رہے ہوں۔

جب کہ حکایت ہے کہ ایک عورت اور موذن کے درمیان (پیغام رسانی کی ایک) نشانی تھی، وہ یہ کہ جب موذن رات کی اذان میں کہتا "لا الہ الا اللہ" اور عورت کا شوہر اس کے پاس ہوتا تو وہ جواب میں کہہ دیتی "لا الہ الا اللہ حاضر نظر" تو مؤذن اس سے آگاہ ہو جاتا اور اس کے پاس آنے سے باز رہتا اور جب وہ کہتی "لا الہ الا اللہ سبحانہ و تعالیٰ" تو وہ معلوم کر لیتا کہ اس کا شوہر غائب ہے پھر وہ اس کے پاس آ جاتا، اس عورت کے تعالیٰ کہنے کا مقصد یہ ہوتا "تعالیٰ فإن زوجي غائب" آجا میرا شوہر موجود نہیں۔ جب میں نے یہ حکایت سنائی تو طلبہ کی جماعت ہنس پڑی اور اس پر مجھے خواب میں عتاب کیا گیا اور کہا گیا تم اپنی شریعت کی تقریر کے ساتھ اور چیزیں ملاتے ہو۔ پھر اس دن سے میں ایسی باتوں سے احتیاط کرتا ہوں۔

اربابِ تصوف کا اجماع ہے کہ جو مرید سنجیدہ بات کو ہنسی مذاق کے ساتھ ملائے اس سے طریقت میں کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ پھر مقام غور ہے کہ جب ایسی حکایت جو ہم نے ذکر کی۔ میں نصیحت اور برادرانِ طریقت کے لیے تنبیہ و تحذیر ہے تو غیبت، چغلی اور اس طرح کی دیگر باتوں سے کس قدر تحذیر ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

خسارے پر خوشی

اگر کوئی مرید تاجر ہو تو خسارے پر خوشی محسوس کرے اور نفع اٹھانے پر غمزدہ ہو۔ سوائے اس کے کہ مال دوسرے کا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب گھاٹا اٹھائے تو وہ محتاج اور تنگ دستی کے قریب ہوتا ہے، اور یہ اولیائے کرام اور صالحین کی صفت ہے اور جب بھی نفع حاصل

کرے۔ تو جابر اور غافل لوگوں کے قریب ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو فقیر طریقت کی محبت میں صدق کا دعویٰ کرے اور اشیائے دنیا کے فوت ہونے پر افسردہ ہو تو وہ جھوٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ جب دنیا کی کوئی چیز ملتی ہے تو میرے سینے میں تنگی محسوس ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ مجھ سے دنیا کی کسی چیز کو روکتا ہے تو میرا دل کھِل اٹھتا ہے پس میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

ہمارے شیخ حضرت نور الدین شونی [30] کے ساتھ ایسا ہوا کہ ان کے پاس ایک تاجر کا مال آیا تو انہوں نے اس سے غلہ خریدا تو وہ سب گھن زدہ نکلا۔ پس انہوں نے اسے اصل قیمت سے بھی کم پر بیچ دیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ میں دنیاوی امور میں مشغول ہو جاؤں۔

اسی طرح کا واقعہ مجھے شیخ صالح عمر نبتیتی مکشوف الراس (یعنی ننگے سر والے) [31]

---

[30] شونی نسبت ہے مغربی صوبوں کے مقام شونی کی طرف۔ آپ لہو ولعب سے بیگانہ رہ کر پروان چڑھے۔ جوانی ہی میں مسجد سیدی احمد بدوی میں محفلِ درود کا افتتاح کیا۔ پھر قاہرہ منتقل ہو گئے اور جامع ازہر میں محقق علما کی زیرِ نگرانی نبی اکرم ﷺ پر درود کی مجلس قائم کی اور یہاں سے یہ سلسلہ تمام اقطارِ ارض میں پھیل گیا۔ آپ امام شعرانی کے شیخ اور اقطاب میں سے ایک ہیں۔ 944ہجری میں فوت ہوئے اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں نفع عطا کرے۔ آپ محیا کے نام سے مشہور ہوئے اور محیا سے مراد مجلسِ درود و سلام ہے۔ حضرت کا مزار مصر میں ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے سِرّ کو مقدس کرے اور ان کی قبر کو منور۔

[31] شیخ مصنف فرماتے ہیں: آپ سیدی ابی العباس عمری کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو انتہائی سختیوں میں مبتلا ہو اور صاحبِ ہمت تھے۔ لگتا تھا کہ فقراء کی حاجت بر آری میں

⟸

نے بیان کیا کہ ان کو ایک حاکم سے تقریباً تین سو دینار ملے تو انہوں نے وہ دینار ایک شخص کو دے دیے تاکہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ان دیناروں سے تجارت کرے بعد ازاں اس نے اس سے انکار کیا اور کہنے گا، اے مسلمانو! شیخ ابو شوشہ ننگے سر والا مجھ پر تین سو دینار مال کا جھوٹا دعوی کرتا ہے۔ دنیا میں بھلائی کی کون سی چیز رہ گئی ہے جب دائمی روزہ دار باطل دعویٰ کرتا ہے تو دوسرے لوگوں کی کیا حالت ہوگی؟ وہ سارے شہر، خانقاہ میں گھوما اور یہی کہتا رہا یہاں تک کہ اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ شیخ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر میں نے اس دن سے ان دیناروں کا مطالبہ چھوڑ دیا اور سمجھ لیا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ میرے لیے دنیا نہیں چاہتا اس پر اس کا شکر ہے۔ انتہیٰ۔

میرے ساتھ اور میرے بیٹے عبدالرحمن کے ساتھ بھی ایسا ہوا کہ ایک شخص نے ہم سے پانچ سو دینار لیے، ہم نے یہ رقم حج کے نام پر جمع کی تھی بعدازاں اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ سب رقم لے لی اور کہنے لگا فلاں شخص اور اس کے بیٹے نے مجھ پر ظلم کیا اور ان دونوں کا مجھ پر کوئی حق نہیں۔ (یعنی میرے ذمے کچھ نہیں۔) پھر میں نے ان سو دیناروں سے دنیا و آخرت میں چشم پوشی کرلی جن کا مجھ سے تعلق تھا۔ جہاں تک بیٹے کے پیسوں کا معاملہ تھا اس کا زیادہ حصہ اس کو مل گیا۔ پس تاجر مرید کو چاہیے کہ جب بھی کاروبار کرے اور گھاٹا اٹھائے تو خوش ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ فرمایا اور جس مرید کے دل میں دنیاوی نقصان سے تکدر پیدا ہو تو اس سے طریقت کا سلسلہ چھوٹ گیا اس کا تعلق اہل دنیا سے

اپنی جان کو قتل کر ڈالیں گے۔ سن نوصد کے لگ بھگ فوت ہوئے۔ اور نبتیت کی خانقاہ میں دفن ہوئے میں صرف ایک باران سے ملا تو انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت میری پردہ پوشی فرمائے۔ دیکھیے الطبقات الکبریٰ 114/2،

ہے، فرزندانِ آخرت سے نہیں۔

ہم نشین سے جلد شرمندگی دور کرنا

سچے مرید اپنے ہم نشین لوگوں پر کوئی شرمندگی طاری ہو تو فوری دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے لغو وہذیان زیادہ ہو جائے تو اس کو دور کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ حکایت کے دوران ایک شخص نے کہا، لوگو! فاتحہ پڑھو، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم تین بار یا اس سے زیادہ بار فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس سے پاکیزہ گفتگو کرتے ہیں۔ پھر اس سے دعا کا تقاضا کرتے ہیں۔ تو وہ دل میں کہتا ہے اگر یہ میرے کلام سے دل تنگ ہوتے تو ایک سے زیادہ بار فاتحہ نہ پڑھتے نہ مجھ سے دعا کا سوال کرتے اور یہ ایسا خلق ہے جو کہ میں نے اپنے ہم عصر لوگوں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اس کی رعایت کرتا ہو۔ میرے بھائی اس پر عمل کر تا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ نظرِ کرم کا معاملہ کرے جب تیرے ہم نشین کو تجھ سے گرانی حاصل ہو تو وہ لوگ تیری شرمندگی کو دور کریں۔

ہر سوال کے جواب کا مطالبہ نہ کرنا

سچے مرید کا ایک اور خلق ہے کہ وہ اپنے شیخ سے ہر سوال کا جواب نہ مانگے پس جب کوئی شیخ کو اپنا خواب سنائے یا مکاشفہ بیان کرے یا کسی چیز کا مشاہدہ کیا ہے تو اس کے متعلق شرعی حکم پوچھے تو شیخ سے جواب کا پرزور مطالبہ نہ کرے خواہ باطنی طور پر ہی کیونکہ اس کا شیخ زمانے کا حکیم ہے اور مرید بیمار اور نفع وضرر کے دیکھنے سے محجوب۔ بعض اوقات وہ جواب مرید کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے جب وہ جواب کسی ایسے امر پر مشتمل ہو جس میں مرید کی عظمت شان ہو، کبھی وہ اس سے شیخ کے خلاف ناراضی ہی پاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے دل میں شیخ کی حرمت کم ہو جاتی ہے، اور شیخ کے کلام سے نفع معدوم ہو جاتا ہے اور وہ شیخ کی نصیحت پر عمل نہیں کرتا اور جب عمل ترک کر دے تو محجوب و مطرود ہو جاتا ہے اور جب ایسا ہو تو وہ حکم

طریقت سے نکل جاتا ہے، اور سرزمین خواہشات کی طرف جھک جاتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کتے کی مثال، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

سیدی یوسف عجمی فرمایا کرتے تھے شیخ کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مرید کے بیان کردہ معاملہ پر کلام کرے یا اس سے کچھ پوچھے، پس اس کو وہ اعمال عطا کرے جس سے اس کی معرفت یا حجاب دور ہو، اور اس کو اس سے زیادہ شریف ترین مقام کی طرف ترقی دے۔

شیخ کی طویل صحبت پر مغرور نہ ہو

سچے مرید کا ایک اور وصف یہ ہے کہ وہ شیخ کی طویل صحبت پر دھوکا نہیں کھاتا اور ان مریدوں سے اپنے آپ کو افضل نہیں سمجھتا جو اس کے بعد شیخ کی صحبت میں بیٹھیں اور یہ کہ مقام و مرتبہ میں ان سے بلند ہے کیونکہ اس کو شیخ کی زیادہ صحبت نصیب ہوئی، خاص طور پر جب پرانا مرید خطیب یا واعظ بن جائے اس لیے کہ جو سبقت لے جائے وہ مقدم ہو گا۔

مرید کے لیے ضروری ہے کہ جب لوگوں کے دلوں میں اس کا مقام و مرتبہ بن جائے تو وہ لوگوں کے درمیان شیخ کی ڈانٹ اور حلقۂ مریدان سے نکالنے کو برداشت کرے، خواہ پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ کا اسے مجلس سے نکالنا کسی مصلحت کے پیش نظر ہے اور جب اس بناء پر اپنے شیخ سے رنجشیں محسوس کرے تو وہ طریقت سے خارج ہو گیا اس صورت میں اس کے لیے تجدیدِ بیعت کرنا ضروری ہو گیا۔

ارباب تصوف فرماتے ہیں: شیخ کی تین مجالس ہوتی ہیں۔

(1) مجلسِ عامہ (2) مجلسِ اصحاب (3) اور مجلسِ خواص

ہر ایک مجلس کا الگ مقام ہے اور ہر مجلس کے لیے خاص کلام ہے جب کوئی اس مجلس سے غیر متعلق مرید کلام سنے گا تو وہ اس کے احوال کے لیے نقصان دہ ہو گا جہاں تک مجلس عامہ کا تعلق ہے تو شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی مرید کو اس سے غیر حاضر نہ رہنے دے، جب کسی مرید کی حاضری کو نظر انداز کرے گا تو اس کے حق میں برا ہو گا۔ اس کے لیے لازم

ہے کہ مرید کو علیحدگی میں پاس بیٹھنے کا حکم دے تاکہ عام مرید یا دوسرے لوگ اس کی زجر و توبیخ اور ڈانٹ کو نہ سن سکیں، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مرید کو ڈانٹنے سے غافل نہ ہو، اور وضاحت کرے کہ اس کی حالت ابھی مردانِ طریقت کی حالت سے ناقص ہے اسے تنبیہ کرے کہ اس میں خامی ہے اور اسے زیادہ ہمت کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے نفس کے محاسن دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑے۔

حضرتِ شیخ محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "شیخ کے لیے شرط ہے کہ جب عام مریدوں کے ساتھ بیٹھے تو معاملات احوال و کرامات کے نتائج سے باہر نہ نکلے اور اہل اللہ کی آدابِ شریعت پر پابندی کا ذکر کرے اور ان کے احکام بیان کرے۔" انتہیٰ۔

جہاں تک خاص مریدوں کے ساتھ شیخ کی مجلس کا تعلق ہے تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اذکار، خلوات، مراقبات اور ریاضات کے نتائج سے باہر نہ ہو، اور مرنے تک طریقۂ مجاہدہ کے راستوں کی وضاحت کرتا رہے جن کی طرف اس ارشادِ ربانی میں اشارہ ہے۔ ﴿وَالَّذِینَ جَاهَدُوا فِینَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت، آیت 69) جو لوگ ہماری ذات میں مجاہدہ کریں ہم انہیں اپنی طرف آنے کے راستوں کی ہدایت دیتے ہیں۔

اے برادرِ عزیز! ہم نے جس خلق کا اثبات کیا اس کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کر۔ تجھے ان کے مقام و مرتبہ کا پتا چل جائے گا شاید تو دیکھے کہ ان میں سے اکثر کا ہر بال شیخ کی زجر و توبیخ سے متغیر ہو گا اور اس سبب سے اس کی مجلسوں میں حاضری کم ہو جائے۔ بعض اوقات شیخ مرید کو زجر (ڈانٹ) کے وقت ایسی حالت میں ہو کہ اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کسی اور کے لیے گنجائش نہ ہو۔ اس مرتبہ کا حامل شیخ بادشاہ کو ڈانٹ دیتا ہے اور اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ پس اس کو سمجھ لے اور اپنے آپ کو اس مسئلہ میں نہ بھولے۔

زیادہ اوقات کی حاضری پر قناعت نہ کرنا

سچے مریدوں کا ایک خلق یہ ہے کہ ان میں سے کوئی غالب اوقات کی بارگاہ خداوندی

کی حاضری پر قناعت نہ کرے، حاصل ہونے والے تسلیم و توکل اور دیگر احوال مقامات کو کافی نہ مانے اس لیے کہ کام وہ ہے جو شروع ہو کر انتہا کو پہنچے۔

حضور سیدی ابراہیم متبولی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے تم میں سے کوئی اپنے نفس کو زیادہ تعظیم نہ دے بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو کوتاہ دست سمجھے اس کو ربانی امداد سے آگے بڑھانے اور سازوسامان سے آراستہ کرے۔ آپ فرماتے تھے کوئی مرید اس بات سے فریب نہ کھائے کہ اس کو عبادت میں حضوری کی دولت حاصل ہوئی، اور اس نے ماسوا سے کنارہ کشی کی؛ کیونکہ ایسا نفس کی طبیعت سے نہیں۔ اور دوسرا معاملہ اس کی مانند ہی ہے کہ جو عارضی امراس کے نفس کو پیش آیا وہ بعض اوقات غفلت و حجاب کے باعث نفس کو طبیعت کی طرف چشم زدن میں لوٹا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مرید ہر گھڑی اور ہر لحظہ اپنے نفس کا احتساب نہیں کرتا وہ فریب خوردہ ہے خواہ کتنا بڑا شیخ کیوں نہ ہو۔ چہ جائیکہ مرید ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ (المعارج 19 تا 21) بے شک انسان لالچی پیدا کیا گیا جب اسے برائی پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اچھائی اور مال حاصل ہو تو رکاوٹ ڈالنے لگتا ہے۔

نفس کی ہر رذیل بات واضح کرتی ہے کہ نفس کے فضائل مکتسب ہیں یعنی محنت سے حاصل ہوئے ہیں، جبلی نہیں اور یہ معلوم و معروف ہے کہ امورِ مکتسبہ یعنی زہد ورع اور عبادت کی طرف توجہ وغیرہ بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں۔

میرے بھائی اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کرو تم ان میں سے اکثر کو پاؤ گے کہ وہ طریقت میں معمولی کامیابی پر قانع ہو جاتے ہیں پھر تھوڑی مدت کے بعد وہ کامیابی اس سے منہ موڑ لیتی ہے اور ان سے ہر بھلائی چھن جاتی ہے یہاں تک کہ ان پر عذاب کی کیفیت بالکل ظاہر و واضح ہو جاتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ والحمد للہ رب

العالمین۔

آئینۂ دل کی جلا پر کثرتِ عمل

سچے مریدوں کا ایک اور وصف یہ ہے کہ کمالِ محبت الٰہی میں رکاوٹ بننے والے زنگ سے ان کا آئینہ دل مجلاو مصفیٰ ہو جاتا ہے تو وہ عمل کی کثرت اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں کوئی کثرتِ اوراد اور اللہ تعالیٰ کے حضور شب بیداری سے نہیں اکتاتا۔ کیونکہ جس کا تعلق شبِ بیداری اور کثرتِ اوراد سے ہوگیا تو یہ اس کی محبتِ خداوندی کی دلیل ہے اور یہ کہ اس کے پاس ابھی دشمنانِ خدا کی صفات میں سے کچھ باقی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی صحیح محبتِ الٰہی کا حامل ہوتا تو اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک ہزار سال کی ہم نشینی ایک لمحہ کے برابر ہوتی۔ پھر پورا زمانہ کمالِ محبت الٰہی کا آئینہ دار ہوتا۔ یہ تو مرید کی شیخ کے ساتھ محبت اور اس کے ساتھ شبِ بیداری ہے اور مرید کا مرتبۂ ادمانِ ہے۔ وہ کہتا ہے میں کیسے سو سکتا ہوں جب کہ میرا شیخ جاگ رہا ہے، پس اس کی یہی حالت رہتی ہے کہ یہاں تک کہ وہ پکار اٹھتا ہے۔ میں کیسے سو سکتا ہوں جب کہ میرا پروردگار جاگتا ہے۔ اس کے بعد اس کی نینداس پر غالب آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے سچا معاملہ کرتا ہے اور اس سے اس کا سرمایۂ معرفت کم نہیں ہوتا۔ تو اے مریدو! اس حقیقت کو سمجھ لو۔

مجلسِ ذکر کے فوت ہونے پر ندامت اور استغفار کی کثرت

سچے مریدوں کی ایک عادت یہ ہے کہ جب ان کی مجلس ذکر فوت ہو جائے تو وہ بہت زیادہ ندامت کا اظہار اور مغفرت کی طلب کرتے ہیں اور اس پر اپنی اولاد کی موت اور مال کی بربادی سے بھی زیادہ افسوس کا اظہار کرتے ہیں اس روز انہیں کھانے پینے پہننے اور مباشرت کی رغبت نہیں ہوتی۔ نہ ہی انہیں دنیا کی شہوتوں کا خیال نہیں آتا اور یہ سب کچھ مجالسِ ذکر کے فوت ہونے پر غم کی وجہ سے ہے۔ بلکہ اگر کوئی اس غم میں فوت ہو جائے تب بھی کم ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی مرید کا کوئی ورد چھوٹ جائے اور وہ اس روز کھائے یا پہنے یا اپنی بیوی

سے ہم بستری کرے تو وہ اپنے دعوئ ارادت میں جھوٹا ہے۔

اے برادر عزیز! اس خلق کو مریدوں میں سے جس پر چاہے پیش کر کے دیکھ۔ تجھے ان کے صدق و کذب کا پتا چل جائے گا مگر خود بھی اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا۔

دینی معاملات میں مہارت

مرید صادق کے لیے ضروری ہے کہ وہ دینی معاملات کا ماہر ہو اور ہر اس چیز کو اچھی طرح جانتا ہو جو اسے قربِ الٰہی تک لے جاتی ہے، یہ طریقت میں اس کے صدق کی علامت ہے پس دینی فوائد کے حصول میں پوری کوشش اور حیلہ سازی کرے جس طرح ایک محبِ دنیا تحصیلِ دنیا میں حیلہ سازی کرتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ؛ کیونکہ اخروی اعمال دنیوی اعمال سے بہتر ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ بستر کی نرمی زیادہ نیند لاتی ہے تو وہ خود ہی چٹائی یا زمین پر سوتا ہے اور اسے ضرورت نہیں ہوتی کہ شیخ اسے چٹائی یا زمین پر سونے کا حکم دے پھر جب سو جاتا ہے اور وِرد و وظیفہ کو رات کے پچھلے حصہ کے لیے چھوڑ دیتا ہے تو وضو کر کے نماز میں وہ جامع کلمات پڑھتا ہے جن کے متعلق وارد ہے کہ وہ ہزار آیت کے برابر ہیں۔ یا نصف قرآن کے یا چوتھائی قرآن کے یا تہائی قرآن کے جیسے آیت الکرسی ہے، سورۃ التکاثر، سورہ زلزال اور کافرون، سورہ اخلاص اور اس طرح کی دیگر سورتیں ہیں۔ خصوصاً جب عمر کے آخری حصے میں ورد و وظیفہ سے بڑھ کر ان سورتوں کی تلاوت ہو۔ اس لیے مریدِ صادق قراءت کی لازمی پابندی کرتا ہے اور جامع تسبیح تکبیر اور تہلیل کے ساتھ قراءت کو دو اجروں کے لیے غنیمت سمجھتا ہے خواہ وقت تنگ ہو یا عمر تھوڑی۔ اور جب وقت کی وسعت ہو تو شرعی معلومات کے ساتھ قراءت کو دراز کرتا ہے جیسا کہ فقہاء نے کتبِ فقہ میں اس کی تصریح کی۔

پھر جو شخص موکب الٰہی (خدائی لشکروں) سے غافل ہو کر سو جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو خوب زجر و توبیخ کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ لمبی قراءت مثلاً جامع کلمات کی تلاوت

سے اس کی تلافی ہوگئی؛ کیونکہ یہ ایسی بات تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو رخصت دی جو زیادہ نیند کے اسباب مثلاً شکم پُری، سیری اور کثرتِ اذیت وغیرہ کو اختیار کرتے ہیں۔

فقہاء سے زیادہ محبت

سچے مریدوں کے اخلاق میں سے ایک خلق فقہاء سے بہت زیادہ محبت ہے خواہ وہ ان پر یا ان کے طریقہ پر بہت زیادہ تنقید کریں؛ کیونکہ فقیہ اسی بات کا انکار کرے گا جس تک اس کے فہم کی رسائی نہیں، خواہ وہ بات فی نفسہ بُری نہ ہو۔ جیسے موسیٰ و خضر علیہما السلام کا واقعہ اسی بات کی شہادت دیتا ہے۔ البتہ موسیٰ علیہ السلام نے اسی وقت انکار کیا جب جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات خضر علیہ السلام کے لیے مباح ٹھہرائی؛ کیونکہ آپ اللہ کی طرف سے معصوم تھے اور ان باتوں میں معذور تھے جن کے مباح ہونے کا علم اللہ تعالیٰ نے نہیں عطا کیا تھا۔

پس جو مرید تنقید و نکیر کرنے والے فقیہ سے نفرت کرے تو وہ جاہل ہے۔ اس سے میدانِ طریقت میں کچھ نہ ہوسکے گا کیونکہ اس کو ان حاملینِ شریعت سے عداوت ہے جو لوگوں کے رہنما ہیں۔ خصوصاً جب وہ علم کا سمندر نہ ہو جیسے اس زمانے کے اکثر مریدوں کی حالت ہے جو علمِ شریعت حاصل کیے بغیر مشائخ کی شاگردگی میں آجاتے ہیں۔ اس لیے ان کی اہل علم سے نفرت و کراہت اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی علامت ہے۔ جیسا کہ بعض عجمی فقیروں کا طریقہ ہے وہ کہتے ہیں فقہاء اللہ تعالیٰ کی تجلیوں سے محجوب و محروم ہیں۔ جب کہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ وہ خود محجوب ہیں مگر اس حقیقت کو سمجھتے نہیں۔

اے بھائی! اس معاملہ کو سمجھ اور اپنے نفس کو کرید، ہوسکتا ہے کہ کبھی انکار کرنے والے فقہاء کو بہ نظرِ کراہت دیکھتا ہو پھر بطور ریا و نفاق، مداہنت سے کام لیتا ہو اور ان کی تعریف کرتا ہو، یاد رکھو کہ فقیہ نے اسی بات کا رد کیا جس میں تو نے ظاہری شریعت کی مخالفت کی ہو پس اس کو جان لے۔

تمام شرعی احکام پر عمل درآمد

سچا مرید جنتی اعمال کے کسی درجہ کو ترک نہیں کرتا بلکہ اس میں اس کا حصہ ہوتا ہے وہ

اس طرح کہ احکامِ شرعیہ میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑتا مگر اس پر عمل کرتا ہے خواہ ایک بار عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے ﴿إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ بے شک تمہیں اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

ایک اور ارشاد ہے ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ تم اپنے اعمال کے بدلے جنت میں جاؤ

پس جو شخص عمل نہیں کرے گا اعمال کی جنت میں داخل نہ ہو گا اس شخص کی طرح جو مجنون یا بہلول پیدا ہوا ہو وہ اختصاص اور مَن کی جنت میں جائے گا۔

میرے بھائی اس بات سے بچ کہ کسی ایک نوع کی عبادت کو کافی سمجھ بیٹھے یا کئی انواع کو اور بہت سے اعمال کو چھوڑ دے اس طرح تو بہت سے درجات سے محروم رہے گا۔ بس پوری کوشش کر کہ تو قاری، ذاکر، تہلیل کہنے والا، علم سے اشتغال رکھنے والا، مسجدوں کو صاف کرنے والا، لوگوں کی حاجات پوری کرنے والا، قبریں اور کنویں کھودنے والا، مسجد میں چراغ جلانے والا، امام، باورچی، آٹا پینے والا، گوندھنے والا اور کھیتی اگانے والا بن جا اور تجھے کوئی چیز ان باتوں سے نہیں روکتی سوائے بدقسمتی، سستی اور تکبر کے۔

یہیں سے صوفیاء نے فرمایا کہ مرید کی شرط یہ ہے کہ وہ صرف عملِ خیر میں موجود ہو اور اس کے تمام اوقات عملِ خیر سے معمور ہوں۔

اچھی فال لینا

سچے مرید کے اوصاف میں سے ایک اچھی فال لینا اور نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ پاک پر عمل کرتے ہوئے بدفالی سے بچنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اچھی فال کو پسند فرماتے تھے؛ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت کی طرح ہے اس لیے کہ کوئی جانتا کہ اللہ تعالیٰ علم میں حقیقتاً کیا ہے؟ نہ ملک مقرب نہ نبی مرسل۔

اس خلق کا بہت کم لوگ لحاظ رکھتے ہیں۔ خصوصاً وہ لوگ جن پر مریدین کے شہودِ سوابق کا غلبہ ہو وہ فال کے سننے کا کوئی فائدہ محسوس نہیں کرتے اور کوئی نہیں جانتا کہ علم حق میں کیا ہے اس لیے اسے کہا جاتا ہے کہ بندہ اس چیز کے حصول کی خاطر اچھی فال سے خوش ہوتا ہے جو وہ بار گاہِ اطلاق سے لینا چاہتا ہے اور جو شخص سوابق کے ساتھ ٹھہرے تو وہ دعا اور بہت سے احکام پر عمل پیرا ہو گا۔ اور وہ اس شخص کی طرح ہے جو جانتا ہے کہ آسمان اس کے اوپر ہے اور زمین اس کے نیچے، تو وہاں وہ ٹھہر جاتا ہے اور آسمان و زمین کے عجائب کی طرف نہیں جاتا۔ انتہیٰ۔

ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابومدین رضی اللہ عنہ[32] کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ

---

[32] آپ ہمارے سردار غوث اولیاء کو نصب فرمانے والے مشائخ مرتب کے بزرگ جن کی شہرت کسی تعریف کی محتاج نہیں، آپ تلمسان میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے، اس وقت آپ کی عمر شریف اسی ۸۰ سال تھی، آپ کے مزار کی زیارت کی جاتی ہے تلمسان آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب شاہ تلمسان کو آپ کی خبر ہوئی تو اس نے حصولِ برکت کے لیے آپ کو بجایہ سے لانے کا حکم دیا، پھر جب آپ تلمسان پہنچے تو فرمایا ہمیں بادشاہ سے کیا تعلق، آج رات اپنے بھائیوں سے ملاقات کریں گے پھر اترے قبلہ رخ ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا ہاں میں آگیا ہوں ہاں میں آگیا ہوں" وعجلت الیک رب ترضیٰ" اے میرے پروردگار میں نے تیری طرف جلدی کی تاکہ تو راضی ہو جائے، پھر کہا "اللہ الحی "اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔

شیخ ابوالحجاج اقصری فرماتے ہیں: "میں نے اپنے شیخ عبدالرزاق کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میری ملاقات ابوالعاص خضر رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے اپنے شیخ ابومدین کے متعلق پوچھا تو فرمایا وہ اس زمانے کے صدیقوں کے امام ہیں آپ خوبصورت اہل ظرافت متواضع زاہد اور صاحب ورع صاحب تحقیق اور عمدہ اخلاق کے حامل تھے تمام مشائخ کا آپ کی تعظیم و اجلال پر اجماع ہے انہوں نے آپ کے حضور ادب سیکھا۔"

⟸

کلامِ شیخ

۱۔ دل کا ایک ہی رخ ہے جب وہ اس جہت کی طرف رخ کرتا ہے جو دوسری تمام جہتوں سے محجوب ہو جاتا ہے۔

2۔ جو شخص انس و شوق سے خالی ہو وہ محبت سے محروم ہے۔

3۔ جب حق ظاہر ہوتا ہے تو اس کے ساتھ کوئی اور چیز باقی نہیں رہتی۔

4۔ فقر نور ہے جب تک تم اس کو چھپاتے ہو اور جب فقر کو ظاہر کرتے ہو تو اس کا نور جاتا رہتا ہے۔

5۔ اللہ کی بارگاہ میں حضوری، جنت ہے اور اس سے دوری جہنم۔ اس کے قرب سے لذت ملتی ہے۔ اور بُعد سے حسرت۔ اُس سے انس باعثِ زندگی، اور وحشت وجہِ موت۔

6۔ اخلاص یہ ہے کہ مشاہدۂ حق میں تجھ سے مخلوق غائب ہو جائے۔

7۔ جو شخص اشیائے کائنات کو ارادت اور شہرت کی نظر سے دیکھے تو ان میں موجود عبرت اور ان کے ساتھ انتفاع سے محروم رہے گا۔

8۔ جو شخص کسی چیز کی معرفت حاصل کرے گا تو احد کی پہچان سے محروم رہے گا۔ حق تعالیٰ سے کوئی چیز علم و قدرت کے لحاظ سے جدا نہ ہوئی نہ اس سے ملی۔ یعنی ذات و صفات کے لحاظ سے۔ جو شخص اس کی معرفت کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کو وہ اسی کے اعمال کی رؤیت (یعنی دیکھنے میں) مشغول کر دیتا ہے۔ اور جس نے اس کی سنی وہ اس کے ذریعے سے پہنچا۔

9۔ جو شخص اپنے دعویٰ کی حقیقت پائے جانے سے پہلے مخلوق کی طرف جائے تو وہ مفتون (پاگل) ہے تم جس کو اللہ تعالیٰ کی معیت کا دعویٰ کرتے دیکھو اور اس کی حالت اس کے ظاہری دعویٰ کے خلف ہو تو اس سے بچو۔

جو اپنے رب سے وصل یافتہ کو قطع کرے وہ خود قطع ہو جائے گا اور جس نے اپنے رب سے مشغول

⇐

اس کی طرف گئے مگر آپ کی نیت اس کو گھر میں داخل کرنے کی نہ تھی، پوچھا تمھارا نام کیا ہے ؟اس نے جواب دیا احمد۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کوئی شخص اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے کلام کا زیادہ مطالعہ کرتا ہے اور ان کی کہانیاں یاد کرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ صوفی بن گیا اور مجردورِ توحید پر کھڑا ہونے کے باعث کہتا ہے کہ میں دولتِ وصل پا گیا، اگر اس کا کوئی شیخ ہوتا تو اس کی دستگیری کرتا اور اسے مردانِ تصوف کے مقام تک پہنچا دیتا۔

شیخ کے اخلاق کو بہت زیادہ دیکھنا

سچے مرید کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے اخلاق کو بہت زیادہ دیکھتا ہے تاکہ اس کے زہد وورع، خشوع، قناعت، تفویض، تسلیم اور صبر وغیرہا اخلاق کو نمونہ عمل بنائے اور اس کے اخلاق کو نظر انداز نہ کرے اور اگر ان اخلاق سے متخلق نہ ہو اور شیخ جب فوت ہو

شخص کو غافل کیا وہ اللہ کے غضب کا نشانہ بنے گا۔

حضرت شیخ سال بھر گھر میں رہے سوائے جمعہ کے باہر نہ نکلتے۔ تو لوگ آپ کے دروازے پر جمع ہو گئے اور آپ سے کلام کرنے کا مطالبہ کیا۔ جب انہوں نے آپ کو مجبور کیا تو آپ باہر نکلے تو گھر کی بیری پر چڑیاں دیکھیں جو آپ کو دیکھتے ہی اڑ گئیں پس آپ لوٹ آئے اور کہا اگر میں تم سے بات کرنے کی صلاحیت رکھتا تو چڑیاں مجھ سے دور نہ بھاگتیں اس کے بعد ایک سال اور گھر میں بیٹھے رہے چنانچہ وہ لوگ پھر آپ کے پاس آئے اور آپ باہر تشریف لائے مگر اس بار پرندے دور نہ بھاگے تو آپ نے لوگوں سے کلام کیا جس پر پرندے نیچے اتر آئے اور پھڑ پھڑانے لگے یہاں تک ایک ڈار ہلاک ہو گیا اور حاضرین میں سے ایک آدمی بھی مر گیا۔ (دیکھیے آپ کا ترجمہ الطبقات الکبریٰ شعرانی 133/1، اور انظار الاولیاء، الاعجار موصل)

جائے تو اس کی حکایت بیان کرنا شروع کر دے اور کہے ہمارے شیخ ایسے تھے، ان کا فعل ایسا تھا، ان کا قول ایسا تھا۔ تو اس سے کہا جائے تو نے اپنے شیخ سے کیا حاصل کیا؟ اور وہ محسوس کرے کہ اس نے شیخ سے کچھ حاصل نہیں کیا۔ یہ حالت اس زمانے کے اکثر مریدوں میں بہت پھیل گئی ہے اس کے باوجود کہ وہ اپنے شیخ سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ دعوی یہ کرتا ہے کہ زمانے میں اس جیسا کوئی باقی نہیں رہا۔ وہ اپنے نفس سے دھوکا کرتا اور اسے آمادہ نہیں کرتا، کہ وہ کسی کی شاگردی میں آئے جس کے باعث وہ بوئے طریقت نہیں سونگھ سکتا۔ ہائے روزِ قیامت ان لوگوں کا خسارہ کس قدر زیادہ ہو گا اور ان اہلِ دعاوی کے حالات کھل جائیں گے۔

پس عقل مند وہ ہے جو دوسرے شیخ کے ہاتھ پر (بیعت کر کے) ان باتوں کا تدارک کر لیتا ہے جو اس کے شیخ سے اسے حاصل نہ ہوئیں اور وہ اپنے نفس سے خیانت اور دھوکا نہیں کرتا۔

اے میرے برادرِ عزیز! ہم نے سچے مریدوں کی جو خوبی تمھارے لیے ثابت کی اس کو اپنے زمانے کے مدعیانِ صدق پر پیش کرو۔ اور اپنے آپ کو نہ بھولو۔ شاید تم اور تمھارے بھائی اپنے نفسوں کو اس پر آمادہ نہ پائیں کہ تم اپنے شیخ کے بعد کسی سے فائدہ حاصل کرو جس سے تم محروم رہے اس کو خوب یاد رکھو۔

شیخ سے محبت کرنے والوں سے محبت

سچے مرید کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر اس شخص سے محبت بڑھائے جس کو اپنے شیخ سے محبت کرتا دیکھے تاکہ اس مقام تک ترقی کرے جہاں اس کو وہ لوگ محبوب نظر آئیں جو رب تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ اور اس کی تعظیم کرتے ہیں کیونکہ ہر گروہ اس کی تعظیم کرتا جو ان کے محبوب سے محبت کرے اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردانِ طریقت کے مقامات کا علم ہوتا ہے۔ تو جس بندۂ خدا کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم راسخ ہو گی خواہ کوئی ہو، اس کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام واجب ہو گیا۔

اسی بناپر بعض صالحین نے طلبائے علم کی تعظیم سے زیادہ ایک عام آدمی کی تعظیم کی ہے، وہ جبلیۃ الوالی کا تھا۔ اس کا نام الحاج احمد تھا، وہ کئی سال ہماری خانقاہ میں شب باشی کرتا رہا، اس کے بعد منتقل ہوگیا اور کرائے کے مکان میں سونے لگا، وہ غیر شادی شدہ تھا میں نے اس سے پوچھا حاجی احمد! کیا ہوا کہ تم خانقاہ سے چلے گئے۔ اس نے جواب دیا، میں نے بعض مجاورین کو کہتے سنا کہ سوتے میں ان کی ہوا نکل جاتی ہے، تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں اسی طرح میری بھی ہوا نہ نکل جائے جب اللہ کے گھر میں محو خواب ہوں جس سے بے ادبی کا مرتکب ہوں۔ پھر وہ ہمیشہ اسی جگہ شب باشی کرتا رہا تا آنکہ اس کی موت واقع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

اے بھائی ذرا اس شخص کی خانۂ خدا کی تعظیم دیکھ! ساتھ ہی اس شخص کی حالت جو جبلیۃ الوالی کا ہے اور مجاور بھی ہے۔ اور اس کی ہوا دن رات نکلتی رہتی ہے رکتی ہی نہیں چہ جائیکہ وہ سو رہا ہو۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ کے حضور بے ادبی بھی نہیں سمجھتا۔ پس عاقل وہ ہے جو ادب و حکمت حاصل کرے خواہ یہ ادب و حکمت اس کو کسی بھی شخص سے حاصل ہو۔

میرے ساتھ بھی ایسا ہوا، میں ایک بڑی تسبیح پر اپنے اوراد پڑھا کرتا تھا اور پڑھنے کے بعد اس کو بستر پر رکھ دیتا ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص حاجی علی مشرقی کی اس پر نظر پڑی تو مجھے دیوار کے ایک کیل کے ساتھ لٹکانے کا حکم دیا اور کہا، جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام لو اس کی تعظیم کرو کیونکہ تسبیح کو زمین پر رکھنا چلنے والوں کے پاؤں سے چھونے کا باعث ہو سکتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوئے ادب ہے چنانچہ میں نے تسبیح کو کیل پر لٹکانا شروع کیا اور اس دن سے میرے دل میں حاجی علی مشرقی کی محبت بڑھ گئی۔ اس لیے کہ بہت سے طلبائے علم اس تسبیح کے پاس سے گزرے جب کہ وہ زمین پر پڑی ہوتی تھی تو ان میں سے کسی نے بھی اس طرح توجہ نہ دلائی کہ تسبیح کو زمین سے اٹھا لیں۔ گویا مجھے اس کی طرف اس وقت رہنمائی ملی جب حاجی علی نے اس پر تنبیہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میری طرف سے جزائے خیر دے۔

نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا

تنگیٔ وقت کے باوجود پورا درود پڑھنا جس میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا اور اہل ایمان مردوں، عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اس چیز کی طرف محتاج ہے جو اس کے مقام کو بڑھائے مگر مقامِ حق ایسا نہیں کیونکہ حق تعالیٰ جل وعلا بندوں اور ان کے ذکر وحمد سرائی سے غنی اور بے نیاز ہے۔ تو اے برادر عزیز! اس نیت کے ساتھ نبی اکرم ﷺ پر درود کو اللہ تعالیٰ کے خاص ذکر سے مقدم کر۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غیور ہے وہ اپنے مومن بندے کے دل میں کسی اور کی محبت دیکھنا پسند نہیں کرتا سوائے اس کے کہ وہ محبت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو۔ جیسے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے لیے ہماری محبت ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے بہت زیادہ محبت ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام سے ہماری محبت اس کی وجہ سے ہے تو وہ ہمیں قرب ومحبت کی زیادہ دولت سے نواز دے گا۔

میرے بھائی! جس چیز کی طرف تیرا دل میلان رکھتا ہے اس کی محبت کی حکمتیں دیکھ۔ پھر تو جس چیز سے محبت کرے گا اس میں اپنے رب کی خوشنودی اور رضا دیکھے گا۔ اور یہ خلق بہت نادر ہے۔ بہت کم لوگ اس سے متخلق ومزین ہوتے ہیں۔ اس کو اپنے زمانے کے مریدوں پر پیش کر کے دیکھ تجھے ان کی حالت کا پتا چل جائے گا۔ مگر اپنے نفس کو نہ بھول۔

والحمد للہ رب العالمین۔

شیخ کے ساتھ بے تکلفی سے حذر

شیخ کے ساتھ بے تکلفی، اس کے ساتھ کھانا کھانا اور اس کی شیریں کلامی سے حذر کرنا سچے مرید کی ایک اور خوبی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات یہ شیخ کی طرف سے بطورِ امتحان وآزمائش ہوتی ہے کیونکہ فقیروں کے دل بادشاہوں کے دلوں کی طرح ہوتے ہیں، جو قابو میں نہیں رہتے۔ بہت سے معاملات پر وہ مسامحت اور نظر اندازی سے کام لیتے ہیں اور کبھی بہت

معمولی بات پر مواخذہ کرلیتے ہیں۔ اسی طرح شیخ کے پیسے نچھاور کرنے پر بھی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ جب وہ خانقاہ کے آنگن میں فقیروں پر زکوٰۃ کے پیسے تقسیم کرتے ہیں ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مریدوں کو پتا چل جائے کہ نفیروں کے نزدیک دنیا بہت حقیر ہے اور وہ اس پر ٹوٹ نہ پڑیں۔ اور اس لیے بھی کہ معلوم کرلیں کہ کون ان پیسوں کو چننے کے لیے شیر کی طرح جھپٹتا ہے اور کون آرام سکون سے ان کی طرف آتا ہے۔ اور کون عفتِ نفس کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور کون ازراہِ تکبر لینے کے لیے نہیں اٹھتا، مگر دل میں ان پیسوں کی محبت رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اٹھے بھی نہیں اور کوئی اس کو دے دے۔

مرید کو ایسی باتوں سے بچنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ اللہ کے غضب کا نشانہ بنے، جنہوں نے شیخ پر اعتراض کیا کہ اس نے پیسے زمین پر پھینکے اور کہا کہ اگر شیخ ہر ایک کا حصہ اس کے ہاتھ میں دیتا تو اچھا تھا؛ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے چھین جھپٹ سے منع کیا۔ اور اس قسم کے کلام جو شیخ پر بصورتِ طعن کہا گیا اور یہ مقہور شخص بھول گیا کہ یہ ممانعت ان لوگوں کے حق میں ہے جو پیسے اٹھاتے وقت ایک دوسرے کو تکلیف دیتے ہیں۔ مگر یہ بات اکثر فقراء کے ہاں نہیں ہوتی کہ وہ ایک دوسرے کو اذیت دیں۔

حضرتِ شیخ فرماتے ہیں: "یہ عمل اس شخص کو ادب سکھانے کے لیے ہے جو اپنے ساتھی کو اذیت دیتا ہے تاکہ اس کے باطن میں پوشیدہ زہد دنیا کا دعویٰ ظاہر ہو جائے اور سمجھ جائے کہ شیخ اپنے مریدوں اور شاگردوں کا جو چاہے امتحان لے۔ تاکہ ان کے دلوں کے کینے نکل جائیں اور ان کے باطن خباثتِ اخلاق سے پاک ہو جائیں۔"

میرے عزیز اس کو سمجھ اور اس سے بچ اور اپنے ساتھیوں کو بھی بچا۔

دست بوسی پر ناگواری کا اظہار

سچے مریدوں کے اخلاق میں سے ایک خلق یہ ہے کہ جب وہ بازار یا کسی اور جگہ جائیں تو لوگوں کی طرف سے دست بوسی کو ناگوار سمجھتے ہیں۔ اور انہیں دیکھ کر لوگوں کا سواریوں سے اترنا ان کے لیے باعثِ کراہت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان پر بارگاہِ خداوندی میں ان کی

ذلت وحقارت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور وہ ناپسند کرتے ہیں کہ مخلوق کو حق تعالیٰ کے ساتھ اسم تعظیم میں شریک ٹھہرائیں وہ تو چاہتے ہیں کہ ساری تعظیم اللہ تعالیٰ کے لیے ہو نہ کہ اس کے بندوں کے لیے۔

بعض اوقات وہ اس شخص سے غیرتِ حق کے ساتھ ناراض ہوتے ہیں جو ان کے ہاتھ چومے یا ان کے لیے سواری سے اترے۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ کوئی سچا فقیر اپنی تعظیم سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ پھر یہ فقیروں کا طریقہ ہوتا ہے جب تک کہ مقامِ عبودیت اس میں پختہ نہ ہو جائے۔ پھر جب وہ اس میں راسخ ہو جاتے ہیں تو دل سے لوگوں کو اس تعظیم سے منع کرتے ہیں۔ مگر لفظ یا اشارہ سے کچھ نہیں کہتے۔

چنانچہ جب ان میں سے کوئی بازار وغیرہ مقامات کی طرف نکلتا تو اس سے کوئی دعا کا مطالبہ نہیں کرتا نہ اس کا ہاتھ چھومتا ہے اور نہ اس کی تعظیم کے لیے سواری سے اترتا ہے۔ اگر ان لوگوں میں سے ہو جن کا اختیار ان کے مشائخ کے اختیار میں فنا ہو جاتا ہے تو اس کا کوئی میلان رہتا ہے نہ کسی چیز کو دفع کرنے کا جذبہ۔

حضرتِ شیخ بایزید جب بازار کی طرف نکلے تو لوگ آپ کے اوپر ٹوٹ پڑتے تو آپ کے کسی ساتھی نے اس پر ملامت کی تو آپ نے فرمایا وہ ابی یزید سے برکت حاصل نہیں کرتے بلکہ اس خلعت سے برکت حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہے۔ انتہیٰ۔

پس ایسے لوگوں پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ان کا مقصود کوئی چیز لینا یا دور کرنا نہیں اس سلسلہ میں فقیر کو اپنے نفس کا حال معلوم کرنا چاہیے اگر اس میں کوئی داعیہ نہ پائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے ورنہ اس سے مغفرت کی طلب کرے۔

اے برادر عزیز! اس خلق کو اس مرید پر پیش کر جو محبتِ طریق میں صدق کا دعویٰ کرتا ہے۔ تجھے اس کے حال کا علم ہو جائے گا۔

اچھے خوابوں سے خوش نہ ہونا

مرید کا ایک اور خلق یہ ہے کہ وہ اپنے دیکھے ہوئے یا دوسروں کے دیکھے اچھے خوابوں

پہ خوش نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ وہ خواب طریقِ استقامت کے موافق ہوں۔ پس اگر وہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسا استدراجاً ہوتا ہے۔

ارباب تصوف نے کہا کہ سب سے زیادہ جاہل وہ ہے جو لوگوں کے گمان کے لیے اپنے یقین کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہم جیسے لوگوں کی کرامتیں گناہ کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔ پھر اگر وہ استدراج سے خالی ہوں تو اس حالات پر ان کے باقی رہنے کا بھروسہ نہیں۔ اور ان کے دوام کا یقین ہو تو یہ اللہ وحدہ کی تخلیق ہے بندے کا قصد وارادہ نہیں۔

یہ بھی ہے کہ سچے خواب کمزور یقین آدمی کی تائید کے لیے آتے ہیں تاکہ اسے دین پر قائم وباقی رہنے کی قوت میں اضافہ کریں۔ اسی طرح ترغیب وترہیب بھی اس کے لیے ہوتے ہیں جو دل کا اندھا ہو۔ جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے بے حجاب کر دیا ہو اسے کسی ایسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی جو اسے طاعت (نیکی) پر برانگیختہ کرے، نہ ایسی چیز کی احتیاج جو اس کے ایمان کو قوی کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کو بہت زیادہ اچھے خواب آتے ہوں وہ ان سے بچے کیونکہ وہ کمزوری ایمان کی طرف لے جانے والے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعد کے لوگوں کی بہ نسبت صحابہ کرام کی کرامات کم ہیں کیونکہ ان کے ایمان زیادہ مضبوط تھے۔

پابندئ ذکر کی تلقین

جب مرید شیخ سے ذکر کی تلقین پائے تو پابندی کے ساتھ شب وروز ذکر کرے یہاں تک کہ اسے روحانی فتوحات حاصل ہوں اور اس کا دل توحید اور معرفت کی آگ سے شعلہ زن ہو۔

اس زمانے میں کسی مرید کے لیے ایسا ہونا بہت کم ہے بعض اوقات کسی کو تلقین کی جاتی ہے تو تین دن کے بعد ہی اس کی آتش شوق بجھ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ اپنے مرید کو بار بار اس کی تلقین کرتا ہے۔

ایک دفعہ میں جامع ازہر کے ایک نیک فقیر کو تلقین کی اسے امام مالک کے مذہب سے

مطابق تدریس کی اجازت تھی۔ مگر اس نے ساری کتابیں لوگوں کو ھبہ کر دیں اور میرے پاس ذکرِ الٰہی کے لیے میرے گھر کے دروازے پر آبیٹھا اور چھ ماہ تک بغیر اکتاہٹ کے شب و روز ذکر میں مشغول رہا، پھر اس کے لیے روحانی فتح کا وقوع ہوا، پھر تین دن کے بعد ہی فوت ہو گیا یہ میں نے اس زمانے میں اپنے سچے مرید کا حیران کن واقعہ دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو صدق کی دولت عطا فرمائے۔ امین۔ کیونکہ یہ سچوں کی صفت ہے جہاں تک اس مرید کا تعلق ہے۔ جو دوسری چیزوں کی طرف التفات رکھے، تو وہ جھوٹا ہے۔

شیخ کے امر کردہ اذکار و مراقبات کو افضل سمجھنا

مرید کے لیے ضروری ہے کہ شیخ جس ذکر یا مراقبہ کا حکم دے اس کو دیگر تمام فضائل سے جن کے ساتھ مشغول رہنے کا اس نے حکم نہیں دیا۔ افضل جانے یہ اس لیے کہ کسی اور امر کی طرف التفات کیے بغیر اس روحانی سیر میں کوشش کرے خواہ وہ امر دوسرے لوگوں کے نزدیک افضل ہو، اور دل میں یقین رکھے کہ شیخ نے جس افضل امر کے ساتھ اشتغال سے روکا ہے اس میں کچھ آفات دیکھی ہیں جو مخلوق میں گھس جاتی ہیں۔

اگر شیخ اس کو آفات سے محفوظ دیکھتا تو ضرور اس کا حکم دیتا کیونکہ شیخ کے لیے حرام ہے کہ وہ افضل چھوڑ کر مفضول کی طرف جائے؛ کیونکہ یہ خیانت اور کھوٹ ہے اور مرید کے لیے امرِ طریقت میں طوالت ہے پھر اس معاملہ میں شیخ کی سب سے زیادہ مخالفت کرنے والے طلبائے علم ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی بیس سال تک شیخ کی صحبت میں رہتا ہے۔ مگر نفع نہیں اٹھاتا کیونکہ اس کا طرزِ عمل شیخ یا زیادہ عرصہ کے ارشادات کے خلاف ہوتا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ شیخ جو کچھ کہتا ہے وہ مفضول ہے، اور جس معاملہ میں وہ خود اشتغال رکھتا ہے وہ افضل ہے۔

سارے جہاں کے لیے صفتِ رحمت سے مزین ہونا

سچے مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ سارے عالم کے لیے رحمت کی صفت سے

متعلق ہو، یہاں تک کہ یہ بات ذہن پر چھا جائے کہ دنیا میں کوئی شخص کبھی بدبخت نہ ہوگا، یہ بات اگرچہ شروع شروع میں قابل تعریف ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے جہالت ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے زیادہ رحم فرماتا ہے، وہی بدبختوں کے افعال کی طرف ان کی پیشانیاں پکڑے ہوئے ہے پس مخلوق کے لیے رحمت کی حد ہے جس سے وہ مرید آگے نہیں بڑھ سکتا، البتہ ایک کامل شخص اپنے رب کی مراد کو اپنی مراد پر ترجیح دیتا ہے، اور تقاضا نہیں کرتا کہ اس کی خواہش نفسی کے ساتھ سارا جہاں سعادت مند ہو جائے کیونکہ لوگ جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جائیں گے، نہ کہ اپنے اعمال سے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور ان اعمال میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں، سوائے اس کے کہ ان کو اعضاء و جوارح ان اعمال کے ظہور کے مقامات ہیں، پس ایک کامل شخص کے نزدیک گناہ نیکیوں سے بڑھ جائیں یا نیکیاں گناہوں سے، وہ یکساں ہیں، وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے پر ترغیب دیتا ہے۔

کلامِ شیخ کی نفاست سے آگاہی

ضروری ہے کہ مرید ماہر ہو جائے جو کلامِ شیخ کی نفاست سے آگاہ ہو اور اسے اس کے تزکیہ نفس یا تزکیہ کلام کی ضرورت نہ پڑے جیسے دل کے اندھے جھوٹے مریدوں سے ایسا وقوع پذیر ہوتا ہے، بعض اوقات شیخ خود ان لوگوں کے سامنے اپنا تزکیہ بیان کرتا ہے کہ اہل طریقت سے میل ملاپ نہیں ہوتا، تو وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے "اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لیتے ہیں اور دنیا و آخرت میں کامیاب نہیں ہوتے۔"

کہتے ہیں کہ مرید جب حاذق ہو تو اسے شیخ کے تزکیہ (پارسائی بیان کرنے) کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور یہ کہ شیخ جب مرید کے سامنے مسائل کو دہرائے یا اسے کہے کہ مجھ سے یہ مسئلہ یاد کر لے جو تجھے کسی اور کے ہاں نہیں ملے گا، تو یہ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ مرید شیخ کو اس معاملہ میں سہل پسند سمجھتا ہے اور اس کے کلام کی نفاست کو نہیں جانتا، پس شیخ کا اس تزکیہ سے مقصود یہ

ہوتا ہے کہ وہ اس کے کلام کی طرف توجہ دے۔

شیخ کے حضور خدمت یا طلب کے لیے جانا

مرید اپنے شیخ کے پاس صرف دو وجہ سے جائے۔:

(1) خدمتِ شیخ کے لیے۔

(2) طلبِ رشد و ہدایت کے لیے (یعنی جس کام میں مرید کی اصلاح و درستی ہو اس کے لیے رہنمائی کہنے کے لیے)

پس جو مرید خدمتِ شیخ یا طلب ارشاد کا داعیہ نہ رکھے، اس کا شیخ کے پاس جانا بے ادبی ہے۔ خصوصاً جب تسبیح پر شیخ کی اجازت کے بغیر درود پڑھے۔ بعض اوقات یہ غضبِ الٰہی کا سبب بنتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید کے ساتھ ہوا۔

اربابِ طریقت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فقیر (مرید) شیخ کے ساتھ کم از کم ادب کا یہ معاملہ کرے کہ اس کی تعظیم و احترام کرے۔ جیسے بادشاہ کا احترام کیا جاتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر حاضر نہ ہو اور کوئی اس کے اذن کے بغیر تسبیح نہ تھامے۔

پس اے برادرم عزیز! اپنے شیخ کا احترام کر، اور اس شخص کی طرف نہ جھک جو تجھے اس میں رخصت اور ڈھیل دے؛ کیونکہ یہ تیرے ساتھ کھوٹ کا معاملہ ہے۔ پس اس خلق کو اپنے زمانے کے اس مرید پر پیش کر جو صدق کا مدعی ہے۔ اگر تو دیکھے کہ وہ شیخ کی ڈانٹ اور ناراضی سے کدورت محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ بغیر ضرورت بھی شیخ کے پاس چلا جاتا ہے تو وہ اپنے دعوئ طریقت میں جھوٹا ہے۔

مجلسِ ذکر کی حاضری کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنا

جب کوئی مرید مجلسِ ذکر میں حاضری کی پابندی کرے تو یہ نہ سمجھے کہ اسے اس حاضری کے باعث اس شخص پر فضیلت اور مقام و مرتبہ مل گیا جو حاضر نہ ہوا بلکہ ہر بندے پر لازم ہے

کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جس نے سے اپنی بارگاہ میں حاضری کے قابل بنایا، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بارگاہِ خداوندی کے حاضر باش مشائخ اور فرشتوں کا ہم نشین ہے جو مجالس ذکر میں آتے ہیں۔

یہ خلق زیادہ تر اس شخص کی مخالفت میں واقع ہوتا ہے جس کو طریقت میں پختگی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ اپنے بارے میں کہتا ہے اگر میں حاضر نہ ہوتا تو یہ مجلس برباد ہو جاتی، ایک فقیر کو اس قسم کی باتوں سے بچنا چاہیے اور مجلسِ ذکر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے آنا چاہیے جیسے ایک مجرم کو حاکم کے پاس سزا کے لیے لاتے ہیں، تو وہ سزا سے ڈرتا ہے وہ امید نہیں رکھتا کہ اسے خلعت پہنائی جائے۔

اپنے صحیفہ اعمال کو شیخ پر پیش کرنا

سچے مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے صحیفۂ اعمال کو روزانہ اپنے شیخ کے حضور پیش کرے اور اس سے کچھ نہ چھپائے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ اللہ کی طرف سے اس پر امین ہے۔ اور اگر اس نے بوجہِ حیا اپنے احوال میں سے کچھ چھپایا تو اپنے نفس سے خیانت کی؛ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ شیوخ تقدیرِ الٰہی کے جاری ہونے کے باعث کسی کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور بندہ تقدیرِ الٰہی کو ٹالنے میں بے بس ہے۔ بعض فقیر جب کسی مخالفت میں پڑنے کا احساس کرتے ہیں تو کہتے ہیں: "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ ہم تیری نافذ تقدیروں کو ٹالنے سے عاجز ہیں؛ اس لیے ہمیں معاف کر اور ہم سے چشم پوشی فرما۔" انتہیٰ۔

مرید کا اپنے نوشتہ اعمال کو شیخ کے حضور پیش کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ روزِ قیامت اس کے حساب میں تخفیف ہوگی؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ مرید کے مناقشہ اور دارِ دنیا میں محاسبہ کے عمل میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ اگر اس کے لیے سزا مناسب سمجھتا ہے تو انجام کار کی اصلاح فرما دیتا ہے۔ اور اگر اس کے لیے شفاعت بہتر جانتا ہے تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی شفاعت کرتا ہے۔ اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے اور جو شخص اپنے شیخ سے اپنی

لغزش چھپاتا ہے تو ہائے افسوس اس کا عملِ حساب کتنا دراز ہو جائے گا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ اس سے تجاوز فرمانے والا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سچا مرید وہ ہے جو اپنے شیخ سے اپنے نقائص و عیوب کو مطلق نہیں چھپاتا۔

اپنے نفس کو ملامت

جب کوئی شخص (مرید) کسی فقیر کے لیے اپنے کپڑوں میں سے کچھ نکالے تو اپنے آپ کو ملامت کرے پھر دوسری بار اس کی طرف رجوع کرے تو اپنے نفس سے کہے، اگر تیرا اس سے محبت کا تعلق نہ ہوتا تو اس سے پہلی بار خارج نہ ہوتا اور وہ دوبارہ تیری طرف رجوع نہ کرتا اور اگر تو اے نفس سچا ہوتا تو وہ کسی صورت تیری طرف رجوع نہ کرتا۔

ایک دفعہ میں نے اپنا صوف اور چغہ بازار بھیجا تو ایک محب نے پہچان کر ان کی قیمت نقیب کو دی اور وہ صوف اور چغہ مجھے ھبہ کر دیا تو میں نے اس کی قیمت لوٹا دی جس سے وہ خوش نہ ہوا، بعد ازاں میں نے وہی صوف اور چغہ بازار بھیجا تاکہ ان سے اندھوں کے لیے کچھ چنے خریدوں تو وہ دونوں چیزیں ایک محب کے ہاتھ لگیں اور اس نے بھی وہ واپس کر دیں اور ان کی قیمت فقیروں کو دے دی یہاں تک کہ میرے ساتھ ایسا پانچ بار ہوا تو میں نے اپنے نفس کو ٹٹولا اور اس پر الزام رکھا کہ اس کو اس ایثار و قربانی کے ساتھ شہوانی محبت کا تعلق ہے پس میں نے قسم اٹھائی کہ میں ان کو کسی صورت قبول نہیں کر سکتا۔

اے برادر عزیز! اس خلق کو اپنے زمانے کے ان مریدوں پر پیش کر جو صدق کا دعویٰ کرتے ہیں تجھے ان کے احوال کا علم ہو جائے گا، البتہ اس معاملہ میں آپ کو فراموش نہ کر۔

واپس لینے کی نیت سے قرض نہ دینا

سچے مریدوں کی ایک عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ مطالبۂ قرض کی نیت سے کسی کو قرض نہیں دیتے بلکہ وہ ایک محتاج کو اس کی ضرورت کی چیز دیتے ہیں۔ اور ان کے دل میں یہ خیال

تک نہیں ہوتا کہ وہ دنیا و آخرت میں اس کا عوض لیں گے؛ اس لیے کہ ہر بندے کے پاس جو حال و مال ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور بندے کی وہی حیثیت ہے جو صاحبِ مال کے وکیل کی ہوتی ہے۔ پس وہ ہر محتاج کو اتنا ہی دیتا ہے جتنا اس کے مالک نے دینے کا حکم دیا۔ اگر اس کے بعد قرض داران کے پاس عوض لے کر آئے تو وہ ہرگز اپنی ذات کے لیے اللہ کے بندوں کے مال سے کچھ نہیں لیتے۔ ہم ابھی بیان کر چکے کہ فقیر کا عوض سے رجوع کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں مال کی محبت سے تعلق پایا جاتا ہے، اور اس نے اسی غرض سے مال بطورِ قرض دیا ہے۔ اگر وہ سچا (مرید) ہوتا تو ہرگز عوض نہ لیتا۔

مڑ کر نہ دیکھنا

سچے مریدوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ جب ظاہر و باطن کے راستے پہ گامزن ہوتے ہیں تو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے اور جب کسی ضرورت کے تحت پیچھے دیکھتے ہیں تو پورے وجود کے ساتھ گھوم کر دیکھتے ہیں تاکہ اپنے بھائی کا مقام و رتبہ ظاہر ہو اور اس کا حق ادا ہو، اور یہ پتا چلے کہ دینی ضروریات و جوائج کے یہ بھی محتاج ہیں۔

ایک شخص نے حضرت ابو بکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے بلند آواز میں پکارا تو آپ نے جواب نہ دیا اور فرمایا تمہیں پتا نہیں کہ فقیر لوگ بغیر مجبوری کے پیچھے نہیں دیکھتے، نہ پیچھے سے بلانے والوں کو جواب دیتے ہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ہمت آگے بارگاہِ الٰہی کی طرف دائمی سیر و سلوک کے ساتھ لگی ہے اور انہیں بارگاہِ خداوندی کا شوق ہوتا ہے جیسے مسافر چلتے چلتے اپنے شہر کے نشانوں کے قریب پہنچتا تو اسے اپنے وطن اور اولاد و ازواج کا شوق بہت بڑھ جاتا ہے۔

بندگانِ خدا پر تصدق

اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کے ساتھ قلبی تعلق کی بنا پر ان پر عزت و آبرو اور جان و مال قربان کرنا بھی مریدانِ باصفا کا وصف ہے وہ اپنے شیوخ اور اصول شرع کے حکم پر عمل کرتے

ہو کسی پر دنیا و آخرت میں کچھ ظلم نہیں کرتے کیونکہ یہ عفو و درگزر اور مکارم اخلاق کا ایک دروازہ ہے اور اس بارے میں نص بھی آئی ہے، اور یہ ایسے لوگ ہیں جن کا اجر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

مرفوع حدیث شریف میں آیا ہے۔"لا يسطيع أحدكم أن يكون كأبي ضمضم كان إذا أصبح يقول اللهم اني تصدقت بحرضي على عبادك"[33] تم میں سے کوئی ابو ضمضم کی طرح نہیں ہو سکتا وہ جب صبح کرتا تو کہتا اے اللہ میں اپنا مال و متاع تیرے بندوں پر نچھاور کر چکا۔

لیکن یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ جس تصدیق کا ذکر ہوا وہ بندے کے حق کی جہت ہی سے صحیح ہے، جہاں تک حقِ خداوندی کی جہت سے تعلق ہے تو اس کا عمل صحیح نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کی غیبت کرے تو اس کو مغتاب (جس کی غیبت کی گئی) کے ضرر کے باعث بہت زیادہ گناہ ہوگا کیونکہ غیبت کرنے والے نے حدودِ الٰہی سے تجاوز کیا بعد اس کے کہ اس کو اس سے منع کیا گیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں کے کلام سے کدورت محسوس کرے تو وہ اہلِ طریقت کی بو بھی نہ سونگھ پائے گا چہ جائیکہ وہ لوگوں کی غیبت کر کے ان کی ہتکِ عزت کرے۔

حضرت سیدی ابراہیم متبولی اپنے دشمن کے مرنے پر غم کا اظہار کرتے اس کے لیے بخشش اور رحمت کی دعا کرتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ وہ شخص مر گیا جس سے ہم اذیت اٹھاتے اور اس کے ہاتھ سے ہمیں بھلائی نصیب ہوتی حالانکہ وہ ہماری بھلائی کا ارادہ بھی نہیں کرتا تھا۔

---

[33] ضياء، 149/5۔ ديلمی، 355/1۔

مخلوقِ الٰہی کو حقیر نہ سمجھنا

سچے مریدوں کا ایک اور خلق یہ ہے کہ وہ مخلوقِ خداوندی میں سے کسی چیز کو حقیر نہیں سمجھتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ پس ایک چھوٹا سا ذرہ بھی عرشِ علیم کی طرح ہے کہ ان دونوں کا خالق ایک ہی ہے، یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "تم میں سے کوئی شخص کسی مخلوق کو حقیر نہ جانے سوائے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابعداری کرتے ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کرتے وقت نظرِ حقارت سے نہیں دیکھا۔"

ایک کامل شخص کی شان یہ ہے کہ وہ اس چیز کی تعظیم کرتا ہے جس کو اللہ نے عظمت دی اور اس چیز کو حقیر سمجھتا ہے جس کو اللہ نے حقیر بنایا اس لیے وہ خیر کو شر پر، آدمی کو کتے پر اور عادل کو فاسق پر ترجیح و تقدیم دیتا ہے۔ اور اسی طرح اور چیزوں کو دوسری چیزوں پر۔ جب اس کے باطنی حکم کو بھی جانتا ہے۔

حضرت شیخ محی الدین بن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے۔: "فقیر مقامِ عرفان میں کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے آراستہ ہو کر ہر نیک و بد ناطق و ضامت اور ظاہر و نجس کے ساتھ نیکی نہیں کرتا۔"

مجھے وحبہ مقدسی نے شہر ملطیہ میں بتایا کہ بخاری شہر کا ایک ظالم حاکم تھا، ایک دن سوار ہو کر جا رہا تھا کہ اس نے ایک خارش زدہ کتے کو سردی سے ٹھٹھرتے دیکھا تو اس نے اپنے ایک نوکر سے کہا اس کتے کو اٹھالو اس کو تپش دو اور تیل لگا کر اس پر احسان کرو، جب رات آئی تو اس کو خواب میں پکار کر کہا گیا، اے فلاں! تو تو کتا تھا تجھے ایک کتے کی وجہ سے بخش دیا گیا۔

میرے بھائی دیکھ، میرے رب نے اس کتے کی بدولت کیسے اس رحمت کو ترجیح دی؟ تو

فقراء و مساکین کی برکت سے کیوں رحمت نہیں کرے گا؟

حدیث شریف میں ہے:۔ "فِي كُلِّ كَبِدٍ حَرَّاءَ أَجْرٌ"۔[34]

یاد رکھیے کہ سچا مرید کسی ظالم کو بھی نظرِ حقارت سے نہیں دیکھتا اور کسی پر رحمتِ الٰہی کے وقوع کو بعید نہیں جانتا بلکہ بعض اوقات ان کا ہر فعل مذموم بھی کفارہ بن جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

حضرت سید علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "سچے فقیر کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے گناہ کو بڑا سمجھے اور لوگوں کے گناہوں کی بخشش مانگے۔"

تہذیب نفس کے بعد حاجت برآری کے لیے بیٹھنا

ایک شخص اسی وقت لوگوں کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے صدر نشینی کا دروازہ کھولے جب وہ تہذیبِ نفس، کمالِ ریاضت اور طریقِ سیاست کی آگاہی سے فارغ ہو چکا ہو، اور جو ریاضتِ نفس کے کمال سے پہلے صدر نشینی کرے وہ ناجائز و بے محل سرداری کا طالب ہے اور اس معاملہ میں کھلی مشقت ریاکاری اور منافقت ہے۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "بعض اوقات بندہ عوام کی حاجات برآری کے لیے اس نیت سے نمایاں ہوتا ہے کہ اس کا چرچا پھیلے اور اس کی تعریف ہو۔ خصوصاً جب اہلِ حاجت اس کی دہلیز پر پڑے ہوں، اس کی خدمت گزاری کریں اور اس کو ہدیے پیش کریں اور وہ ان ہدیوں کو قبول کریں۔ تو وہ ہلاکت میں پڑ جاتا ہے اور اس کی خود فریبی بڑھ جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ سے کہتا ہے کہ اگر تو اس معاملہ میں مخلص نہ ہوتا تو لوگ تیرے دروازے پر نہ پڑے ہوتے اور تیری اس قدر خدمت سرانجام نہ دیتے۔ بعض اوقات کوئی برادرِ طریقت

---

[34] امام احمد، 322/2۔

اس کو اس عمل پر ملامت کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ (اس معاملہ پر) اختیار نہیں۔"

گروہِ صوفیاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دوسروں کو نفس کی خرابیوں سے رہائی دلانے سے پہلے اپنے نفس کی خلاصی ضروری ہے اگرچہ ان میں سے ہر ایک واجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود ڈوبنے والا دوسروں کو بچانے کا مطالبہ نہیں کرتا ہاں جب ڈوبنے سے بچ جاتا ہے (تو دوسروں کو بچانے کی فکر کرتا ہے)

حضرت شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جو شخص اپنے نفس کی تہذیب اور (آلودگیوں سے) چھٹکارے سے پہلے حاجاتِ عوام کو پورا کرنے کے لیے بیٹھے وہ خواہشِ نفس کا قیدی اور شیطان کا مسخرہ ہے اور فتنہ میں مبتلا ہے؛ کیونکہ جس عمل سے رضائے خداوندی مقصود نہ ہو وہ ھبائے منثور (یعنی روزن دیوار کے خیالی ذرات) کی مانند ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: "من أخذ يكلم في سبيل الله والله أعلم بمن تكلم في سبيله."[35] جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں کلام کرنے لگے (یا زخمی ہو) اور اللہ اس شخص کو خوب جانتا ہے۔ تو اس کی راہ تکلم کرے (یا زخمی ہو)

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ ہر شخص جو صفِ قتال میں مرے اللہ تعالیٰ کے نزدیک راہِ خدا کا شہید نہیں ہوتا۔

تھوڑی دنیا پر قناعت

سچے مریدوں کا ایک اور وصف تھوڑی دنیا پر قناعت ہے خواہ درہم و دینار ہوں یا کھانا،

---

[35] صحیح ابن حبان 185/3 ۔ دیلمی، 163/5۔

اپنا لباس نیند لغو کام یا مباشرت ہو اور اس قسم کے دوسرے دنیاوی سازو سامان ہوں۔ بخلافِ احوالِ آخرت کے وہ اس کے تھوڑے توشہ پر قناعت نہیں کرتے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ فرمایا: "لا یشبع مؤمن من خیر" مومن نیکی کے کام سے سیر نہیں ہوتا۔

ایک گروہ نے قناعتِ دنیا کو نفس کا ٹھہراؤ قرار دیا؛ جب اسے دنیا ملے تو زیادہ کی خواہش اور شوق نہ ہو تو یہ قناعت ہے۔

حضرت سیدی علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے۔ "مومن مقامِ عبودیت (بندگی) کے کمال تک نہیں پہنچتا جب تک اپنے اعمال کو "ھباء" کی طرح نہ سمجھے خواہ وہ کثرت وعظمت میں پہاڑوں کی طرح ہوں۔

یہ خلق اس زمانے کے مریدوں میں ناپید و نادر ہو گیا ہے تم اس کو ان پر پیش کر کے دیکھ لو۔ تمہیں زیادہ تر وہ لوگ ملیں گے جن کے نفس سیر نہیں ہوتے اور وہ سامانِ دنیا پر قناعت نہیں کرتے۔ ہاں اسے اپنے نفس پر پیش کرنا نہ بھولو۔

مصائب پر شکر

سچے مرید مصیبتوں پر اسی طرح شکر کرتے ہیں جس طرح وہ راحتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی اس کپڑے کو نہیں اتارتا جو کسی نے اس کو عطا کیا مگر حالتِ طہارت پر۔

یونہی ان کے اخلاق میں سے ہے کہ وہ سر کے بال نہ منڈوائیں اور ناخن نہ کاٹیں مگر حالت طہارت پر۔ اور یہ معزز دیکھنے والے فرشتوں کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم ان کے پاس آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب انہیں چھوڑا تو اس وقت بھی نماز میں مشغول تھے۔

اور یہ معلوم ہے کہ ہر چیز کی نماز اس کے حساب ولحاظ سے ہوتی ہے اور کوئی نماز طہارت کے بغیر صحیح نہیں جیسا کہ ہم نے اس کلام کی وضاحت اپنی کتاب "المنن الکبریٰ"

میں کی ہے۔

پست نگاہی اور چلنے میں جلدی بھی ان کے اخلاق میں شامل ہے حدیث شریف میں ہے۔ ”جو شخص چاہے کہ اسے چلنے میں دشواری نہ ہو تو کمر باندھ لے اور چھوٹے چھوٹے قدم بھرے۔“ او کما قال

اور یہ صورتِ تکبر اور خود پسندی سے بہت دور ہے۔ حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ گرمی میں بُرنس (پہنتے تھے اور کبھی اس سے) جدا نہیں ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ آنکھ کو فضول نظری سے روکتی ہے۔

اور جس شخص کو بُرنس نہ ملے تو وہ آنکھوں پر چادر اوڑھ لے اس طرح کہ اسے صرف قدموں کی جگہ نظر آئے اور کسی سے کلام نہ کرے یہاں تک کہ اس چادر کو سامنے سے اٹھالے۔

ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمۃ اللہ علیہ [36] کا یہی انداز تھا کہ بوقتِ گفتگو عمامہ کے بل

---

[36] آپ شیخ الاسلام زکریا بن محمد انصاری حنبلی شافعی فقیہ اور کئی علوم میں مفید کتابوں کے بزرگ مصنف اور طریقِ فقہ و تصوف کے رکن تھے۔ حضرتِ شیخ مصنف علامہ شعرانی فرماتے ہیں: ”میں نے حضرت کی بیس سال تک خدمت کی اور کبھی آپ کو غفلت اور بے کار کاموں میں مشغول نہیں دیکھا، نہ رات کو نہ دن کو۔“ آپ کی تصنیفات میں "اسنی المطالب فی شرح روض الطالب"، "اقصی الامانی فی البیان والبدیع والمعانی"، "التحفۃ العلیۃ فی الخطب المنبریۃ"، "تحفۃ الباری شرح البخاری"، "احکام الدلالۃ علی تحریر الرسالۃ القشیریۃ"، "المنہج"، "تحفۃ الطلاب"، "تلخیص الازھیۃ فی احکام الادعیۃ للزرکشی" اور "رسالۃ فی بیان الالفاظ الصوفیۃ"، "الزھدۃ الفائقۃ فی شرح ⟸

ہاتھوں میں لیتے تھے پھر (گفتگو کے بعد) اس کو لٹکا لیتے تھے۔

دل کو محجوب کرنے والی اشیاء سے پاک کرنا

سچے مریدوں کا ایک اور خلق اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے دلوں کو ایسی چیزوں سے پاک کرنا جو اللہ تعالیٰ سے محجوب کر دیتی ہیں۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کمال حیاء کے مقام تک نہیں پہنچتا یہاں تک کہ حق اس کی فطرت و طبیعت اور حرکات و سکنات پر چھا جائے جس کے باعث اسے کوئی چیز ناگوار نہ آئے۔"

ایک اور روایت میں ہے یہاں تک کہ ذکرِ حق جل وعلا اس کے دل پر چھا جائے جس کی وجہ سے وہ اپنی دل میں کسی اور کا تسلط اور غلبہ نہ دیکھے اسے بس اللہ ہی کا شوق اور اس کی محبت ہو۔

ایک اور روایت ہے کہ اسے مقامِ حیا نصیب ہو کہ اس کے باطن پر یادِ حق کا غلبہ ہو جائے اور وہ اس میں کسی اور کی طرف التفات و توجہ نہ دیکھے۔

امید کا غلبہ

ناامیدی کا سلطان جب مریدوں میں اپنی حکمرانی کرنے لگے تو اس وقت امید کو غالب کرنا سچے مریدوں کا شیوہ ہے۔ دیگر احوال میں خوف ہی ان کے لیے زیادہ کامل اور حسین وصف ہے۔

البردة الفائقة" اور "الکواکب الدریة فی مدح خیر البریة" شامل ہیں۔ اور پانچ ہماری تحقیق کے ساتھ ہیں۔ دیکھیے طبقات کبریٰ شیخ شعرانی 111/2۔

فعلِ منکر (برائی) پر انقباض

ان مریدوں کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ جب شرعی معاملات میں کسی برائی کو دیکھتے ہیں تو مقامِ شرع کی عظمت و بلندی کو ترجیح دیتے ہوئے اس برائی سے انقباض (تنگدلی) محسوس کرتے ہیں۔

اسی طرح ان کی عادت ہے کہ وہ لوگوں کے عیبوں سے اندھے ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں میں صرف بھلائی ہی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

حضرت سیدی علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ فقیر مقامِ ارادات میں کمال حاصل نہیں کرتا یہاں تک کہ لوگوں کی تمام برائیوں سے اندھا بن جائے، اور ان میں صرف بھلائی اور اچھائی ہی دیکھے۔ یہ اس بات کا عنوان ہے کہ وہ راہِ تصوف کی صلاحیت و اہلیت رکھتا ہے۔ اور جو مرید لوگوں کی خامیاں اور عیب دیکھے وہ بدترین انسان ہے؛ کیونکہ وہ لوگوں میں اپنی ہی شکل کا مشاہدہ کرتا ہے اگر وہ تمام رذائل سے پاک ہوتا تو لوگوں میں سوائے بھلائی کے اور کچھ نہ دیکھتا۔

میں نے حضرت کو فرماتے سنا کہ مرید کے پاس دو آنکھیں ہونی چاہیے ایک آنکھ سے لوگوں میں موجود کمال دیکھے اور دوسری آنکھ سے ان سے صادر ہونے والی بدعتوں اور گناہوں کا مشاہدہ کرے تاکہ ان کا رد کر سکے۔

صوفیاء کا اجماع ہے کہ ہر مسلمان پر لوگوں کی اچھائیاں ظاہر کرنا برائیاں چھپانا ضروری ہے، سوائے اہل بدعت کے؛ کیونکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان (اہلِ بدعت) کے احوال سے لوگوں کو آگاہ کرے، تاکہ وہ ان سے بچیں اور یہ مسلمانوں کے لیے رحمت اور مہربانی ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعتی شخص پر اس شخص کا بھی گناہ ہے جس نے اس کی پیروی کی اور یہ اس کے گناہ پر اضافہ ہے اور یہ اس کو بے نقاب کرنا راستے سے اذیت ناک چیزوں کو ہٹانے کے مترادف ہے کیونکہ طریقت میں ظاہر یا باطنی اذیت ناک چیز کے دور کرنے میں کوئی فرق

نہیں۔ پھر اس خلق کی عملی خیانت کے زیادہ تر وہی مرتکب ہوتے ہیں جن کا کوئی مرشد پیر نہ ہو۔

سچے مریدوں کا ایک اور خلق کونین کی طرف قلبی محبت و میلان کو جھٹک دیتے ہیں سوائے بقدرِ ضرورت۔ اور وہ بھی اس قدر جو انہیں شہودِ حق سے محجوب نہ کرے۔

اسی طرح ان کا ایک اور خلق اپنا سب کچھ محتاجوں کو دے ڈالنا ہے، وہ سوائے ضرورت کی اشیاء کے کچھ نہیں بچا رکھتے۔ اور جو مرید اہلِ حاجت کو بلا ضرورت محروم رکھے وہ دنیادار ہے اس نے اہلِ تصوف کی بو بھی نہیں سونگھی۔

پھر جب مرید مرتبۂ کمال کو پہنچ جائے تو اس کے لیے اور معیار ہے وہ یہ کہ اس وقت اپنے نفس کی حالت کو دوسرے کی حاجت سے مقدم رکھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے: "الاقربون اولیٰ بالمعروف "زیادہ قریبی لوگ بھلائی کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور انسان کا اس کے نفس سے بڑھ کر کوئی قریبی نہیں ہوتا، بلکہ نفس اس کی ذات کی حقیقت ہے۔ اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینے کی وجہ ان کے دلوں کو قوی کرنا ہے؛ تاکہ لالچ اور حرص کے ورطہ سے نکل آئیں اور اہلِ حرص وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا پر آنکھیں گاڑ رکھی ہیں۔ اور لالچ مومن کی قبیح ترین صفت ہیں اور مومن جب اس قبیح صفت سے آزاد ہو جاتا ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ نہیں دیکھتا کہ اس نے کسی کو رزق میں ترجیح دی۔ اور یہ کہ جو لوگوں کو دیکھتا کہ اس نے کسی کو رزق میں ترجیح دی تو یہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقسوم کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں یہ رزق نہیں رکھا تو مرید کسی کو ایک ذرہ بھی نہیں دے سکتا۔ اس موقع پر اس کو حکم ہے کہ وہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنی ذات سے شروع کرے۔

"ابدا بنفسك ثم بمن يعول "اپنی ذات سے شروع کر پھر اس سے جس کی تو کفالت کرتا ہے۔

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جو کہتا ہے کہ اپنا مطلقاً افضل ہے اور آغاز مطلقاً اپنی

ذات سے کرے تو مقامِ کمال تک رسائی رکھتا ہے۔

ہر اس چیز سے دوری جس میں نفس کی طبعی غرض ہو

سچے مریدوں کا ایک اور وصف ہر اس خبر سے دوری ہے جس میں نفس کی طبعی غرض پوشیدہ ہو اور کوئی شرعی حاجت نہ ہو، گویا مرید شہودِ حق کے بغیر از جہتِ تمنا، مشقت اور طلب شہوت اختیار کرتا ہے تاکہ ان لوگوں میں شمار نہ ہو، جو بغیر مشقت اور محال کے اس خواہش میں سبقت لے چکے۔

بس ایسے مرید کو کھانا روا، سوائے اس کے کہ وہ مقام مجاہدہ میں ہو یا لذت کے حقیقی مقام پر بہت زیادہ لذت میں ہو۔ اور یہ انداز حضرت عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم جیسے لوگوں کا ہے۔ اور ان کی میراث عمر بن عبد العزیز، عتبہ غلام، بشر حافی اور ایک جماعتِ صوفیاء جیسے سیدی عبد العزیز دیرینی، [37] سیدی عبد اللہ متوفی اور شیخ عبد الحلیم بن مصلح وغیرہم کو ملی ہے۔

پس جو لوگ ان کے اس مقام پر فائز نہ ہوں ان کو پاکیزہ شہوات میں سے کچھ لینا درست نہیں۔

---

[37] آپ عارف باللہ ولی کامل شیخ عبد العزیز بن احمد بن سعید بن اللہ دمیری شافعی المعروف دیرینی ہیں۔ آپ مفسر، فقیہ، متکلم، مؤرخ، واعظ، اور ادیب ہیں۔ آپ کی تصانیف میں "المصباح المنیرفی علم التفسیر" دو جلدوں میں "طھارت القلوب" اور "المقصد الانسی" ہیں۔ دیکھیے معجم المؤلفین، 157/2
مصنف رحمۃ اللہ علیہ "کبریٰ" میں فرماتے ہیں: "سیدی عبد اللہ متوفی پاکباز، عبادت گزار، تارکِ دنیا، یکتائے زمانہ اور صاحب کرامات کثیرہ اور بڑے بڑے آئمہ کے استاد سن 748 میں فوت ہوئے اور قاہرہ میں قائمیامی بادشاہ کی قبر کے مقابل دفن ہوئے آپ کے شاگرد خلیل نے جداگانہ حالات لکھے۔"

حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ[38] فرمایا کرتے تھے: "اہلِ آخرت کے لیے دنیا حرام ہے اور اہلِ اللہ کے لیے آخرت۔"

تمام عبادات میں حضوری

مریدوں کے لیے ایک وصف یہ ہے کہ وہ اپنی تمام عبادات میں بارگاہِ خداوندی میں باریابی کے لیے کوشاں ہوں اور اگر حضوری نصیب نہ ہو تو کسی چیز سے دھوکا نہ کھائیں؛ کیونکہ جس عمل میں حضوری نہیں وہ عادت ہے، عبادت نہیں۔ اور عادی امور میں ثواب نہیں ہوتا۔ نہ بارگاہِ خداوندی میں تقرب حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین فرشتوں سے فرماتا ہے: "میرے فلاں بندے کا عمل لکھو اور لکھو کہ عمل کے وقت اس کا دل کہاں تھا تاکہ اس کے مطابق جزا دوں" انتہیٰ۔

بعض اوقات بندے کی نظر میں اس کا عمل بلند پہاڑوں کی مانند ہوتا ہے، اور اس کو چوبیس قیراطوں میں سے ایک قیراط کا ثواب بھی نہیں ملتا اور جس بندے کی حالت ایسی ہو وہ گناہ کے زیادہ قریب ہے۔

بعض صوفیاء فرماتے ہیں جب بندہ نماز کے کسی حصہ میں حضوری حاصل کرتا ہے تو وہ حصہ بقیہ اجزائے نماز کے بارہ میں شفاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمتِ رخصت کے صدقے میں اس کی سفارش قبول کر لیتا ہے۔ مگر صوفیاء کا اتفاق ہے کہ وہ اس جزوی حضوری کے ساتھ ترقی نہیں پاتا۔ اور بعض صوفیاء نے اوپر جو کچھ کہا اس پر کتاب و سنت سے

---

[38] آپ حضرات ابراہیم بن ادھم بلخی، عارف باللہ، صاحبِ خرم و عزم، دنیا سے کنارہ کش اور بارگاہِ خداوندی کے شاغل اور امیر الزہاد کے لقب سے ملقب۔ حالات زندگی کے لیے "حلیۃ اولیاء"، "صفوۃ الصفوۃ"، "طبقات سلمی"، "طبقات اولیاء" وغیرہ۔

کوئی دلیل نہیں۔

بارگاہِ خداوندی کے حاضر باش کا مقام کہاں اور خدا سے دور اور غافل کا مقام کہاں ؟[39]

حضرت سیدی علی الخوص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اگر فقیر اپنے نفس کو ٹٹولے تو وہ اپنی عمر بھر کی عبادت کو عارف باللہ کی ایک دن کی عبادت کے برابر نہ پائے گا۔''

حضرت ابوعبداللہ حصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید حضرت شبلی سے فرمایا ''اے ابوبکر شبلی! اگر تیرے دل میں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک غیر اللہ کا خیال گزرے تو میرے پاس نہ آیا کر کیونکہ تجھ سے طریقت میں کچھ ہو نہیں پائے گا۔''

دیکھیے! حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید کو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک نماز اور دیگر عبادات میں حضوری کا مکلف کیا۔ پس کیا حالت ہے اس مرید کی جسے نمازِ پنجگانہ میں حضوری حاصل نہیں ہوتی چہ جائے کہ وہ نوافل میں یہ مقام پائے۔ پس ہم نے جو ثابت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے اکثر مریدوں کی عبادت میں روحانی ترقی نہیں ہوتی؛ کیونکہ ان کے دل غیر اللہ سے مشغول ہوتے ہیں۔

اس وصف کو اپنے زمانے کے ان مریدوں پر چسپاں کر کے دیکھ جو صدق و اخلاص کے مدعی ہیں تجھے ان کے احوال سے آگاہی ہو جائے گی۔ ہاں اس معاملے میں اپنے آپ کو نہ بھول۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اذیت اٹھانے والے مرید بھائیوں کا زیادہ احترام

سچے مریدوں کا ایک اور وصف یہ ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں جو اذیت دینے والوں کا زبان اور ہاتھ سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے

---

[39] عارف روم نے فرمایا۔ سیرِ زاہد ہر شے یک روزہ راہ سیر عارف ہر شئے تا تخت شاہ۔

اذیت دہندہ لوگوں کی مخاصمت فرماتا ہے کیونکہ یہ اذیت رسیدہ مرید حق تعالیٰ کی آغوش تربیت میں یتیموں کی طرح ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ان کا حق ان کے مخالفوں سے لے لیتا ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کا تقاضا نہ کریں۔ اور مریدوں میں سے جو اپنے بھائیوں کو اذیت دے وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ کا دشمن بھلا کیسے دعوی کر سکتا ہے کہ وہ طریقت سے محبت کرتا ہے۔

میرے بھائی اس بات سے احتیاط کر کہ تو اپنے بھائیوں کو اذیت دے کیونکہ غضبِ الٰہی سیلاب سے زیادہ تیز تیری طرف بڑھے گا۔ اسی لیے خانقاہوں کے کینہ توز فقیر نفع سے محروم ہو گئے اور اپنے پیروں کی خواہشات میں آئے یہاں تک زندگی کی بازی ہار گئے مگر کسی پر اس محرومی کی حقیقت نہ کھلی۔ اگر وہ طلبِ طریقت میں سچے ہوتے تو ہر اس شخص کی تعظیم کرتے جس کی اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے علم پر اکتفا کیا۔

صالح نسبت کے ساتھ گودڑی پہننا

سچے مریدوں کا ایک اور خلقِ سچی اور صالح نسبت کے ساتھ خرقہ پوشی کرنا ہے نہ کہ اپنے بھائیوں سے نمایاں ہونے کے قصد سے، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے

"شرُّ الناسِ مَن اشارَ الناس الیه بالاصابع" بدترین لوگ وہ ہیں جن کی طرف لوگ انگلیاں اٹھائیں۔

ہاں اگر اس نے خرقہ پوش جماعت کے ساتھ گودڑی پہنی تو حرج نہیں جیسے سیدی عبدالعزیز دیرینی، سیدی عبداللہ منوفی اور دیگر بزرگوں کی جماعتیں تھیں۔ پس ایسے لوگوں کے ساتھ موافقت کرنے میں حرج نہیں؛ کیونکہ اس طرح کے ان کے صالح مشاہدات و مقامات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ لوگوں کو آگاہ کرنا کہ ان کا دین تار تار ہے اور ان کے تمام اقوال و افعال میں پیوند کاری کی گئی ہے۔ لہٰذا ان کا کوئی عمل ہمیشہ کے لیے درست نہیں ہو سکتا۔

خرقہ پوشی کی ایک اور وجہ اپنے بھائیوں کا بوجھ ہلکا کرنا ہے جن کے پاس ستر پوشی کے

لیے کمائی نہ ہو۔ کبھی یہ پیوند لگی گوڈریاں سیپ کی صورت ہوتی ہیں جن کے نیچے موتی چھپے ہوتے ہیں اس طرح وہ فواحش و قبائح کے نیچے موتیوں کے مرکز ہوتے ہیں اگر لوگ ان موتیوں یا فواحش و قبائح سے مطلع ہو جائیں تو کبھی ان گوڈری پوشوں کو سلام نہ دیں۔

اسی طرز عمل کے متعلق عارف باللہ شیخ خطیب بن احمد فیومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعار کہے ان میں سے کچھ حسبِ ذیل ہیں۔

واهاً لغفلة انسان نيام   وقدصاح المشيب به ياصاح لوسمعا

ہائے انسان کی غفلت، وہ خوابِ غفلت میں پڑا ہے اور اس کا بڑھاپا اس کو پکار پکار کر بلا رہا ہے کاش وہ کان دھرے۔

حتی اذا زادت الاثام واجهمت   عليه فرقت الايام ماجمعا

یہاں تک کہ جب اس کے گناہ بڑھ گئے اور اس کے نامہ اعمال میں جمع ہو گئے تو اس نے جو دنیاوی مال و منال جمع کیا تھا، زمانے نے پراگندہ کر دیا۔

يا مَن يكاثر بالدنياو يلك هل   رايت مالاً غدا للميت متبعا

اسے بہت زیادہ دنیا جمع کرنے والے تیری بربادی کیا تو نے کوئی مال دیکھا جو میت کے ساتھ گیا ہو۔

كم من فنى شيد الدنياورفعها   تراه فى النار يوم الحشر قدوضعا

اہل دنیا نے کتنے مضبوط بلند بام محلات تعمیر کیے تو روزِ حشر دیکھے گا کہ دوزخ میں پھینک دیے گئے۔

له احيتال على جمع الحطام ولو   من الربا وتراه يدعى الورعا

وہ کتنے جلدی سے مال دنیا جمع کرتا ہے خواہ سود ہی سے کیوں نہ ہو اس کے باوجود تم دیکھو گے کہ ورع اور تقویٰ کا مدعی ہے۔

و يلبس الثوب قد خيطت به وقع   وليس ممن لباب الله قد قرعا

وہ پیوند والا لباس پہنتا ہے، حالانکہ ان لوگوں میں سے نہیں جنہوں نے باب خداوندی پر دستک دی۔

فلو نظرت الی مکنون باطنه رأیت احشاءه مملوءة هدیٰ

اگر تو اس کے باطن کی پوشیدہ باتوں پر نظر ڈالتا تو تو دیکھتا کہ اس کا باطن خلافِ شریعت نئی باتوں سے بھرا ہے۔

ان المواقع فی اربابها صدف یلدرمن کدر الاغیار قد منعا

فرقہ پوشیوں کے لیے یہ خرقے موتیوں کے صدف ہیں جو غیرو کی کدورتوں اور آلودگیوں سے محفوظ ہیں۔

فان اردت طریق الحق تسلکه فکن عن المیل بلاهواء متخلقا

اگر تو راہِ حق پر چلنا چاہتا ہے تو خواہشات کی طرف میلان سے دور رہ۔

وانبض علی النسة الغراء بیدیك تکن وعن الاثار خیرالرسل تبعا

اور روشن سنت کو مضبوطی سے پکڑے اور خیر الرسل کے آثار کو۔ تو تابعدار ہو جائے گا۔

برادر عزیز یہ بات ذہن نشین رکھو کہ سلف صالحین نے خرقہ پوشی مرضی سے اختیار نہیں کی بلکہ تنگ دستی سے کی۔ اس لیے گمان نہ کر سلف صالحین اس زمانے کے احمدی، ہر حامی اور سہروردی فقیروں کی طرح تھے جو مرضی سے رنگین کپڑے کاٹ کے پیراہن بناتے ہیں؛ کیونکہ یہ سب نفس کی لذت کے لیے ہیں جو خرقہ پوشی کو بارگاہِ الٰہی سے زیادہ دور کرتے ہیں میں نے ایک ایسے فقیر کو دیکھا جس نے خرقہ پر ساڑھے چار سو (درہم) خرچ کیے، اگر وہ اس قیمت سے چغہ یا سوتی لباس خرید کر پہنتا تو اس کے لیے افضل و احسن ہوتا۔

مشائخِ طریقت نے خرقہ پوشی کو نفس کے لیے موتِ اخضر قرار دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مرید کے لیے چار موتیں ضروری ہیں: "موتِ احمر" یعنی خواہش نفس کی مخالفت "موتِ ابیض" یعنی بھوک "موتِ اسو" یعنی اذیت اور تکلیف برداشت کرنا اور "موتِ اخضر" یعنی خرقے اتار پھینکنا انہوں نے اس کو موت اس لیے نام دیا کہ اس میں خواہشاتِ نفس کی موت ہے۔ اگر یہ خواہشاتِ نفس سے ہم آہنگ ہو تو یہ بھی حظوظ نفس ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم

نے اس پر تفصیلی کلام "منن الکبریٰ" میں کیا ہے اس کی طرف مراجعت کیجیے۔

روغنی روٹی اور حلوے سے پرہیز

سچے مریدوں کا ایک اور وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جب دنیاوی مال کی فراخی عطا کرے تو وہ روغنی چکنی روٹی اور حلوہ کھانے سے پرہیز کریں۔ لباسِ فاخرہ نہ پہنیں، نہ کسی مہمان کو پر تکلف ضیافت دیں۔ اسی طرح اگر جان لیں کہ ان کا مہمان عادی شکر بجالائے گا (تو پر تکلف ضیافت نہ دیں) اور اگر معلوم ہو کہ ان کے نفس اس سے عاجز ہیں، تو طریقِ مجاہدہ میں ان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے نفسوں کو ان نعمتوں سے لذت اندوز کریں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹے میں ایک تہائی خاکستر ملا لیتے تھے اور فرماتے تھے۔ "ہم اللہ تعالیٰ کا کماحقہ شکر ادا نہیں کر سکتے۔"

یہ ہے سچے مرید کا معاملہ جو ہم نے ثابت کیا جب تک وہ اپنے حصے یا مہمان کے حصے سے آگاہ نہیں ہوتا۔ (اسے پرہیز کرنی چاہیے، اور) وہ خوشاک، پوشاک کے ترک پر ثواب پائے گا۔ البتہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی یا اس کے مہمانوں کی تقسیم (حصہ) سے آگاہ کر دے تو یہ سچے مریدوں کا ایک اور ادب ہو گا جس کا بیان ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

بخدا اللہ تعالیٰ پاک نے مجھے ہمت و قدرت دی ہے کہ میں روزانہ اپنے لیے اور اپنے مہمانوں کے لیے مرغن کھانے تیار کروں، اس کے باوجود میں اپنے ساتھیوں اور اپنے مہمان کے ساتھ شفقت کرتے ہوئے مرغن غذا سے بچتا ہوں کیونکہ ہم عادتاً اس کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ لہذا جس شخص کے پاس نعمتوں کی فراوانی ہو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہو۔ اور سردی گرمی میں خوابِ راحت سے بچے۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے وافر روزی کی خواہش کرے، تو ساتھ ہی اس سے زیادہ عمل کی توفیق بھی مانگے، اور جو زیادہ عمل نہ کر سکے، وہ زیادہ رزق کی طلب بھی نہ کرے۔ انتہیٰ

برادرِ عزیز! سمجھ دار بن اور اپنے پیسے ایسی چیز میں برباد نہ کر جس کا انجام بیت الخلاء ہو۔ اہلِ عقل تو ہمیشہ ایسی چیزوں میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں جو انہیں بارگاہِ الٰہی کا قرب بخشتی ہیں یا برادرانِ طریقت کو بارگاہِ ربانی کے نزدیک کرتی ہیں۔ باشعور لوگ اپنے مال ایسے چیزوں میں خرچ نہیں کرتے جوان کو ادائے شکر سے عاجز کردیتی ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: "میری خواہش ہے کہ ایسا کھانا کھاؤں جو شکم میں اینٹ کی طرح ہو، یہاں تک کہ اس سے مرجاؤں۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ اینٹ پانی میں تین سو سال تک رہ سکتی ہیں۔"

میرے بھائی! اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر چسپاں کر کے دیکھ تجھے معلوم ہوجائے گا کہ کیا وہ اس پر کاربند ہو سکتے ہیں کہ نہیں؟

اوراد و وظائف میں قلبی حضوری

مرید کو چاہیے کہ وہ اپنے شیخ کے مقرر کردہ اوراد و وظائف، قراءت، ذکر اور درودِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت حضورِ قلب پیدا کرنے کی حد بھر کوشش کرے؛ کیونکہ ان اوراد میں اس کے لیے باطنی فتوحات ہیں اور ان اوراد میں حضورِ قلب پیدا کرنے کے لیے پوری کوشش کی علامت یہ ہے کہ وہ دل میں وجد کے ساتھ ان اوراد کو حفظ کرنے میں مشغول ہو یا دیگر اوراد پڑھنے میں لگا رہے کیونکہ پورے روز کے بعد بھی اس کو رغبت اور داعیہ نصیب نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ شیخ (مرشد) تو دانا ہے وہ اس پر حسبِ استطاعت بوجھ ڈالتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اکثر مریدین، پیروں کے ہوتے ہوئے بھی بے نصیب رہے، کوئی خود پیر بن بیٹھا، زیادہ تر خانقاہ کے کم سن فقہا اس بلا میں پڑتے ہیں۔ پیرو مرشد ان سے کہتا ہے کہ کم سن بچوں کو خانقاہ میں آنے دو تاکہ ذکرِ خداوندی سے باطنی طہارت حاصل کریں۔ بعض فقیر تو بچوں کو اشارہ کرتے ہیں کہ محفلِ ذکر میں نہ آؤ، بلکہ اپنی تختیاں پڑھتے رہو۔ اس طرح وہ اپنی رائے کو پیرو مرشد کی رائے پر ترجیح دیتے ہیں سو یہ ساری باتیں پیرو مرشد کے

ساتھ خیانت کے زمرہ میں آتی ہیں۔

کمزور ناتواں لوگوں سے باطنی اور ظاہری احسان کرنا

سچے مریدوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ کمزور اور ناتواں لوگوں سے ظاہری باطنی احسان کریں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ان کو تھوڑی مقدار میں حلال کھانا کھلائیں اور وہ بھی ایک قسم کا ہو اور یہ بہت دشوار امر ہے کہ کوئی ایک ہی قسم کا حلال کھانا کھائے۔ بہت سے مرید اس وصف سے محروم ہیں؛ کیونکہ کئی ایک مرید اپنے مہمانوں کو طرح طرح کے کھانے پیش کرتے ہیں۔ جو اہلِ ورع کے نزدیک شبہات یا حرام پر مشتمل ہوتے ہیں۔ تو بظاہر ان کے ساتھ احسان کر رہے ہوتے ہیں مگر درپردہ یہ ان کے ساتھ برائی ہوتی ہے۔ اگر وہ ایک قسم کا کھانا جو حلال کا ہو، ان کو کھلاتے تو ان کے ساتھ ظاہری اور باطنی احسان کرتے۔ فقیر کو اس قسم کی صورتِ حال سے آگاہ رہنا چاہیے، اور اسے مہمان کے ساتھ ظاہری اور باطنی دونوں احسان کرنے چاہئیں۔ صرف ایک احسان پر قناعت نہیں کرنی چاہیے۔ اسے جان لینا چاہیے کہ مہمان کی ناراضی اور غصے کے باوجود باطنی احسان کرنا اس کے ساتھ برائی کرنے سے بہتر ہے جب کہ اس کے ساتھ اسے محبت بھی ہو؛ کیونکہ جب وہ اس کے ساتھ ظاہری برائی کرے گا۔ (یعنی اسے شبہ والا یا حرام کھانا نہ کھلائے گا) تو اس کے ساتھ باطنی احسان کرے گا۔

اسی طرح کا ہے مہمان کو بہت زیادہ کھانا پیش کرنا جب گمان غالب ہو کہ وہ بہت زیادہ سیر ہو کر نفس کو روک نہیں سکے گا۔ یہ اس مہمان کے لیے ظاہری احسان ہے مگر باطنی برائی ہے۔ یونہی مہمان کو سردیوں میں گرم لحاف دینا (تاکہ حرارت پائے) مگر باطن میں اس کے ساتھ برائی ہے کہ وہ اس سے سستی اور کاہلی کا شکار ہو جائے گا اور رات کے وقت عبادت کے لیے نہ اٹھ سکے گا۔ مگر ان اخلاق پر وہی عمل پیرا ہو سکتا ہے جو طبیعت کے حکم سے خارج ہو جاتا ہے اور اپنی ذات سے زیادہ اپنے مسلمان بھائیوں کے دین پر مہربانی کرتا ہے۔ مگر مریدوں کی بہت کم تعداد ہے جو طبیعت کے حکم سے باہر ہو۔

ہمنشین سے نیکی

سچے مریدوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر پاس بیٹھنے والے چپ رہنے والے اور بولنے والے کے ساتھ نیکی کریں اور صحبت کا حق ادا کریں۔ مثلاً اپنا غلام اس کو دیں جوان سے بڑھ کر یا ان جیسی بھلائی اس سے کرے خواہ وہ شخص اپنے اغراض ومقاصد کی وجہ سے ان کا مخالف ہو، اور ان کی فرمانبرداری سے بھاگتا ہو۔ اور اپنے کپڑے بھی اسی شخص کو (بطورِ تبرک) دیں جو اللہ تعالیٰ کی زیادہ فرمانبرداری کرے کیونکہ جو مرید، فقیر کسی ایسے شخص کو کپڑا عطیہ کرے جو اللہ تعالیٰ کا کم فرمانبردار ہو، تو اس نے اس کپڑے کے حق میں اور لینے والے کے حق میں برائی کی؛ کیونکہ پہننے والے زیادہ فرمانبردار بندے سے لباس کو بھی شرف ملتا ہے۔

ایک دفعہ میں نے اپنا سفید جبہ ایک تاجر بھائی کو دیا تو اس نے خواب میں آکر کہا "آپ نے مجھے اس شخص کے حوالے کیا جو پہلو کے بل سوتا ہے، رات کے وقت نہیں اٹھتا۔ اللہ تعالیٰ اور دارِ آخرت کو بہت کم یاد کرتا ہے۔ بعد اس کے کہ میں آپ کے ساتھ رات کی تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو کر شرف حاصل کرتا تھا۔ بخدا بیس ماہ تک آپ کی صحبت میں رہنے کی جزا یہ نہیں ہے۔" پس میں تاسف کا اظہار کرتے ہوئے اٹھا کہ میں نے اونی جبہ عطا کرنے سے پہلے اس شخص کے حال کی تفتیش کیوں نہ کی کہ کیا وہ رات کو اٹھ کر عبادت کرتا ہے یا رات بھر سویا رہتا ہے؟ اور کیا وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے یا نافرمان؟

ایک اور دفعہ میں نے اپنا جبہ ایک فقیہ کو دیا جو مجھ سے زیادہ عبادت گزار تھا، تو اس جبہ نے پکار کر مجھ سے کہا "اللہ تعالیٰ آپ کو میری طرف سے بہترین جزا دے، کہ آپ نے مجھے ایک نیک مرد کو ہدیہ کیا، جو رات کے وقت بہت کم سوتا ہے۔" پس میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ہم نے اپنی کتاب " المنن الکبریٰ "میں ذکر کیا کہ ادب یہ ہے کہ فقراء کا لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی جائے، اس لباس میں گناہ کی جگہ نہ جائیں نہ اس کو زمین پر پھینک کر

اس کی توہین کریں۔ (فقراء سے بطورِ ہدیہ تحفہ لے کر) اس کو نہ بیچیں اور نہ کسی کو ہبہ کریں، خواہ وہ اس کی کئی گناہ زیادہ قیمت لگائے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے حضرت شبلی کو ایک مسواک عطا کی تو عقیدت مندوں نے ایک ہزار دینار قیمت لگادی پس آپ نے فروخت کر دینے کا ارادہ کیا اور کہا "حضرت جنید رضی اللہ عنہ میرے لیے اس میں کچھ اسرارِ الٰہی لپیٹ دیے اور اللہ تعالیٰ نے اس ادب سے میرے ساتھیوں پر احسان کیا، تو ان میں سے کسی کو کچھ عطا نہ کیا جو مجھے ہبہ کیا خواہ وہ کتنی ہی قیمت کیوں نہ لگا دے۔"

میرے ساتھیوں میں سے حسبِ ذیل لائق ذکر ہیں۔

(1) سیدی شرف الدین بن امیر (2) سیدی محمد بن موفق (3) سیدی ابوالفضل الحریری (4) سیدی شیخ شرف الدین دسیطی (5) شیخ تقی الدین بن مقبول (6) سیدی محمد الحنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

خطاؤں سے حفاظت

سچے مریدوں کا ایک خلق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خطاؤں سے حفاظت کی دعا کرتے ہیں اور خود پسندی سے بچنے کی التماس بھی۔ اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کسی بھائی سے بہتر نہ دکھائے، سوائے شکر کی صورت کے۔ جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دعا کا تعلق ہے: "اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ" اے اللہ مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک رکھ جس طرح سفید کپڑے کو گندگی سے پاک کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لیے فرمایا کہ آپ معصوم تھے اور آپ سے خود پسندی کا اندیشہ نہ تھا۔ اور نہ ہی آپ کی طرف گناہ کی نسبت ہو سکتی ہے بلکہ یہ امت کے گناہ ہیں جو آپ نے بحیثیت شارع کے اور امت کے سامنے ان کی حرمت واضح کرنے کے باعث اپنی طرف منسوب کیے۔ جیسا کہ اس کلام کی وضاحت ہم نے اپنی کتاب "الصدق والتحقیق فی

تلفیس غالب المدعین بلطریق "میں مقربین بارگاہِ الٰہی کے جوابات سے کی ہے۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "امت میں سے شاذونادر ہی ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے محفوظ رکھا ہو اور وہ اپنے حال پر اتراتا نہ ہو اور اپنے رب کے حضور ناز نہ کرتا ہو، اور اگر اللہ تعالیٰ اسے سزا دینا چاہیے تو اس پر ناگواری کا اظہار کرنے لگے اور دل ہی دل میں کہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آتش دوزخ میں کیسے ڈالے گا جب کہ میرا کوئی گناہ نہیں۔"

حضرت اخی فضل الدین فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ کا مرید پر احسان ہے کہ کبھی اسے خوشحالی سے آشنا کرتا اور کبھی سختی اور بری حالت سے دوچار کرتا ہے، کبھی اس کی فرمانبرداری کا فیصلہ کرتا اور کبھی نافرمانی اور گناہوں کا؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کے فیصلوں پر راضی ہو۔ کبھی اس کے حلم کی جہت سے اس کے فضل سے آگاہ ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جلد سزا نہیں دی۔ حالانکہ مومن بندہ کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت عاجزی اور زیادہ گناہوں کے باعث گڑگڑا کر ملے یہ اس سے بہتر ہے کہ زیادہ نیکیوں پر غرور کرتے ہوئے ملے۔ اور رحمتِ الٰہی کا لحاظ نہ رکھے۔"

پیر و مرشد پر اعتراض نہ کرنا

سچے مریدوں کا ایک اور وصف یہ ہے کہ وہ شیخ و مرشد کو اپنے مال، لباس یا طعام سے مالداروں کو دیتے ہوئے دیکھ کر اعتراض نہیں کرتے جب کہ شیخ ناداروں کو کچھ نہیں دے رہا۔ اور انہیں بھوک ننگ اور تنگ دستی کی حالت میں چھوڑ دیا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ اگر شیخ فقیروں مسکینوں کو دیتا انہیں کھلاتا تو زیادہ بہتر ہوتا؛ کیونکہ اس قسم کا اعتراض جہالت پر مبنی ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکثر مالداروں کو لاکھوں دراہم و دینار رکھنے کے باوجود مزید ہزاروں دیتا ہے جب کہ اپنی بارگاہ کے ناداروں، مسکینوں کو ایک درہم بھی نہیں عطا کرتا اور فقیروں کے اخلاق تقسیم کے معاملہ میں اخلاقِ خداوندی کے مطابق پروان چڑھتے ہیں۔ یہ کنجوسی کے

باعث محروم نہیں کرتے بلکہ اس حکمت کی بنا پر جوان کے پیش نظر ہوتی ہے، ناداروں کو نہیں دیتے۔ خصوصاً جب مال دار لوگ ان سے طلب کرتے ہیں تو ان کو عطا کرتے ہیں ان کی نظر میں سائل کا حق ہے خواہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے جیسا کہ روایات میں آیا ہے۔

کبھی شیخ وفقیر اس وجہ سے دستِ عطا روک لیتا ہے کہ اسے کشف کے ذریعے مالدار کا حصہ دکھا دیا جاتا ہے۔ پس وہ مالدار کو تو دیتا ہے اور نادار کو نہیں دیتا۔ یوں وہ ایک معین شخص کو اپنی امانت ادا کرتا ہے جو دوسروں کو دینا جائز نہیں۔ پھر اس میں بھی فرق نہیں کہ مانگنے والے کا سوال حال سے ہو یا قال سے؟

برادرِ عزیز! جب شیخ مالداروں کو عطا کرے اور حاجت مند کو محروم رکھے تو اس پر اعتراض نہ کر۔ اور اس کی عطا کو عمدہ محامل پر محمول کر۔

حضور رحمت عالم ﷺ سے جب کوئی مانگتا تو آپ اسے مالامال کر دیتے اور فرماتے:
"اذهب بعطية يتابطها نارا فقال له عمر بن الخطاب رضى الله عنه يارسول الله صلى الله عليه وسلم فلم تعطهم نارا فقال له ماذا تصنع يأبون الاان يسألونى و يأبى الله لي البخل" عطیہ لے جا بغل میں آگ دبا کر۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ان کو آگ کیوں دیتے ہیں؟ فرمایا میں کیا کروں یہ نہیں مانتے مگر مجھ سے مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں کہ میں کنجوسی سے کام لوں۔[40]

اے برادر عزیز! اس خلق کو اپنے زمانے کے مریدوں پر چسپاں کر کے دیکھ تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کون سا مرید اپنے شیخ پر اعتراض نہیں کرتا۔ اور زبانی یا تحریری اعتراض کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتا اور شیخ کے ساتھ کیے ہوئے عہد میں خیانت نہیں کرتا۔

---

[40] احمد 16/3، ابن حبان 202/8، حاکم فی المستدرک 109/1، بیہقی فی الشعب 519/6۔

شیخ کا حکم سمجھ کر پڑھنا

جب کوئی مرید شیخ کی مجلس میں کلام پڑھے تو پڑھنے کی نیت یہ ہو کہ شیخ کا حکم مان رہا ہے، اوراس لیے نہیں پڑھ رہا کہ لوگ شکر گزار ہوں اور شہادت دیں کہ شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہے۔ اس بات سے پورا اجتناب کرنا چاہیے کہ شیخ کے سامنے اس کے پاس لوگوں کا ہجوم ہو، کلام پڑھنے کے وقت اس کے پاس کوئی عورت بھی نہیں ہونی چاہیے یا دستر خوان پر ہنسی مذاق بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ پیرانِ کرام شاہوں کی طرح ہوتے ہیں ان کو قہر و غضب سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ خواہ وہ بدتمیزی کرنے والوں پر ہنس رہے ہوں۔

حضرت سیدی مدین، سیدی ابوالحمائل، سیدی محمد شناوی اور سیدی ابراہیم متبولی کی مجلس میں بہت سے پڑھنے والوں پر قہر و غضب ہوا اور وہ بری موت مرے۔ اسی طرح میری مجلس میں ایک جماعت نے کلام پڑھا تو انہیں غصے کا سامنا کرنا پڑا اور اب وہ بری حالت میں ہیں۔ میرے بھائی! اس طرح کی صورتِ حال سے احتیاط کر۔ والحمد للہ رب العالمین۔

طلبائے علم سے نرمی

سچے مریدوں کی ایک اور خوبی ان طلبائے علم کے ساتھ نرمی اور عاجزی ہے جن کا علم ان کے نفسوں مین ودیعت ہوا، روحوں میں نہیں؛ کیونکہ ان کے نفس جابر شاہوں کے نفسوں سے بڑے ہیں۔ ان کے ہاں نفس شکنی نہیں ہوتی، نہ ان لوگوں کے لیے تواضع اور فروتنی ہوتی ہے جو عاجزی سے چل کر ان کی بیمار پرسی کو آتے ہیں۔ نیز سفر سے لوٹ کر انہیں سلام کہنے آتے ہیں، جب کہ فقیر آدمی اس بات سے بے نیاز ہوتا ہے کہ کوئی آکر اسے سلام کرے کیونکہ وہ خانقاہ کا فقیر اور شیخ ہوتا ہے اور ایسی توقع کم عقلی کی بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نفسانی طور پر خود کو افضل سمجھتے ہیں سو کس طرح چاہیں گے کہ ان کے پاس چل کر آئیں۔

ایک دفعہ ایک طالب علم نے حج کیا مگر مجھے اس کی خبر نہ ہوئی کیونکہ اس نے آگاہ نہیں کیا تھا جیسا کہ برادرانِ طریقت کی عادت ہے کہ ہمیں اطلاع کرتے ہیں۔ اس لیے اسے جلد

سلام نہ کر سکا۔ پھر میرے بھائی نہ پوچھ کہ اس کے دل میں کتنی رنجش پیدا ہوئی؟ دوسری طرف امیر الحجاج حمزہ سفرِ حج سے لوٹا تو اسے خبر ملی کہ میں اسے سلام کرنے کے لیے آرہا ہوں تو جاہ وحشم چھوڑ کر سوار ہوا اور میرے ہاں سلام کے لیے حاضر ہوا۔ کہنے لگا میرے لیے مناسب تھا کہ میں چل کر آتا؛ کیونکہ میں آپ کا خادم اور غلام ہوں۔

پس دیکھیے اس طالب علم کی حالت اور امیر الحجاج کی تواضع کے درمیان کتنا فرق ہے۔ تم میرے اس قول کی صداقت جانچ لوگے کہ اس کا نفس جابر بادشاہوں کے نفسوں سے بڑا ہے۔

برادرِ عزیز! اہلِ نفس میں سے کسی کے حق میں ایسا خیال نہ کر اور نہ یہ کہ اس کی طرف سے مجھ پر کچھ لازم نہیں؛ کیونکہ تو اس کو اس بات کی طرف منسوب کر کے گناہ گار ہوگا کہ اس نے تمھاری اور اہلِ طریقت کی ہتکِ عزت کی ہے۔ اور جب تو اس کے پاس آئے تو اس بات سے پرہیز کر کہ اس کی تواضع میں اپنے نفس کو بڑا سمجھے اس سے تو اس کے مقابل بڑے نفس والا بن جائے گا۔ پس اس خلق اور وصف کو اپنے نفس پر پیش کر اور اپنے برادرانِ طریقت کو نہ بھول۔

ناپید اخلاق واوصاف کا اظہار نہ کرنا

سچے مریدوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان شرعی اخلاق میں سے کسی چیز کا اظہار نہ کریں جن پر عمل کرنے والے مٹ گئے تو وہ اوصاف و اخلاق بھی باقی نہ رہے، یہاں تک کہ صحیح غرض سے بھی ان کا اظہار درست نہیں۔ جیسے ان عاملین کی اقتدا کا قصد ہو یا نعمتِ خداوندی کا ظاہر کرنا مقصود ہو، یا اس قسم کی دیگر شرعی اغراض پیش نظر ہوں اور یہ سب شہوت بالخیر کے فتنہ کے خوف سے ہوتا ہے نہ کہ ہم عصر و ہم پایہ لوگوں کے خوف سے۔ وجہ یہ ہے کہ شہوت بالخیر کا فتنہ بہت سخت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنے ہم عصر لوگوں پر عمدہ اخلاق کے ساتھ ممتاز ہو تو لوگ عموماً اس کی بہت تعریف کرتے ہیں جس سے اس کے ذہن میں اپنے بھائیوں کی تحقیر پیدا ہوا تی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں اس کی ہتکِ عزت کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور وہ اس کے خلاف سازشیں کرتے ہیں

یہاں تک کہ بعض اوقات حکام اور اس کے درمیان غلط فہمی پیدا کر دیتے ہیں اور حکام و والیانِ امراء اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اور حکام جب عداوت پر اتر آتے ہیں تو اس کی خفیہ باتوں کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں اور اس کو اشتغال باللہ سے غافل کر دیتے ہیں اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "جب کوئی شخص اپنے معاصر لوگوں سے اخلاق حمیدہ میں ممتاز ہو تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ وہ حاسدوں اور بد خواہوں کی آنکھوں کو بینائی سے محروم کر دے تاکہ وہ ان عمدہ اوصاف پر کاربند ہے اور زندگی بھر کوئی اس سے آگاہ نہ ہو، یہ خلق کرم زہد اور ورع کے اخلاق کی طرح ہے پس جب اس سے عجیب و غریب خلق کا اظہار ہو تو یہ دعا مانگے "اے اللہ اپنے بندوں کے درمیان میری پردہ پوشی کر۔"

963 ہجری کی سردیوں میں میرے ساتھ ایسا ہوا کہ میں نے تمام اونی کپڑے جبے اور قمیضیں فقیروں کو دے دیں، جن میں ان فقیروں کا رزق تھا۔ کچھ کپڑے بیچ کر نابینا لوگوں اور معذوروں کے لیے جبے خریدے اور خود ادھار لے کر کپڑے پہنے اسی دوران ایک منگتا آیا، تو اس وقت سوائے عمامہ کے کچھ نہ تھا، سو عمامہ کا چوتھائی حصہ پھاڑ کر اس منگتا کو دیا، جس کے باعث مصر میں میرا شہرہ پھیلا اور میرے ساتھی مجھے معاصر لوگوں سے فضیلت دینے لگے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ میرے اس معاملہ میں پردہ پوشی کر تو وہ ضرور پردہ پوشی کرتا اور کسی کو پتا نہ چلتا۔

پہلے لوگوں میں کوئی شخص اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے گھر آتا اور گھر کے کپڑے اور اشیائے خورد و نوش لے کر دروازے کے سامنے سے گزرنے والوں پر تقسیم کر دیتا، جب اس کا بھائی گھر آتا تو اس کے عمل سے خوش ہوتا، پھر خوشی سے روتے ہوئے کہتا "میرے بھائی تو نے مجھے ماضی کے نیک بندوں کے طریقوں کی یاد دلا دی ہے۔"

اور مگر یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس زمانے میں اگر کوئی اس کا ساتھی ایسا کرے تو وہ دل کی کشادگی پر قدرت نہ پائے اور اگر خوشی محسوس کرے تو لوگ اس کی بہت زیادہ تعظیم کریں؛

کیونکہ یہ عمل اس زمانے میں بہت نادر اور عجیب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس زمانے میں سلف صالحین کے اخلاق سے مزین ہو تو لوگ اس کے شکر گزار ہوں اور اس کی تعریف کریں۔ پس تعریف اور شکر گزاری کا معاملہ میلانِ نفس کی علامت ہے۔ اگر اس کا معاملہ اخلاص اور سچائی پر مبنی ہوتا تو تعریف کرنے والوں کو دور رکھتا اور دنیا سے کامل اعمال کے ساتھ جاتا اس طرح اس کے اجر میں کمی نہ ہوتی۔

کثرتِ حلم

سچے مریدوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ ان ظالموں کے ساتھ حلم اور برداشت کا رویہ اختیار کرتے ہیں جو ان کے ہاں لوگوں کی سفارش کرنے آتے ہیں اور یہ ان کی جلد ہلاکت کی بددعا نہیں کرتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ حلم سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہے کہ وہ گناہ گار بندوں کے ساتھ حلم روا رکھتا ہے، یہاں تک کہ مخلوق کو وہ چیزیں بھرپور طریقے سے عطا کرتا ہے جو اس کے ہاں مقدر ہیں۔

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جو حرام اور شبہ کی چیزیں کھاتا ہے اور گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی ظالم کے خلاف بددعا رد کر دی جاتی ہے چہ جائیکہ دعا قبول ہونے میں تاخیر ہو۔

پس دسویں صدی ہجری کے نصفِ دوم کے عجیب و غریب کاموں والے شیخ کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ حرام و شبہ والی چیزیں کھا کر تقاضا کرے کہ اس کی ظالم شخص کے خلاف دعا قبول ہو تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جب اسی ظالم کا کھائے پیے اور پہنے تو ایسے شیخ کی دعا رد ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں؛ کیونکہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کی طاقت ہی نہیں۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ سلطان سلیمان بن عثمان (اللہ اس پر رحم فرمائے) اور اس کی افواج و اولاد کی مدد فرمائے۔ جب صوفی سے معرکہ آراء ہونے کے لیے چلا تو مشائخ کا ایک

میں سے ایک شیخ اس سے ملا اور کہا مجھے ایک ہزار دینار عطا ہوں تو میں صوفی کی طرف توجہ کر کے اس کو ہلاک کر دوں اور آپ کو جنگ کی مشقت اور مال خرچ کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ بادشاہ نے اسے مطلوبہ رقم فراہم کر دی اور شیخ نے چالیس دن کا وعدہ کیا۔ پھر چالیس دن گزر گئے مگر صوفی ہلاک نہ ہوا تو بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ وعدہ کہاں گیا؟ شیخ نے جواب دیا میں نے چالیس دن شب و روز اس کے قتل کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی (یعنی دعا کی مگر کامیابی نہیں ہوئی) ادھر بادشاہ نے اس کے روزانہ کا کھانا بھی مقرر رکھا تھا۔ پھر پوچھا دیکھو کیا وہ شیخ ہمارے مال سے یا لوگوں کے مال سے کھا رہا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں وہ اسی مال سے کھا رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا، جو شخص حکمرانوں کے مال سے کھائے اس کو توجہ الی اللہ کی دولت نصیب نہیں ہوتی۔ نہ وہ بارگاہِ خداوندی میں بار پا سکتا ہے۔ پھر ایک ہزار دینار معاف کر دیے اور کہا آئندہ کسی کو ایسا وعدہ نہ دینا سوائے اس کے کہ جب یقین ہو کہ نفس اس کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حرام اور شبہ کا کھانا کھاتا ہے ناممکن ہے کہ کسی ظالم کے خلاف اس کی دعائے ہلاکت قبول ہو۔

حضرتِ سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: "فقیر کے لیے مناسب نہیں کہ ان ظالموں سے محبت اور تعظیم کا تقاضا کرے جو اس کے ہاں آ کر دعا کی سفارش کرتے ہیں کیونکہ یہ محال بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظالم شخص مگرمچھ کی طرح ہے جو مچھلیوں پر حملہ کرتا ہے۔ اور فقیر اگر مگرمچھ سے کہے کہ مچھلی کا شکار نہ کر تو وہ اس کا مطالبہ نہ مانے گا اگر وہ مطالبہ مان لے تو بھوک سے مر جائے۔ اسی طرح ظالم شخص اپنے نفس کو لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ حلال مال کی طلب کرے تو لوگوں کو فقیروں سے اس کے خلاف دعا کرانے کی ضرورت نہ ہو۔"

میں نے حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان سے سنا کہ "فقیر کے آداب سے ہے کہ وہ

ظالم کے لیے ہدایت اور توفیق کی دعا کرے تاکہ اس کے لیے رحمت ہو اور وہ عذاب کا سبب نہ بنے۔ پھر ظالم جب حد بھر کے ظلم کرے جو مقدر ہو چکے تو فقراء کو چاہیے کہ اس کی ہلاکت کی دعا کریں۔ لیکن توبہ کے ساتھ یا ایسی سزا کے ساتھ جو گناہوں کا کفارہ بن جائے۔ اور اگر فقیر اس کی جلد ہلاکت کا ارادہ کرے تو میلے کچیلے کپڑے پہنے اور ننگے پاؤں ننگے سر اس کے گھر کی طرف چلے اور اس سے سخت کلامی کرے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فقیر کو نظرِ حقارت سے دیکھے گا یوں قہرِ الٰہی کا تیر اس کے بدن میں پیوست ہوگا اور مخلوقِ خدا اس کے شر سے راحت پائے گی۔"

میں خود امیر محمد الزود سے ایسا معاملہ کر چکا۔ وہ مصر میں علی پاشا کے دورِ حکومت میں تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کا علاقہ برباد کر دیا اور اس کو بُری موت آئی حالانکہ میں اس کی طرف نہیں گیا تھا۔ بلکہ نقیب بھیجا تھا۔ ہم نے اسے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر، ورنہ تیرے متعلق بارگاہِ خداوندی میں توجہ کریں گے (یعنی دعا کریں گے) تاکہ تیرے علاقے کو تباہ کر دے تو اس نے غنڈوں کو آواز دی کہ 'چھوکرے کہاں ہیں وہ اس کو زدو کوب کریں' مگر کوئی چھوکرا نہ ملا۔ پھر اسی رات اللہ تعالیٰ نے اس کے صلبی بیٹے کو قبض کر لیا تو اس نے پاشا کے لیے کام کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ وہ زغل کے لیے کام کرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ والی کو میرے ساتھ بھیجو، میں تمہیں زغل کے آلات سے باخبر کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے والی کے ساتھ بھیج دیا پھر امیر نے جب دیکھا کہ اس کو کام سے روک دیا گیا تو اس نے اپنے بیٹے کو زنجیروں میں جکڑ دیا اور لوگوں نے اس کو والی کے سپرد کر دیا۔ اور اس سے سات اکیاس سونا چھین لیا اور اس کے گھر کو جو قدیم مصر کے نواح میں تھا منہدم کر دیا۔ جیسا کہ فقراء نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا اس طرح انہوں نے اس کا کوئی کمرہ کوئی ھال باقی نہ رہنے دیا۔ اس کے درخت کاٹ ڈالے اور دیواریں توڑ ڈالیں۔ چنانچہ یہ گھر آج تک ویران و برباد ہے۔ اور لوگوں نے اس کا مال و متاع اور نوکر چاکر تک چھین لیے۔

ان عبرت انگیز واقعات کو دیکھ کر ظالم شخص کو فقیر کی نگاہِ غیض سے بچنا چاہیے خواہ وہ دنیا کا بہت بڑا بادشاہ ہو۔ جیسے سلطان قاتبیای کا سیدی علی نبتیتی نابینا کے ساتھ واقعہ رونما ہوا۔ سلطان نے اس الزام پر شیخ کی چکی منہدم کرنا چاہی کہ اس کی عمارت خانقاہ سریاقوسیہ کے اندر ہے اور وہ ان کا معاوضہ زیادہ چاہتا تھا۔ مگر سیدی علی نے اس کو کہلوا بھیجا، قاتبیای تجھے فقیروں کی توجہ برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔ اس طرح وہ اپنے منصوبہ سے باز آیا اور چکی کو نہ توڑا۔

فقیر کے لیے ضروری ہے کہ جب کسی ظالم کی صحبت میں بیٹھنے کا ارادہ کرے تو دعا مانگے کہ اگر اس صحبت میں بھلائی ہے تو اس کے قریب کر دے ورنہ اس سے دور رکھے۔ اس دعا کے بعد اس کا ہم نشین ہو گا تو قرب میں بھلائی ہوگی، اور دور رہنے میں بھی بھلائی ہوگی۔

اپنے جاننے والے سے جنازہ پڑھانے کی دعا کرنا

سچے مریدوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ دعا مانگتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کی نمازِ جنازہ وہی لوگ پڑھیں جو ان سے میل ملاپ رکھنے والے ہیں اور بطریقِ کشف ان کی لغزشوں سے آگاہ ہیں یا کسی اور طریقے سے خواہ بدگمانی کے ذریعے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یقین کے ساتھ ان کے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، بخلاف مختصر اور اجمالی دعا کے (جو سب کے لیے ہوتی ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ ان گناہوں سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے کیونکہ نماز کی دعا اندراج یعنی ناقص بھی ہو سکتی ہے جیسے کوئی پیٹ بھرا شخص دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ اس کو روٹی کے ٹکڑے عطا کرے کیونکہ اس کے اعضا اضطراری دعا کو نہیں سن رہے ہوتے جیسے بھوکے اعضا سنتے ہیں۔ اس بات کو خوب سمجھ لو۔

ایسا ہی قول اس شخص کی دعا کے متعلق ہے جو میت میں خیر و صلاح کا عقیدہ رکھتا ہے کیونکہ اس کی دعا میں کوتاہی ہوتی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ میت پر جنازہ پڑھنے والا اس کا سفارشی ہوتا ہے وہ اس کے گناہوں سے جتنا واقف ہوتا اتنا ہی اس کے متعلق درد اور تکلیف محسوس کرے گا۔

جیسا کہ صوفیاء نے ادب مرید کے متعلق فرمایا کہ مرید کو چاہیے کہ اپنے صحیفۂ عمل کو اس دنیا میں اپنے شیخ کے حضور پیش کرے تاکہ وہ اپنے رب کے ہاں اس کے گناہوں کی شفاعت کرے یہاں تک کہ اسے مولیٰ کریم کے حضور روزِ قیامت حساب کتاب کے لیے زیادہ نہ کھڑا ہونا پڑے۔

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ جو شخص میت سے بدگمانی کرے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو بطورِ فرض و تقدیر اس کے متعلق اچھا گمان رکھتا ہو۔ یا ایسی فراست یا قرائن سے حکم لگاتا ہو جو لوگوں سے بدگمانی پر دلالت کرتے ہوں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ میت کے لیے اپنی ذات کے گناہوں پر قیاس کرتے ہوئے خیالی گناہوں کی دعا کرے گا۔ ایک بار لوگوں نے حضرت اخی افضل الدین کو نماز جنازہ کے لیے آگے کیا تو وہ پیچھے ہٹ گئے اور فرمایا کسی اور کو آگے کر جو اس کی لغزشوں کو جانتا ہو تاکہ بارگاہِ ربانی میں اس کے معلوم و معین گناہوں کے لیے سفارش (شفاعت) کرے۔ مجھے تو خود ایسے شخص کی ضرورت ہے جو میری شفاعت کرے۔

ایک سوال: علما کا ارشاد ہے کہ نیک بندے کی دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ نیک بندے کو خصوصی حال عطا ہوتا ہے۔

جواب: ہم نے جو کچھ ذکر کیا وہ اس ارشاد کے منافی نہیں کیونکہ ایک پاک باز بندہ میت کے گناہوں پر کشف کے ذریعے آگاہ ہو سکتا ہے، یا میل جول اور الہام کے ذریعے۔ تو وہ دونوں جہتوں سے زیادہ سزاوار ہے۔ ایک جہتِ صلاح سے اور دوسری گناہوں پر اطلاع کی جہت سے۔ ہم نے اس پر تفصیلی کلام اپنے رسالے "انوارِ قدسیہ" میں کیا ہے۔

دوسروں پر اپنی فوقیت اور فضیلت کا خیال نہ کرنا

سچے مریدوں کا ایک اور خلق یہ ہے کہ وہ ان فقیروں پر اپنی فوقیت اور فضیلت خیال نہیں کرتے جن کو کچھ سونا یا چاندی دے دیں بلکہ ان کے حق میں ضرر اور نقصان سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص لوگوں سے صدقات مانگتا ہے اس پر درہم و دینار کی محبت غالب ہے۔ تمہیں ایسا

شخص نہیں ملے گا جو حال یا قال کے ذریعے لوگوں سے مانگے اور وہ دنیا سے بے رغبت اور بے تعلق ہو۔ اور یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ دنیا شیطان کی بیٹی ہے اور جو شخص اس کی بیٹی سے محبت کرتا ہے تو شیطان اپنی بیٹی سے ملنے اور اس کے سسرال سے ملاقات کرنے ضرور آتا ہے۔

بعض اوقات شیطان اس کے دل کو برباد کر دیتا ہے اس کے نفس میں گناہ، غفلت اور اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی اور بے رخی کی بیماری پیدا کر دیتا ہے اور اس کی توجہ دنیا کی زیب و زینت کی طرف کر کے اس کو تباہ کر دیتا ہے۔

واضح رہے کہ جو شخص کسی فقیر کو زر و سیم دے تو اس کے حق میں دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو زر و سیم (سونے چاندی) کی محبت سے محفوظ رکھے۔ تاکہ شیطان اس کے باطن میں نہ داخل ہو سکے اور اگر دنیا سے بے رغبت ہو تو ممکن ہے کہ اس کے نزدیک سونا چاندی اور مٹی کی قیمت ایک جیسی ہو اور جو شخص تحقیقی نظر سے دیکھے تو وہ فقیر کی عطا کو کنجوسی سے زیادہ نقصان دہ سمجھے گا۔ (41)

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "صدقہ دینے والا، لینے والے کا

---

[41] امام غزالی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: "علمِ مکاشفہ اس علم کا نام ہے جو تزکیہ و تطہیر کے وقت دل میں ظاہر ہوتا ہے جس سے ایسے امور نکلتے ہیں جن کا نام ہی سنائی دیتا ہے اور غیر واضح معانی کا وہم ہوتا ہے پھر وہ واضح ہو جاتے ہیں۔"

آپ کا ارشاد ہے: "جس شخص کو باطنی علم کا حصہ نہیں ملتا مجھے اس کے برے انجام کا اندیشہ ہے۔ اور اس کا ادنیٰ حصہ اہلِ باطن کی تصدیق اور ان کو ماننا ہے اور جس میں یہ دونوں خصلتیں ہوں ان کے لیے بدعت اور کبر کے دروازے نہیں کھلتے۔ فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کو رجال (یعنی مردوں) کے ذریعے پہچانا وہ وادی ضلالت میں بھٹکتا رہا اس لیے حق کی پہچان کر تجھے اہلِ حق کا پتا چل جائے گا۔"

احسان سمجھے؛ کیونکہ اگر وہ قبول نہ کرتا تو دینے والا اجر سے محروم رہتا اور ہمیشہ اس سے اجرو ثواب میں کم رہتا۔ پس صدقہ قبول کرنے والا فقیر ایسا ہے جیسے کوئی اجرت کے بغیر تیرے گندے کپڑے دھوئے۔ اس اعتبار سے اس کا تجھ پر احسان ہے نہ کہ تیرا اس پر احسان ہے۔

برادرِ عزیز! اس خلق کو اپنے زمانے کے اکثر مریدوں پر پیش کر تو دیکھے گا کہ ان کو ان حقائق کا پتا ہی نہیں بلکہ ان کے دلوں میں ان کا خطرہ بھی نہیں گزرا۔

امراء واکابر سے دعا کی خواستگاری

سچے مریدوں کا ایک اور خلق یہ ہے کہ وہ امراء واکابر سے دعا کا مطالبہ کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں اقتدار اور تصرف دیا۔ اور ہمیں اس ظاہری اقتدار سے محروم رکھا، اور ان کو مخلوق کی حاجات پوری کرنے کے دروازے بنایا۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی کرتا ہے اور ہر اس شخص کے حق میں ان کی دعا قبول کر لیتا ہے جس کے لیے وہ رات کے وقت دعا کرتے ہیں اگرچہ وہ انصاف سے کام نہ لیتے ہوں جیسا کہ فرعون کے لیے ہوا جب اس نے اللہ تعالیٰ سے دریائے نیل کے بلند ہونے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا رد نہ کی۔ یہ ایک پوشیدہ راز ہے جس پر کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا۔

حضرتِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گورنر کے معاونین سے دعا منگواتے تھے اور فرماتے تھے کہ بعض اوقات ان لوگوں کے دل میرے دل سے زیادہ اللہ کا اخلاص رکھتے ہیں۔ کبھی ان میں سے بعض کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور میرے گناہ نہیں بخشے جاتے۔ انتہیٰ۔

میں نے حضرتِ سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے سنا کہ "جب تمھاری حاجت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اٹک جائے تو اس کے لیے نائب مصر سے دعا کا تقاضا کرو کیونکہ وہ بحیثیت درجہ بڑا نائب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر میں اس کی زیادہ رعیت علم و قران کی حامل ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر اقتدار دے تو وہ فوج اور عوام کے بڑے حاکم ہیں، اور روئے زمین کے اہل بدعت کے بھی علما کا اجماع ہے کہ بلادِ اسلام میں اہلِ مصر سے زیادہ

قرآن کے حافظ اور علمِ دین کے عالم نہیں۔" پس اس بات کو ذہن میں رکھیے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

شیخ کا رد نہ کرنا

سچے مریدوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ شیخ (پیر) پر اعتراض و انکار کا دروازہ مکمل طور پر بند کر دیتے ہیں۔ اور تمام گندے اور ردی خیالات سے باطن کو پاک رکھتے ہیں؛ کیونکہ مرید کے دل میں جب تک گندگی ہو وہ اس کو شیخ کے متعلق بدگمانی پر اکساتی رہے گی یا اس کے پاس جانے کے متعلق بدگمانی کرے گی۔ اور یہ بیماری مریدوں سے دور نہیں ہوتی جب تک کہ مقامِ کمال نہ دیکھ لیں اور تربیت کا مرحلہ تکمیل تک نہ پہنچے۔ یہاں سے اکثر مریدوں پر ہر زمانے میں راہِ سلوک دراز ہو جاتی ہے جس کے باعث وہ اپنے پیروں سے خرابی اور شر کا گمان کرتے ہیں اس لیے نفع سے محروم رہتے ہیں۔ جب کہ پیر کو حقِ تقدم حاصل ہوتا ہے اور وہ اس حقیقت سے آشنا ہوتا ہے خواہ مرید اس سے بیزار ہوں۔

میرے بھائی! اپنے باطن کو گندگیوں سے پاک کر، تاکہ اپنے پیر سے نفع حاصل کرے وہ تجھے بارگاہِ ربانی میں مرتبۂ قرب تک لے جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ جب تک تیرے باطن میں حرام یا مکروہ چیز کی شہوت اور خواہش ہے تیرا پیر تجھے بارگاہِ خداوندی میں حاضر کرنے سے قاصر رہے گا۔ خواہ تیرے پاس جن وانس کی عبادت ہو۔

برادرِ عزیز! اس وصف کو اپنے زمانے کے ان مریدوں پر پیش کر جو صدق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کیا انہوں نے اپنے پیر سے وفا کی یا شیخ کو شک کی جگہ دیکھا مثلاً کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں تو اس کے خلاف زبان طعن دراز کی۔

برادرانِ طریقت کی صفائی پیش کرنا

سچے مریدوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے برادرانِ طریقت کی غیر حاضری میں ان کی ہر محفل میں صفائی پیش کرتے ہیں، اور جہاں لوگ ان کی برائیاں بیان کر رہے ہوں پھر اس

کی دلی خواہش نہیں رکھتے کہ اپنے ساتھیوں کو اس سے آگاہ کریں یا دوسروں کے ذریعے انہیں اطلاع دیں، اس صفت سے وہی شخص مزین ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی رضا کے مطابق معاملہ کرتا ہو۔ پس جو شخص برادرانِ طریقت کی صفائی دے وہ اپنا امتحان لے اور ان کی غیر حاضری میں ان کو بھلائی سے یاد کرے پھر جب دیکھے کہ نفس اس طرف مائل ہے کہ اس شخص کو پتا چل جائے جس کی صفائی پیش کی۔ نیز نفس اس بات پر انقباض محسوس کرے کہ اس شخص کو اطلاع نہ ہوئی جس کی صفائی پیش کی تھی، تو یقین کرے کہ اس کا ذکر ریا اور سمعہ پر مبنی ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے اخلاص کا معاملہ کرتا تو اس کے علم کو کافی سمجھتا اور اس کا نفس کسی کو آگاہ کرنے کا شوق نہ رکھتا۔

پوشیدہ گناہوں میں مبتلا نہ ہونا

سچے مرید کو پوشیدہ گناہوں سے پوری طرح بچنا چاہیے، خصوصاً ایسے گناہوں سے جن سے حد تعزیر یا جلاوطنی لازم آتی ہے یا پھر ان کے باعث اہل ایمان کے دلوں سے محبت ختم ہو جاتی ہے نیز اللہ تعالیٰ کے حلم اور پردہ پوشی پر بھروسہ کرتے ہوئے ایسے گناہوں کا ارتکاب نہ کرے، کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ پھر اس کو گرفت میں لا کر کسی شخص کے تسلط میں دے دیتا ہے جو اس کو حد لگاتا یا زیادہ سزا دیتا ہے، یا شریعت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیرت میں اسے لوگوں کے سامنے زخمی کرتا یا ڈانٹتا ہے تاکہ پوشیدہ حد شکنی نہ کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا گناہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتا ہے اور وہ اس کی باتوں کو سنتا ہے۔

ہم نے نبی کریم ﷺ کی شریعت پر غیرت کو تلویحاً ذکر کیا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا مؤاخذہ اسی وقت کرتا ہے جب وہ مخلوق کے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں اس لیے کہ ذاتِ باری تعالیٰ اپنی لیے انتقام نہیں لیتی وہ بندوں کے افعال کی خالق ہے وہ تو مخلوق کی خاطر ان کے اپنے کرتوتوں کا مواخذہ کرتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ تمام باتیں جن پر مخلوق کا مواخذہ ہوتا ہے وہ ان کے گناہوں کے باعث ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے شمار کر کے رکھا خواہ بندے ان کو بھول گئے ہوں۔ اس لیے جن کو بطورِ سزا جلاوطن کیا جائے یا کوڑوں کی سزا دی جائے ان کی واپسی کی جلدی نہ کی جائے بلکہ انتظار کیا جائے۔ بعض اوقات کنوارا شخص زنا کا مرتکب ہوتا ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس سچا مرید وہ ہے جو سرّی یا جہری گناہوں میں نہیں پڑتا اور سزاؤں کا دروازہ بند رکھتا ہے۔

وفاداری اور مالداری کی حالت کو چھپانا

سچے مریدوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ فقر و غنیٰ یعنی ناداری اور مالداری کی حالت کو چھپاتے ہیں؛ کیونکہ ناداری کے اظہار میں اللہ تعالیٰ کا شکوہ ہے اور دنیا سے کنارہ کشی کا دعویٰ بھی۔ اور مالداری کے اظہار میں تکبر اور عزتِ نفس کا دعویٰ ہے۔ جیسے یہ اس شخص کے لیے مباح ہے جو فقر و عجز سے متصف ہو۔ وہ جب چاہے بارگاہِ الٰہی میں داخل ہو سکتا ہے اور اس کے لیے وقت کی ممانعت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے مالدار ہونے یا نادار ہونے کا پوچھا جائے تو اس کا جواب یہ ہونا چاہیے کہ میری حالت اچھی ہے اور وہ فقر و غنیٰ سے تعرض نہ کرے۔

عملِ آخرت کی کثرت

سچے مریدوں کا ایک اور خلق عملِ آخرت کی کثرت اور میدانِ تقویٰ میں بہادرانہ مزاحمت ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں: "جنگل بیابان قطع کرنا بہادری نہیں۔ بہادر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور خواہشاتِ نفس کی مخالفت کرے۔" ان کا ارشاد ہے: "تم پر تقویٰ لازم ہے کیونکہ جب کسی بندے کا دل ان خواہشات سے آگے نکلتا ہے تو بارگاہِ خداوندی تک پہنچ جاتا ہے۔"

اہلِ تصوف فرماتے ہیں: "بندہ جب تک بھوک ننگ اور تکالیف کی سختیوں پر صبر نہ کرے اس وقت تک تقویٰ کی حقیقت نہیں پا سکتا۔ صبر ایسا ہونا چاہیے گویا زندگی بھر شب و روز

آگ کے انگاروں کو ہاتھ میں پکڑ رکھا ہو اور یہ انداز اسی کے لیے سزاوار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ کے حاضر باش لوگوں کی قوت عطا کی ہے۔"

کسی میت کی عزت وحرمت کے معاملہ میں نہ پڑنا

کسی مرنے والے کی عزت وحرمت کے متعلق غور وخوض نہ کرنا بھی سچے مریدوں کا شیوہ ہے چہ جائیکہ وہ اپنے زمانے کے زندہ لوگوں کے متعلق مغزماری کریں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت کم لوگ ہوں گے جو خوشحالی اور اہلِ نعمت ہوں اور ان کے دشمن اور مخالف نہ ہوں؛ کیونکہ ایسے مخالفین ان کے متعلق جھوٹی باتیں اور بہتان نقل کرتے ہیں۔ پس عقل مند وہ ہے جو زندوں اور مردوں سے اپنی زبان کی حفاظت کرے اور شرعی طریقہ سے اپنی زبان حمد وثناء اور شکر میں کھولے۔

صوفیاء کا ارشاد ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں اور لوگوں کے ہاں عزت کا طلبگار ہو وہ بساط بھر لوگوں کی عیب بیانی سے زبان روکے۔"

وہ فرماتے ہیں: "جو لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں اور گڑھوں میں عزلت گزیں ہوں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی وضع اختیار کریں کیونکہ عزلت گزینی یہ ہے کہ آدمی لوگوں کو چھوڑ کر انقطاع الی اللہ اختیار کرے اور جو شخص بدکار لوگوں کی زبانوں سے سن کر لوگوں کی عیب بیان کرے اس کا یہ فعل اس کی اپنی حالت کو مٹا دیتا ہے، اور وہ اس کی ان نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے جو اس کے عزلت اور گوشہ نشینی میں کی تھیں۔ پس وہ جہانِ آخرت کی طرف خالی ہاتھ سفر کرتا ہے۔"

اس صورتِ حال سے بہت کم گوشہ نشینی محفوظ رہ سکتے ہیں؛ کیونکہ شیطان ان کی گھات میں ہے ان سے الگ نہیں ہوتا، وہ ان کو اس بات پر اکساتا ہے کہ اپنے ان ساتھیوں کی برائی بیان کرو جو گوشہ نشینی اختیار نہیں کرتے تاکہ ثابت ہو کہ اس خاموشی اور مراقبہ میں تم تنہا ہو۔ اسی طرح حکمرانوں اور امیروں کا اعتقاد تمھارے متعلق بھرپور ہوگا، پھر وہ کسی اور کی طرف نہ دیکھیں گے، پھر تم ان کے ہاں لوگوں کی سفارش کرنے کے قابل ہو جاؤ گے اور وہ

تمھاری سفارش رد نہ کریں گے۔

اس طرح شیطان ان کے لیے ایسے اعمال آراستہ کر دیتا ہے کہ یہاں تک کہ ان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

دلوں کی جلا

سچے مرید دلوں کو شہوتوں اور گندگیوں سے پاک کرنے کا عمل اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ فحاشی کا خیال بھی دل سے نہیں گزرنے دیتے، تاکہ بارگاہِ خداوندی میں حاضری اور قیام کا معاملہ درست ہو۔

ایک دفعہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر تھا اور میرے پاس خشوع کی دولت تھی جس سے اللہ تعالیٰ آگاہ تھا۔ اسی اثناء میں ایک شخص کا برا خیال میرے دل میں آیا کیونکہ میں اس شخص کو پسند نہیں کرتا تھا تو اس بُرے خیال نے مجھے بارگاہِ الٰہی سے راندہ کر دیا اور میرے سامنے پردے ڈال دیے۔ پھر میں نے دعائے مغفرت کے ذریعے اس کو چھپانے کی کوشش کی یہاں تک کہ عاجز ہو گیا اور کئی روز تک بارگاہِ خداوندی کی حاضری پر قدرت نہ پاسکا۔ یہ تو اس دل کی بات ہے جس پر خیال و خطرہ ٹھہرتا نہیں۔ تو ان دلوں کی کیا حالت ہوگی جن میں بُرے خیالات جم جاتے ہیں اور پختہ عزم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ خلق بھی اکثر مریدوں میں نامانوس سا ہو گیا ہے۔

کم سن بچوں کو نقیب نہ بنانا

سچے مرید کم سن بچوں کو نقیب نہیں بناتے بلکہ تجربہ کار بوڑھوں کو اس منصب پر فائز کرتے ہیں؛ کیونکہ عمر رسیدہ لوگ بچوں کی بہ نسبت مراد شناسی کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ جہانِ طریقت میں کم عمر بچے مردانِ کار کے اسرار کے متحمل نہیں ہوتے۔ بعض اوقات پر ایسے فقیروں کو آلودہ سمجھتے ہیں جن کے نقیب کم عمر ہوتے ہیں، اور وہ ان کے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

صوفیاء فرماتے ہیں: "جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے اور خواہش رکھے کہ لوگ نیک گمان کریں تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی سورج کی روشنی کو بادلوں کے بغیر زمین سے روکنے کی کوشش کرے تو جس طرح سورج زمین پر روشنی اور تابانی کا حکم کرتا ہے اسی طرح تہمت کے راستوں پر چلنے والے لوگوں کی بدگمانی دوسرے لوگوں پر راج کرتی ہے۔"

ایک دفعہ میں نے ایک نوخیز لڑکا نقیب رکھا تو مجھے بذریعہ کشف دکھایا گیا کہ اس کے ساتھ دو شیطان ہیں، ایک آگے اور ایک پیچھے۔ بس جس وقت میرے پاس آیا میں نے اس کو معزول کر دیا اور پھر اس دن سے کوئی نقیب نہیں رکھا، سوائے اس کے کہ جو بڑی عمر کا باریش ہو۔ نو عمر لڑکوں کو نقیب رکھنے سے فقیر کی جاہ و منزلت لوگوں کے دلوں میں گر جاتی ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے عالمِ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی حسین چیز کی طرف میلان اللہ تعالیٰ کے ہاں ناراضی اور اس کی توہین کا سبب ہے اس کے مقابل بندوں کی ناراضی اور توہین کی کوئی حیثیت نہیں؛ کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔

تمام مشائخِ طریقت کا فرمان ہے: "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس طرح کی گندگیوں اور غلاظتوں کی طرف پھینک دیتا ہے اور اس سے مراد کم سن لڑکوں کی محبت ہے۔"

مشائخ کا ارشاد ہے: "بندہ جب ایسی قباحت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل ورسوا کر دیتا ہے خواہ وہ ہزار کرامتوں کا اہل ہو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ غیور ہے وہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے خاص بندے کے دل کو کسی اور کے ساتھ وابستہ دیکھے بعض اوقات اپنے ولی کے دل میں کسی کی محبت دیکھتا ہے تو اس ولی پر غصہ کا اظہار کرتا ہے اور کبھی اس کے دل پر غیرت کرتا ہے کہ اس نے دوسرے کی محبت کو اپنے اندر داخل کیا۔ پس ہر اس شخص کی حاجت پوری کرتا ہے جو فقیر کی طرف توجہ کرتا ہے اور فقیر کو اس کا پتا بھی نہیں چلتا، تاکہ ولی کا دل کسی اور سے مشغول نہ ہو جائے خواہ اس سے ثواب بھی حاصل ہو کیونکہ یہ بہت بلند مقام ہے۔"

اس سے ایک صاحبِ تحقیق شخص کو سورۂ نصر میں حضور سرورِ عالم ﷺ کو استغفار کے حکم کی حکمت معلوم ہو جائے گی۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ اپنے تمام اقوال وافعال میں حکمِ خداوندی کے تابع تھے۔

میرے بھائی! ان فقراء کے بارہ میں بدگمانی سے بچ جنہوں نے کسی کم سن کو نقیب بنایا۔ ہو سکتا ہے اس نے بدکاری سے بچنے کے لیے ایسا کیا ہو۔ بہت سے لوگ مشائخ پر اعتراضات کے باعث خدائی غضب کا شکار ہو جیسے سیدی یوسف عجمی اور سیدی ابراہیم متبولی کے واقعات ہیں کہ ان پر اعتراض کرنے والے بدترین حال میں مرے۔

پھر یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ جو فقیر شریعت کو اپنے ظاہری احوال کے لیے قابلِ اعتراض بنا دے وہ مردان صفاء کے مقام سے بے خبر ہے اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو معترضین سے بچائے اور زبانی کلام اور دلی بدگمانی سے اپنی حفاظت کرے۔ ہم نے اپنی کتاب "المنن الکبریٰ" میں اس پر پوری تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

صحبتِ حکام سے دوری

سچے مریدوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ حکام کی صحبت سے دور رہتے ہیں، اور جب مصلحت دیکھتے ہیں تو ان سے دوری کو ترجیح دیتے ہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وہی کام کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہو۔ پس حاکم کے لیے مقامِ حذر ہے کہ جب فقراء سے اظہارِ محبت کرے وہ ان پر اپنی فضیلت نہ جتائے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اپنے اوپر فقراء کی فضیلت سمجھے اور ان کی بارگاہ میں حاضر ہو؛ کیونکہ ان کی بارگاہ میں حاضری دراصل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے اور اگر وہ کسی راندۂ درگاہ کو بارگاہِ ایزدی میں داخل کرے تو کونین کی کوئی چیز اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ جب کسی افسر کو ملاقات وصحبت کے لیے بلاتے تو وضو کر کے دو رکعت نمازِ نفل پڑھتے۔ پھر حالتِ سجدہ میں کہتے اے اللہ! فلاں شخص نے

ہماری صحبت کا عزم کیا اگر اس کی صحبت میں اس کی اور ہماری بھلائی ہے تو اس کو ہمارے لیے آسان کر دے ورنہ اس کو واپس کر دے۔ یہ مجھ پر تیرے صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔

پس وہ افسر آپ کے پاس صبح کے وقت اپنی خواہش پر آتا تو اس سے پتا چل جاتا کہ اس کی صحبت (ہم نشینی) بھلائی پر مبنی ہے اور اگر وہ صبح نہ آتا تو معلوم ہو جاتا کہ اس کی ملاقات میں خرابی ہے۔

حضرت سید علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد تھا کہ فقیر کے لیے ملاقاتِ حاکم کا وقت اس وقت صحیح ہو جاتا ہے جب وہ معزولی یا جسمانی مصیبت سے دوچار ہوتا ہے اور وہ فقیر کی مدد سے مصیبت سے چھٹکارا پاتا ہے۔ اور جب تک مصیبت میں مبتلا نہیں ہوتا اس کی فقیر کے ساتھ محبت خالص نہیں ہوتی۔

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: "فقیر کو امیر کی صحبت استخارہ کے بعد اور بھلائی ظاہر ہونے کے بعد اختیار کرنی چاہیے اور اسے کبھی امیر کا ہدیہ نہیں لینا چاہیے (جب تک استخارہ نہ کرلے)"

ایک دفعہ میرے ساتھ ایسا ہوا کہ امیر عبداللہ بن بغداد نے خانقاہ کے لیے دس اراد ب بھیجے اور میں نے بھول کر اس میں سے کچھ کھا لیا پھر تے کر دی، جس فقیر کو اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے بارے میں تصرف نہیں عطا کیا اس کو ایسے لوگوں کی صحبت کی خواہش کرنا حماقت ہے۔

جب کوئی ظالم کسی فقیر کی صحبت میں آئے تو اس کا اس فقیر پر حق ہے کہ بندوں پر کیے ہوئے اس کے ظلموں کو برداشت کرے، یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی سفارش کرے تاکہ ظلم رسیدہ لوگ راضی ہو جائیں اور وہ قبر سے اس حال میں نکلے کہ اس کے گناہ ختم ہو چکے ہوں اور اس پر کسی کا کوئی حق نہ ہو۔ پس جو فقیر اس بات پر قدرت پائے وہ ظالموں کو صحبت میں آنے دے ورنہ ان کی صحبت سے دور رہے۔

عبداللہ بن بغداد کو میں نے بھلائی کی جن باتوں کا حکم دیا اس نے ان میں نافرمانی کی تو

میں نے وضو کر کے دو رکعتیں ادا کیں، اور دعا کی "اے اللہ! اگر اس لڑکے کے پاس بیٹھنے میں بھلائی ہے تو اس کو ولی فرمانبردار بنا دے۔" پس وہ صبح سویرے میرے پاس آیا اس سے مجھے پتا چلا کہ اس سے قطع تعلقی کی بجائے پاس بیٹھنے میں بھلائی ہے۔

حضرت اخی افضل الدین فرماتے تھے: "جو فقیر کسی کی حکومت وولایت کی طرف توجہ کرے تو وہ اس کے تمام گناہوں میں شامل ہے اس کو چاہیے کہ روزِ قیامت اس کے تمام مظالم کو اپنی جان پر اٹھانے کے لیے تیار ہو جائے۔"

اصلاحِ اولاد کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا

سچے مریدوں کا ایک اور خلق یہ ہے کہ وہ اس اولاد کی اصلاح کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتے ہیں جو نسبی طریقے پر ثابت قدم نہ رہے۔ اور ان کی تربیت میں اپنے آپ کو نہیں تھکاتے؛ کیونکہ اس کا فائدہ کچھ نہیں ہوتا خاص طور پر جب کوئی ان کو مارے پیٹے، بھوکا رکھے یا پوشاک نہ دے؛ کیونکہ اس سے تو ان کی بھوک ہی بڑھے گی۔

حضرت امام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دینی معاملات میں سب سے زیادہ سخت تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں (ان کے بیٹے) ابو شحمہ کے متعلق امتحان میں ڈالا وہ شراب کا رسیا تھا اور حضرت عمر اس کو سمجھانے سے عاجز آ گئے۔ اسے سزا دیتے وہ باز نہ آتا۔ تو انہوں نے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا پس وہ اسی روز تائب ہو گیا اس کی حالت سنور گئی۔ بہت سے علماو مشائخ کی اولاد کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔

مجھے میرے شیخ نے بتایا کہ ایک شیخ (بزرگ) کا بیٹا شراب پیتا تھا اور وہ شیخ (لوگوں کی شکایت کے جواب میں) کہتا تم جھوٹ بولتے ہو۔ پھر جب اس کی شراب خوری کا تذکرہ عام ہوا تو کہا میں صرف شرعی طریق سے اس کی گرفت کروں گا یعنی اقرار واعتراف سے، شرعی شہادت سے کہ اس نے بلا جبر واکراہ شراب پی۔ پھر ایک دن لوگ اسے مدہوشی کی حالت میں شیخ پاس

لائے اور بولے۔ دیکھیے اپنے صاحبزادے کو!" اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ اس کو زمین آسمان کی پہچان نہ تھی" چنانچہ اس حالت سے شیخ نے بہت اثر لیا، رات کے وقت سر سے پگڑی اتار کر بہت عاجزی کے ساتھ رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کے بیٹے کو توبہ کی توفیق عطا فرما۔ پس اس کا بیٹا تائب ہوگیا اور اب اس کے نزدیک شراب سے بڑھ کر کوئی چیز قابلِ نفرت نہ تھی۔ پس اس عبرت انگیز واقعہ کو ذہن نشین کرلو اور اپنی اولاد کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو۔ اور اپنے بھائیوں کو بھی اس کا حکم دو۔

محبتِ خداوندی کے حصول کے لیے کام کرنا

سچے مرید محبتِ الٰہی کے حصول کے لیے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ مولیٰ کریم انہیں ایسے کاموں سے بچاتا ہے جو انہیں بارگاہِ ربانی کی حاضری سے روکتے ہیں۔ اسی طرح وہ ان لوگوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتا ہے جو ان اہلِ محبت سے محبت کرتے ہیں بخلاف ان لوگوں کے جو ان سے خوش نہیں ہوتے۔

بندہ کے لیے محبتِ خداوندی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی اعضاء میں سے ہر عضو پر ایک فرشتہ مقرر کردیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے اور انہیں ایسی چیز میں تصرف سے محفوظ رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

میں نے ایک رات اس مؤکل فرشتے کی زیارت کی جب اللہ تعالیٰ نے میری آنکھ سے پردہ اٹھادیا۔ تو میں نے آنکھ، زبان، شرمگاہ اور دل کے مؤکل فرشتوں کو دیکھا جس سے مجھے سخت پریشانی ہوئی، مجھے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ خیانت کرنے سے سخت خوف لاحق ہوا۔ سوائے اس حالت کے کہ جب عظمتِ خداوندی کی تجلی کے وقت ان پر ذہول طاری ہوا۔

ایک سوال: محبتِ الٰہی کے مقام تک رسائی کیسے ممکن ہے؟

جواب: یہ نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور زہد و ورع اور دیگر احوال میں آپ

کی پیروی سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ فرمادیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کے مدعی ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان اقوال وافعال میں پیروی کیسے ممکن ہے جب کہ رکاوٹیں موجود ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بندہ اس مقام تک پاک باز شیخ کے سامنے سلوک کی منازل طے کرنے سے پہنچتا ہے پھر اس سے ایک ایک رکاوٹ دور ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے درمیان اور مقامِ اتباع کے درمیان کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ ہاں اگر بندہ خدائی تقسیم سے محروم ہو تو الگ بات ہے۔

بندۂ خدا کے لیے محبتِ الٰہی کا ثمرہ یہ ہے کہ وہ حرام اور شبہ والی چیزوں سے محفوظ رہتا ہے، اس کی دعا رد نہیں ہوتی؛ کیونکہ حرام خوری اور شبہ کی روزی قبولیتِ دعا کے سامنے رکاوٹ ہے، جب تک قوائے بدن میں حرام کا لقمہ رہتا ہے دعا قبول نہیں ہوتی۔

صوفیاء فرماتے ہیں: ”حرام کا لقمہ بدن کے قویٰ میں تیس دن تک رہتا ہے، یہاں تک کہ بندہ کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتا ہے، پھر وہ گمان تک نہیں کر سکتا کہ اس کی دعا قبول ہوگی۔ اس طرح وہ رب تعالیٰ سے بدگمانی کا پھل اٹھاتا ہے۔ جو شخص مالِ حلال کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا رد نہیں کرتا؛ کیونکہ وہ اپنے رب سے اچھا گمان رکھتا ہے۔ پھر اس لیے ضروری ہے کہ جو شخص لوگوں کی حاجات پوری کرنے میں مشہور ہو وہ شبہات کی روزی سے باز رہے۔“

تم اس معاملے کو اپنے زمانے کے مریدوں (فقیروں) پر پیش کر کے دیکھو۔ تمہیں ان کے احوال کا پتا چل جائے گا۔ ہاں اس سلسلہ میں خود کو نہ بھولنا۔

فقراء کے درمیان عدل وانصاف

سچے مریدوں کے اخلاق میں سے ہے کہ وہ فقراء کے درمیان عدل وانصاف کے

فیصلے کریں اور اپنے بیٹوں اور ساتھیوں کی جانبداری نہ کریں بلکہ حق کے معاملہ میں قریب و بعید کے لوگ یکساں ہوں صوفیاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شیخ فقیروں کے درمیان خواہشِ نفس سے فیصلہ کرے اس کا احترام دلوں سے نکل جاتا ہے کیونکہ بارگاہِ ربانی میں اس کی تعظیم و توقیر باقی نہیں رہتی، اور جو شیخ حق کا فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت ڈال دیتا ہے اور اس کی ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔

اے برادرِ عزیز! حق کے فیصلے کر، ورنہ تیری حرمت و ہیبت دلوں سے نکل جائے گی اور فقراء تجھ سے نفع حاصل نہ کر سکیں گے۔

اعمال کو گندگیوں سے پاک رکھنا

ایک خلق یہ ہے کہ سچے مرید اپنے اعمال کو ایسی گندگیوں سے پاک رکھتے ہیں جو اخلاص کو داغ دار کرتی ہیں کیونکہ ایسے اعمال بے فائدہ مشقت کا ذریعہ ہیں اور عامل ان اعمال کا بوجھ پشت پر اٹھائے رکھتا ہے یہاں تک کہ روزِ قیامت میزان کے پاس لا اتارے گا۔ پھر فرشتے ان اعمال کی چھانٹی کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں گے ان کو الگ کر دیں گے اور جو اس کی رضا کے لیے نہ ہوں گے وہ برباد کر دیے جائیں گے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی دنیاوی غرض کا دروازہ کھولے اور پھر اپنا کیسہ بھر لے پھر جب لے کر گھر پہنچے تو اس میں مینگنیاں اور گوبر پائے اور پھر دستِ کف ندامت ملے مگر ندامت کا فائدہ نہ ہو۔

شاید اس زمانے میں ہماری یہی حالت ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، پس اس کو اپنے نفس پر اور اپنے معاصر لوگوں پر پیش کر تجھے اپنی اور ان کی حالت کا اندازہ ہو جائے گا۔

بحالتِ گناہ دو آنکھیں ہونا

مریدوں کے لیے گناہ کی حالت میں دو آنکھیں ہوتی ہیں یا ایک آنکھ ہوتی ہے۔ ایک

آنکھ سے وہ گناہ کے ان کاموں کو دیکھتے ہیں جن کی صاحبِ شریعت نے ممانعت کی۔ پس وہ ان گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور دوسری آنکھ سے تقدیرِ الٰہی کی حکمت ملاحظہ کرتے ہیں، جس کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتے ہیں۔ یہی مفہوم ہے آئمہ دین رحمہم اللہ کے اس ارشاد کا کہ قضا کے ساتھ راضی ہونا واجب نہ کہ مقضی کے ساتھ۔

صوفیائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں: "ہم قضا و قدر پر ایمان لاتے ہیں مگر اس سے اللہ تعالیٰ پر حجت قائم نہیں کرتے۔" اسی حقیقت کے پیشِ نظر ایک بزرگ دعا میں کہتے: "مجھے ان باتوں میں پڑنے سے محفوظ رکھ جو تیرے انبیاء و رسل اور نیک بندوں کو ناپسند ہیں۔" اور یہ نہیں کہنا چاہیے "مجھے اس بات سے محفوظ رکھ جو تجھے ناپسند ہے" کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا خالق ہے اور ان کو پسند کرتا ہے اور جو چیز اس کے فعل و اختیار سے ہو تم اس کی ہر جہت سے ناپسندیدگی سے گریز نہیں کر سکتے۔ بھلا اس چیز کی ناپسندیدگی اور ناگواری کی حقیقت کیسے ذہن میں آسکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کو پسند فرمایا۔"

یاد رکھیے کہ اعمال میں سے کسی چیز کے لیے حق تعالیٰ کی محبت نہ ہونے اور اس سے بغض رکھنے کا یہ مفہوم ہے کہ وہ اس چیز سے بندے پر شفقت کے باعث محبت نہیں کرتا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کفر (ناشکری) پسند نہیں کرتا۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کے لیے موت پسند نہیں کرتا حالانکہ اس نے ان کے لیے موت مقدر کی۔ اس حقیقت کو سمجھ لو۔

اعمال میں تفاضل (یعنی ایک عمل کی دوسرے پر فضیلت) نظر و استدلال کے بغیر ممکن نہیں اور یہ سب خلق و کسب پر غور کرنے سے ہوتا ہے ورنہ جس نے ان اعمال کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت دی تو اس وجہ سے دی کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے (اور بندہ کاسب ہے) اسی بنا پر علما نے فرمایا: "ذاتِ باری تعالیٰ اپنے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتی وہ تو ان سے ایک دوسرے کے لیے

انتقام لیتی ہے۔" اسی طرح ابلیس کے متعلق ہے کہ لوگوں کو ابلیس کے افعال سے دشمنی رکھنا واجب ہے کہ وہ لوگوں کو بارگاہِ خداوندی سے روکتا ہے اس لیے اس کے شیطانی کاموں کی پیروی جائز نہیں جیسے ہر عارف کے لیے ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ابلیس کی زبان میں پوشیدہ حکمت طلب کرے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ شیطان اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بغیر کوئی حرکت نہیں کر سکتا یہاں مرتبہ ابلیس کی حقیقت پر بحث وکلام کے اندر ایسے اسرار ہیں جو کسی کتاب میں قلمبند نہیں کیا جا سکتے۔

باطنی امراض کے اظہار وبیان میں شرم نہ کرنا

مرید کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ سے باطنی امراض کے اظہار وبیان میں شرم محسوس نہ کرے کیونکہ مرید بیمار ہے اور شیخ طبیب و حکیم۔ مریض اگر طبیب سے مرض چھپائے تو اس کی بیماری کا دورانیہ بڑھ جائے گا، مگر شیخ کے لیے شرط نہیں کہ وہ مرید کے گناہوں سے آگاہ ہو البتہ یہ مرید کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عیبوں کا ذکر شیخ سے کرے کیونکہ شیخ کی بارگاہ خامیوں اور عیبوں کے دیکھنے سے پاک ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیخ کی بارگاہ اصل میں انبیائے کرام فرشتوں اور اولیائے کرام علیہم الرضوان کی بارگاہ ہے۔ ان کی بارگاہ میں ایسا کوئی نقص نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہو۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی بارگاہ ہے جس میں قرب وعطا سے نوازا جاتا ہے جب کہ شیطانوں کے پاس جانا اس کے برعکس ہے کیونکہ وہ ناراضی دوری، محرومی اور قہر وغضب کا مقام ہے۔

ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے صحیفۂ عمل کو شب وروز کے اعمال کے ساتھ شیخ کے سامنے رکھے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے گناہوں کے لیے شفاعت کرے یا اس کو راہِ نجات کی طرف لے جائے۔ مرید اور شیخ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا اور وہ دنیا میں مرید کا احتساب کرنے میں حق تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے

تاکہ آخرت میں اس کا حساب ہلکا ہو۔

امام قشیری نے اپنے رسالہ کے باب " رویا النوم "میں تحریر فرمایا کہ "ایک ولی اللہ کو خواب میں دیکھا گیا تو اس سے دریافت کیا گیا، آپ کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ فرمایا میرا ہر اقراری گناہ معاف کر دیا گیا سوائے ایک گناہ کے جس کے ذکر سے مجھے شرم آتی ہے۔ میں اس کے باعث پسینہ میں غرق ہو گیا یہاں تک کہ میرے چہرے کا گوشت جھڑ گیا۔ کسی نے سوال کیا وہ کون سا گناہ ہے؟ فرمایا راہِ سلوک کی ابتداء میں ایک نوخیز لڑکے کو ایک روز شہوت سے دیکھا تھا۔"

اگر وہ شخص دنیا میں اس کا ذکر اپنے شیخ سے کرتا تو اس کا شیخ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی سفارش کرتا یا اس کو ایسا طریقۂ علاج سکھا دیتا جس سے اس کے گناہ کا کفارہ ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مرید اپنے شیخ سے گناہ چھپائے تو وہ اپنے ساتھ کھوٹ اور دھوکے کا مرتکب ہوتا ہے۔

برادرِ عزیز! اپنا صحیفۂ عمل دن کو یارات کو اپنے شیخ کے سامنے رکھ اور شیخ کی طرف سے نظرِ حقارت کا خوف نہ کر کیونکہ مشائخ گناہ گار کو حقیر نہیں جانتے، بلکہ ہر خطا کار کو نظرِ رحمت سے دیکھتے ہیں۔ پوشیدہ عذر خواہی بہتر ہے اور اگر مشائخ ڈانٹیں تو عذر خواہی سرِ عام ہونی چاہیے، اس خلق پر دنیادار لوگ زیادہ کاربند ہیں وہ اپنے کاموں اور دلوں کے خطرات سے مشائخ کو آگاہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

میرے عزیز! اس پر عمل کر لیکن یہ چیز تیرے اور تیرے شیخ کے درمیان راز ہونی چاہیے یہ مرید کا کام ہے جب تک وہ شیخ سے اگر اس کے ساتھ اتحاد ہو جائے تو اس وقت اس کی طرف قلبی توجہ کافی ہوگی خواہ ان کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہو۔

گندے کاموں پر تنبیہ

جب کوئی مرید کسی گندے کام میں مبتلا ہو جیسے اجنبی غیر محرم عورت کو بوسہ دینا اور شیخ اسے تادیب و تنبیہ کرنا چاہے تو اس کے ایسے گناہوں کا خیال رکھے جو عرفِ عام میں گندے شمار نہیں ہوتے۔ مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور رات کے نوافل نہ پڑھنا وغیرہ؛ تاکہ وہ لوگوں میں بلا عذر شرمندہ نہ ہو۔ خصوصاً مجلس میں خرقہ پوش فقیروں کے سامنے جب وہ تعلیم میں مشغول ہوں اسے ڈانٹنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

سیدی ابو سعود جارجی جب کسی بڑے گناہ پر مناقشہ کرنے لگتے تو اس گناہ کا ذکر ایسی چیز کی طرف پھیر دیتے جسے عام لوگ گناہ خیال نہیں کرتے جیسے مالِ دنیا اکٹھا کرنا اور دولت کو گھر میں رکھنا یہ جانتے ہوئے بھی کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے پھر عام لوگ شیخ سے کہتے ''اللہ کے لیے مدد کرو۔'' اور اس طرح کے طرزِ عمل سے متعجّب ہوتے تھے۔

وہ (سیدی ابو سعود) رات کے وقت نکلتے اور سوئے ہوئے مریدوں کی شرم گاہوں پر ہاتھ رکھتے۔ جس کی شرم گاہ میں انتشار و ہیجان دیکھتے صبح اس پر عتاب کرتے اور اسے بھوکا رہنے اور مشقت آمیز کام کرنے کا حکم دیتے؛ کیونکہ برائی میں پڑنے کا اندیشہ ہوتا۔ نیز فرماتے ''جب حالتِ نیند میں تیری شرم گاہ میں انتشار ہو اور تیری روح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو پھر حالتِ بیداری میں تیری جنسی ہیجان کی کیا صورت ہوگی جب تیرا نفس شیطانوں اور فاسقوں کے ساتھ ہوگا۔'' اس سے بے حیائی کی چاہت کا وہم پیدا ہوتا ہے پس ایسا شخص کسی جوان کو بدکاری کے لیے گھسیٹے تو وہ اس سے دور بھاگے۔

حضرت شیخ عبدالحلیم بن مصطلح فرمایا کرتے تھے ''جب تم دیکھو کہ ایک نوجوان شخص باریش آدمی سے محبت کرتا ہے تو اس نوجوان کے متعلق اچھا گمان کرو۔ اور جب دیکھو کہ باریش آدمی کسی نوخیز سے محبت کرتا ہے تو وہ ظاہری طور پر غیر محفوظ ہے اس لیے اس پر شک ہو سکتا ہے۔'' انتہیٰ

ہمارا یہ کلام ان لوگوں کے بارہ میں ہے جو اہلِ حال نہیں۔ جہاں تک ان لوگوں کا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اربابِ حال ہیں وہ بالعموم بدکاری میں پڑنے سے محفوظ ہوتے ہیں۔

حضرت سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلوت میں امرد (نوخیز) لڑکے کے ساتھ سوتے اور فرماتے تھے میں اس کی بگڑے لوگوں سے حفاظت کرتا ہوں۔ اسی بنا پر ایک فقیہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تنقید کی۔ آپ نے فرمایا میں ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ میں اسے تم سے اور تم جیسے لوگوں سے بچاؤں۔ اس پر اس فقیہ نے شیخ کے خلاف فتوی طلب کیا مگر اگلے ہی روز لوگوں نے اسے اکابر کے غلاموں میں سے ایک جوان غلام کے ساتھ پکڑ لیا اور حاکم کے ہاں لے گئے، اور سخت زدو کوب کیا۔ اور ایک سال تک قید میں رکھا پھر اس نے حضرت شیخ سے کہلا بھیجا "میں بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں" آپ نے فرمایا کل رہا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کو چھوڑ دیا گیا۔

اسی لیے حضرت سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نوخیز لڑکوں اور مغربی مردوں کو ایک جگہ جمع کرتے اور فرماتے "جو اپنے بھائیوں سے زیادتی کرے گا اس کو سردی اور تپ لرزہ ہو جائے گا۔ اور سات مہینوں تک اس کے دانت بجتے رہیں گے جس کے باعث وہ ہلاک ہو جائے گا۔" انتہیٰ

میرے بھائی! اگر تو اپنی جان سے اپنے نفس کی حمایت اور نوجوانوں کی حمایت یقین کرتا ہے تو تیرے لیے ضروری ہے کہ تو حضرت سیدی ابراہیم کی پیروی کرے ورنہ تو دور رہ۔ تاکہ ہلاکت میں نہ پڑے اور تیری وجہ سے دوسرے بھی ہلاک نہ ہوں۔

حاکم کو فقیر کی صحبت سے متنفر کرنا

جب کوئی حاکم ان سے کسی پیر بھائی کی صحبت میں جانے کا مشورہ مانگے تو وہ اسے انتہائی متنفر کریں اور اس پر شدید تنقید کریں۔ البتہ اس پیر بھائی کے طریقت میں پختہ قدم

ہونے کا یقین کامل ہو اور اعتماد ہو کہ امیر کے ہاتھ اس کی سفارش چلے گی تو اس کو فقیر بھائی کی ہم نشینی کی رغبت دلائیں اور اس کی خوبیاں اور کرامتیں بیان کریں۔

حضرت اخی افضل الدین فرمایا کرتے تھے "میرا مذہب یہ ہے کہ ہم جیسے لوگوں کی صحبت سے نفرت دلانا واجب ہے، کیونکہ الوہیت کی طرف میلان کا یقینی غلبہ ہوتا ہے اور جب کوئی والی (حاکم) آپ سے متنفر ہوتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو جزائے خیر عطا کرے کہ اس نے ہمارے ساتھ ایسا کیا ہے۔" انتہیٰ۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ شیخ احمد قلتی نے امیر عبداللہ بن بغداد کو میرے پاس بیٹھنے کی رغبت دی تو اس کے نیک گمان کی وجہ سے میں نے اس کو صحبت میں شریک کر لیا پھر میں نے اس کو کہلا بھیجا کہ "دوبارہ کسی منصب دار کو میری ہم نشینی کی رغبت نہ دلانا کیونکہ سلامتی غنیمت کا پیش خیمہ ہے اور بھائی کا حق ہے کہ اپنے بھائی کے لیے انتہائی احتیاط کرے تاکہ اس کا حق ادا ہو۔" اس پر ہم نے مبسوط کلام "المنن الکبریٰ" میں کیا۔

حج سے واپسی پر بھائیوں سے سلام کی ابتداء کرنا

جب کوئی مرید (فقیر) حج سے لوٹ کر وطن آئے تو اپنے بھائیوں سے سلام کی ابتداء کرے اور ان کے گھروں میں جا کر سلام پیش کرے۔ مگر انہیں اس کے گھر جانے کی ضرورت نہیں خواہ اس سے مقام و مرتبہ میں کم ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں تواضع (انکساری) نفس کی تربیت اور بھائیوں کے اخلاق کی تہذیب و اصلاح ہے۔

ابو حفص نیشاپوری بغداد آئے تو حضرت ابوالقاسم جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے ابتداء کی اور انہیں سلام کیا تاکہ انہیں چل کر آنے کی ضرورت نہ پڑے۔ پس گلے ملے اور کچھ دیر باہم گفتگو کی پھر ابو حفص اپنے مکان کی طرف نکلے۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری کہ حضرت جنید ان کے پاس تشریف لے گئے اور دوبارہ سلام کیا پھر فرمایا "وہ آپ کا فضل و کرم تھا اور یہ آپ کا حق ہے۔"

پس فقیر کو اس بات سے بچنا چاہیے کہ جب حج کا فریضہ ادا کرے تو اکابر علماء و صالحین یا امراء میں

سے کسی کو اپنے پاس آنے پر مجبور نہ کرے بلکہ وہ پہل کر کے ان کے ہاں جائے۔ البتہ اگر جانے میں عزت پر حرف آتا ہو تو نہ جائے اور اس نقصان کو، نہ جانے کے نقصان پر ترجیح دے۔ اور زیادہ راجح قول پر عمل کرے اور کسی کے پاس نہ جائے۔

میں نے حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ کو سنا آپ فرمارہے تھے "اس بات سے پرہیز کر کہ کسی کے آنے کی طرف تیرا التفات ہو اور تجھے حج سے لوٹنے کے بعد انتظار ہو کہ وہ آکر تجھے سلام کرے۔ خصوصاً بزرگ صالح لوگ؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ تیرے حج کا ثواب ان میں سے کسی کے حقِ طریق سے حاصل نہیں ہوتا اس لیے جہاں تک ہوسکے اپنے نفس کو ان کی زیارت کی طلب سے باز رکھو۔"

حضرتِ شیخ کے کہنے کی مراد یہ ہے کہ جب وہ اس کے پاس نہیں آئے گا تو وہ اپنے نفس کو اس کے احسان کے بوجھ سے آزاد رکھے گا۔ ہاں اگر کوئی بے ارادہ آجائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور آنے والے کا بدلہ اس کی حاجت پوری کر کے دے یا اس کی ملاقات و زیارت کی تمنا کرے یا اس کی طرف کوئی ہدیہ بھیج دے۔ بہت سے متکبر شیخ اس خلق سے عاری ہوگئے ہیں، یہاں تک کہ حضرت علی مرصفی کے ایک شاگرد نے حج کیا تو آپ اس سے ملاقات کے لیے تشریف نہ لائے؛ اس وجہ سے اس نے عمر بھر کے لیے قطع تعلق کر لیا۔ یہ چیز اس زمانے کے فقراء میں بہت پائی جاتی ہے۔ کوئی کسی سے اس بنا پر دشمنی پر اتر آتا ہے کہ اس نے سلام نہیں کیا پھر زندگی بھر تعلق قائم نہیں کرتا۔

بعض اوقات کوئی اپنے نفس کو اہلِ مناصب سے بھی بڑا کر لیتا ہے، اور نفس پروری کی وجہ سے گمان کرتا ہے کہ بہت پاک باز ہے۔ اسی طرح کا معاملہ امیر حمزہ کاشف الغربیہ اور امیر خضر کاشف الشرقیہ قلیوبیہ کے ساتھ پیش آیا وہ دونوں 692ھ میں حج کے بعد میری ملاقات کے لیے آئے قبل اس کے کہ ان کے پاس آوں۔ انہوں نے ازراہِ تواضع بتایا کہ وہ گورنر (والی) ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نفسوں کی تربیت نہیں کی تھی، نہ انہیں سنوارا تھا مگر وہ اس صورت میں

بھی بہت سے ان مشائخِ زمانہ سے بہتر تھے جن کے نفس کسی حکمران کی ملاقات سے ناخوش ہوتے ہیں۔

بعض اوقات ان میں سے کوئی اپنے آپ کو بہت پاک باز گمان کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے سبب اس سال حاجیوں کی بخشش ہوگئی ہے۔ کبھی وہ اس قسم کی باتیں اپنے حق میں کسی کی زبان سے سنتا ہے تو خاموش رہتا ہے، اس کا انکار نہیں کرتا۔ اس طرح وہ مکہ سے قہر و غضب میں لوٹتا ہے۔ اسی لیے علما نے فرمایا "اذاحج جارك محول باب دارك" جب تیرا ہمسایہ حج کرے تو اپنے گھر کا دروازہ (پھیر دے) بند رکھو۔ تاکہ حج سے واپسی پر اپنے نفس کو نہ پھولائے اور یہ نہ کہے کہ حج کے ذریعے میرے سب گناہ معاف ہوگئے بخلاف میرے ہمسائے کے کہ اس کے گناہ معاف نہ ہوئے۔ اس قسم کے لوگوں سے کہا جائے کہ جب تمھارے گناہ معاف ہو چکے تو نفس کی عاجزی اور انکساری کو مقدم رکھو اور اپنے عیبوں پر نظر کرو کہ کہیں اسی سال کے دوران موت کی آغوش میں نہ چلے جاؤ اور پھر اس کے بعد حج کا موقع نہ ملے یوں تم سابقہ گناہوں کے برابر ایک ایک گناہ لے کر سفرِ آخرت پر گامزن ہو جاؤ گے۔

ہم نے اپنی کتاب "المنن والاخلاق الکبریٰ" میں نفس بینی کی آفات پر کلام کی توضیح کی ہے۔ اگر تم جاننا چاہتے ہو تو اس کی طرف رجوع کرو اور جو کچھ ہم نے کہا اس کو اپنے نفس پر اور اپنے ہم عصر فقیروں کے نفوس پر پیش کر کے دیکھو تمہیں ان کی اور اپنی حالت کا پتا چل جائے گا۔

حاجیوں کا ہدیہ کھانے میں احتیاط

سچے مریدوں کے لیے ضروری ہے کہ حاجیوں کا ہدیہ کھانے سے پہلے تحقیق کرلیں، اور حصول برکت کی غرض سے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ شہر رسول ﷺ سے ہے کھانے میں جلدی نہ کریں جیسا کہ بہت سے دینی معاملات میں مسامحت کرنے والے کرتے ہیں۔

میرے ساتھ ایسا ہوا کہ حمزہ امیر الحجاج نے میری طرف کھجوروں کا ایک توڑا بھیج دیا

اور میں نے اسے فقیروں میں تقسیم کر دیا اور تین کھجوریں لے کر خود کھالیں۔ مجھے ایسا لگا گویا میرے پیٹ میں پتھر اتر آیا پھر میں اپنے آپ سے بازی کی اور جو کھجوریں پیٹ میں گئی تھیں ان کو قے کی صورت میں باہر نکال دیا یہاں تک کہ وہ کھانا بھی جو اس روز کھایا تھا۔

حرام اور شبہ سے متعلق یہ دونوں علامتیں میرے ساتھ کثرت سے واقع ہوتی ہیں اور جب پیٹ میں گرانی محسوس کرتا ہوں تو پانی پی کر قے کر دیتا ہوں۔ میرا نفس فوراً اس پر آگاہ ہو جاتا ہے اور یہ میرے مولیٰ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کیوں کہ اس سے گناہ کا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گناہ کا مادہ صرف حرام خوری سے پیدا ہوتا ہے اور اکثر لوگ اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو اپنے دین کی حفاظت نہیں کرتے۔ پس وہ ان ہدیوں کو کھانے کی طرف لپکتے ہیں جو حجاز سے آتے ہیں۔ اس کی خوشبو لگاتے اور اس کی مسواکوں کو استعمال کرتے ہیں مگر اس مادہ کی طرف توجہ نہیں کرتے جس سے یہ ہدیے خریدے گئے۔ آیا وہ حلال ہے یا حرام؟

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ سے ایک بار نبیذ الحبرۃ (شراب) کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا "نبیذ بننے سے پہلے اس کے لیے خریدے جانے والے میوہ کی قیمت کے متعلق سوال کرو۔" انتہیٰ

میں نے کھجور کے دانے کھا کر جو نماز پڑھی تھی اس کا اعادہ کیا اور اپنے بھائیوں کو بھی دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا جنہوں نے اس کھجور سے کچھ کھایا تھا۔ کیونکہ روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ بندہ کی نماز قبول نہیں کرتا جب تک کہ اس کے پیٹ میں حرام کی کوئی چیز ہو۔"

تم یہ بات ذہن نشین کر لو اور اس کو اپنے نفس پر اور اپنے بھائیوں پر پیش کرو تمہیں حقیقتِ حال کا پتا چل جائے گا۔

ثواب کی طمع کے بغیر اعمال صالحہ

سچے مریدوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ ثواب کی طمع کے بغیر نیک اعمال کرتے ہیں؛ کیونکہ عمل پر ثواب کی خواہش پست نفسی کی دلیل ہے اور یہ شریف الاصل لوگوں کے نزدیک

جائز نہیں کیونکہ بزرگوں کو ان کے خادم اپنے فرائض پورے کرتے وقت دھوکا دیتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ اس پر ان کو اجرت دیتے ہیں۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے "جو شخص فضلِ خداوندی میں طمع کرے وہ حق تعالیٰ پر یہ پابندی عائد کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اسے طمع کی چیزوں سے محروم نہ کرے۔ اور یہ بات بے ادبی میں شمار ہوتی ہے جیسا کہ صوفیائے کرام نے رجا (یعنی امید) کے بارہ میں کہا کہ یہ بھی حق تعالیٰ پر ایک طرح کی پابندی عائد کرنا ہے۔"

آپ کا یہ ارشاد ہے "جو عمل اجرت (اجر و ثواب) کے لیے طلب کیا جاتا ہے اس کی نسبتِ تخلیق بھی تو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف ہے بندہ اس کا خالق نہیں (کاسب ہے) اس لیے بندہ کے لیے جائز نہیں کہ جو عمل اس کا نہیں دوسرے کا ہے اس پر اجرت مانگے۔" پس اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ سے ایسی عمدہ امید ہوگی جس کی بنا پر بندہ دل کو پابند کرے گا کہ اس امید کے ساتھ اس کی ضد پر عمل نہ کرے۔ حق تعالیٰ مطلق ہے وہ بندے کی پابندی اور ممانعت کے تحت نہیں۔ بندہ کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے فاقہ اور حاجت کے اظہار کے لیے دعا کرے، اور اس کے فضل و احسان میں عطا کو منع پر ترجیح دیے بغیر امید اور طمع کا اظہار کرے۔

میں نے حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے سنا "جب تو لوگوں کی طرف سے ہبہ کردہ مال صدقہ کرے تو اس کا اجر و ثواب اس کے لیے ہے جس نے تجارت یا صنعت (کاریگری) سے کمایا اور تیرے لیے صرف نیکی کی نیت کا ثواب ہے۔ میں نے زبیدہ کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، کسی نے اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ان بڑے بڑے صدقات پر کیا سلوک کیا جو آپ نے کیے؟ تو جواب دیا ان صدقات کا اجر و ثواب تو ان لوگوں کے لیے ہے جن کے اموال تھے اور مجھے ان اموال کو فقراء و مساکین کے درمیان تقسیم کرنے کی نیت کا ثواب حاصل ہوا۔" انتہیٰ

اگر زبیدہ صحیح نظر سے دیکھتی تو خود کو نیتِ صدقہ پر ثواب کا مستحق نہ سمجھتی کیونکہ نیت کا

تعلق تو تخلیقِ خداوندی سے ہے۔

مظلوم کی امداد

غمزدوں کی چارہ سازی اور مظلوموں کی مدد سچے مریدوں کے لازمی اخلاق میں سے ہے۔ اس لیے جو شخص ولایت کا دعویٰ کرے اور اس کا دل لوگوں کی پریشانی نہ اٹھا سکے ایسا شخص دعوئ ولایت میں جھوٹا ہے یہاں تک کہ صوفیاء کے نزدیک فریادرس قطب کو اس وقت غوث کا لقب دیا جاتا ہے جب وہ دنیا بھر کے مظلوموں اور غمزدوں کی مدد کرتا ہے۔ اور یہ حقیقت تمام اولیاء میں جاری ساری ہے۔

اسی طرح سچے فقیروں کے اخلاق میں سے ہے کہ وہ مجبوری کے بغیر لوگوں سے روپوش نہیں ہوتے اور نہ ہی دروازوں پر پردے ڈال کر خلوت گزیں ہوتے ہیں۔ البتہ ان کے اہل و عیال ہوں، اوران کے لیے اور کوئی مکان نہ ہو تو پردہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اہلِ حاجت سے ملتے ہیں اور جو بھی ملنے کی خواہش کرتا ہے وہ ان سے مل لیتا ہے۔ ہاں بہت سے چغل خور جوان کے پاس بغیر شرعی غرض کے آتے ہیں اور بے فائدہ وقت لیتے ہیں ان سے ملنا ضروری نہیں ہوتا۔

حضرت سیدی عبدالقادر شطوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "فقراء کے لیے شرط ہے کہ وہ بغیر کسی مجبوری کے کسی سے روپوش نہ ہوں اور جو شخص ان کے پاس حاجت لے کر آئے تو اس سے نہ کہیں کہ اب لوٹ جا کچھ دیر کے بعد آنا۔ اور کسی سے عطا نہ روکیں سوائے کسی حکمت کے۔ ایسی رکاوٹ اور دست کشی کنجوسی کے باعث نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام فقیروں سے راضی ہو۔"

مطالبہ سے گریز کرنا

سچے فقیروں اور مریدوں کا ایک خلق یہ ہے کہ وہ خادم سے مطالبہ نہ کریں کہ وہ ان کی اغراض کے مطابق چلے (یعنی عطا ان کی اغراض کے مطابق نہ ہو) اور جب وہ ان کو کوئی ایسی چیز

دے جو ان کی اغراض سے ہم آہنگ نہ ہو تو اس پر عتاب نہ کریں۔ البتہ اگر وہ خادم کسی شیخ کا شاگرد ہو تو وہ شیخ اس کو تادیب کر سکتا ہے کہ اس نے اپنے شیخ کے حکم کی مخالفت کی۔ کسی اور وجہ سے عتاب نہ کیا جائے؛ کیونکہ اخلاق کی تہذیب اور نفسوں کی ریاضت کے باعث خدام کو عتاب نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے یہ لوگ مخلوق کی اذیت برداشت کرتے ہیں اور اس طرح کی اذیت کا جواب اذیت سے نہیں دیتے اور اپنا بوجھ کسی پر نہیں ڈالتے ان کے فرائض میں ہے کہ وہ غافل لوگوں کو بیدار کریں اور گمراہوں کو راستہ دکھائیں۔

حضرت سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "مشائخ سے نفس کے وسوسوں پر بات کرنے کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ بلکہ امراض کی تشخیص اور علاج پر کلام کرنے کا تقاضا کیا جائے اور ایسی ہی باتوں کا سوال کیا جائے جو مشائخ کی شروط میں سے ہیں؛ کیونکہ مکاشفات تو مریدوں کے اوصاف میں نہ کہ عارفین کاملین کے اوصاف میں سے ہے۔

حضرت سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی بھاگے ہوئے غلام کے متعلق سوال کرتا کہ وہ کہاں ہے؟ تو فرماتے صبر کرو، ابھی ہمارا فلاں مرید آتا ہے اس کو کشف ہو گا اور تمہیں بتا دے گا ایک دن مریدوں نے عرض کیا۔ آپ جیسے بزرگوں کو کیا ضرورت ہے کہ آپ کے لیے کوئی مکاشفہ والا ہو؟ فرمایا بیٹا عارف جب مقامِ عرفان تک پہنچتا ہے تو اطلاعِ غیوب کے مسئلہ میں حق تعالیٰ کی مشارکت سے دور بھاگتا ہے۔ اس لیے اسے مکاشفات میں سے کسی چیز کی طرف التفات نہیں ہوتا، خاص طور پر لوگوں کی پوشیدہ باتوں کی اطلاع سے۔ "انتہیٰ

حضرتِ شیخ محی الدین ابن العربی کی "فتوحاتِ مکیہ" میں ہے "اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں جن کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی شاہی پوری تفصیل کے ساتھ کھول دی جاتی ہے اس کے باوجود ان کو علم نہیں ہوتا کہ ان کی پیشانیوں میں کیا لکھا؟ اصل یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی طلب کے مطابق ہوتے ہیں۔ اپنی خواہشاتِ نفس کے ساتھ نہیں ہوتے۔"

پس اس خلق کو ذہن نشین کر لو اور اسے اپنے نفس پر چسپاں کرو تمہیں اپنی اور ان

بندوں کی حالت کا پتا چل جائے گا۔

حکام کو ادب سکھانا

مریدوں فقیروں کا ایک خلق یہ ہے کہ جب وہ کسی حکمران کی صحبت میں جاتے ہیں تو اسے ادب سکھاتے ہیں جب کسی مسئلہ میں ان کے ساتھ حکمرانوں کی مراسلت ہوتی ہے تو وہ فقیروں کے خطوں کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ان کی حکومت قائم رہتی ہے۔

ہمیں روایت پہنچی ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کا خط ملا تو انہوں نے اس کو چوم کر آنکھوں پر رکھا پھر فرمایا تم جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ اہلِ دربار نے جواب دیا ہمیں تو اس کا پتا نہیں، فرمایا: "یہ بادشاہوں کی سنت ہے اور اس سے ان کا ملک قائم رہتا ہے۔" انتہیٰ

"صاحب الدلالۃ" نے ذکر کیا کہ اولیائے کرام میں سے بعض ایسے ہیں جو کسی ظالم گناہگار کی طرف سلام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ اور اس کی ساری قبل گرفت باتوں سے صرفِ نظر کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء (دوستوں) کی نصرت وحمایت کرتا ہے اور دنیا و آخرت میں ان کو رسوا نہیں ہونے دیتا۔ اس کو حیا آتی ہے کہ وہ اپنے کسی دوست کو امانت دے پھر اس امانت میں اس کو رسوا کرے۔ پس فقیر کے لیے ضروری ہے کہ جب کوئی حاکم اس کی صحبت میں آئے تو اس کو اس سرِ عظیم سے مطلع کرے اور یہ کہ فقیر کی سلامتی والی خط و کتابت کو رد نہ کرے۔

ایک بغدادی شخص کا میرے ساتھ ایک واقعہ ہوا، وہ میرے خطوط کا جواب دیتا مگر ان کو پڑھتا نہیں تھا اور بعض اوقات ان خطوط کو عیسائیوں کے حوالے کر دیتا اور ان کو پڑھنے سے ناخوش ہوتا۔ مگر میں نے لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا اور بسم اللہ شریف اور درود شریف اس خوف سے ترک کرنے لگا کہ کہیں خط عیسائیوں کو نہ دے اور وہ اسم مقدس کی بے حرمتی نہ

کریں، اور پھر وہ قہر و غضب کا مستحق ہو جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد اس کو معزول کر دیا گیا۔ اور قید کر کے قلعہ میں ڈال دیا گیا۔ یوں اس کو سزا ملی۔ یہ معاملہ میں نے مشاہدہ کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا حال میسر نہ ہو جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو ظالموں سے بچا سکے۔ اور اس کو عزل و نصب کا تصرف حاصل نہ ہو اسے شاہوں کے ہاں سفارش کا منصب بھی حاصل نہیں۔ اور یہ کام اس سے نہ ہو سکے گا۔ خصوصاً اس دسویں صدی ہجری کے نصفِ آخر کے ظالم حکمرانوں کا معاملہ تمہیں کوئی حاکم ایسا نہیں ملے گا جو فقیروں سے عقیدت رکھتا ہو خواہ وہ فقیر اہلِ کرامت ہوں۔ بلکہ وہ ان کو جادوگر قرار دے گا۔

اے برادرِ عزیز! اگر اللہ تعالیٰ تجھے ظالموں پر تصرف عطا کرے تو ان کے ہاں سفارش کا دروازہ کھول، ورنہ اس سے باز رہ۔

منکرینِ تصوف کے اثر و رسوخ کی طرف توجہ نہ دینا

ان کا ایک اور خلق یہ ہے کہ وہ اہلِ طریقت پر منکرینِ تصوف کے اثر و رسوخ کے متعلق جلد رائے قائم نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی طرف منسوب خامیوں کی اشاعت کے باعث فقیروں پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور جب کوئی منکر ان میں سے کسی کے خلاف کھڑا ہوتا ہے تو وہ اس کے پراپیگنڈہ کی طرف کان نہیں دھرتے۔ بلکہ وہ اپنے بھائی کے اعمالِ صالحہ پر غور کر کے انتظار کرتے ہیں اور اس کے خلاف منکر شخص کے اعمال کو بھی دیکھتے ہیں۔ پس جس کو زیادہ باعمل صاحبِ زہد و ورع اور اذیت برداشت کرنے والا دیکھتے ہیں اس کو تعظیم و محبت میں مقدم کر لیتے ہیں۔

بلاشبہ صوفیاء کے اعمال منکرینِ تصوف کے اعمال سے کہیں زیادہ اور حسین ہوتے ہیں خواہ وہ مراتب میں کتنے ہی کم درجہ پر ہوں۔ اسی لیے صوفیائے کرام نے فرمایا: "اشراف کو ہمیشہ اطراف کے ذریعے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔"

ہم نے کبھی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو ظاہر کرے کہ اہلِ طریقت سے ہے پھر وہ نماز کا تارک ہو، شراب پیے یا زنا کرے یا ظالم لوگوں (حکام) کے پاس لوگوں کے خلاف تعاون کرے یا دنیا کے معاملہ میں الجھے۔۔ یہ لوگ تو دین اور بھلائی پر ہیں یہاں تک کہ کوئی ان کو فاسق (غلط کار) ثابت کرنا چاہے تو ثابت نہ کر سکے۔ منکرینِ فقراء کے خلاف زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ ان پر غلط اور باطل باتوں کی تہمت لگائیں مثلاً ان پر ریا، تکبر، حسد اور کینہ وغیرہ کا الزام رکھ دیں۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں جن پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے باطنی معاملات کو اللہ کے سپرد فرمایا آپ کا ارشادِ گرامی ہے: "امرت ان أقاتل الناس حتی یقول لااله الاالله وحسابھم علی الله" مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ لااله الا الله یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

پس جس دروازے کو نبی اکرم ﷺ نے بند کر دیا کسی اور کے لیے اس کو کھولنا جائز نہیں۔

اے برادرِ عزیز!! اس خلق کو اور اس سے پہلے خلق کو اپنے اوپر اور اپنے ہم عصر لوگوں پر پیش کر، تجھے اپنے اور ان کے احوال کا پتا چل جائے گا۔

اہلِ طریقت کا دفاع

سچے مریدوں کا ایک شیوہ یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کے دلائل سے اہلِ طریقت کا دفاع کرتے ہیں۔ اور انکار کرنے والوں کا رد کرتے ہیں۔ اگرچہ منکرین کا تعلق جہلاء سے ہے۔ جن سے اعراض اور صرفِ نظر کرنے کا حکم ہے۔ اور اگر منکرین اہلِ علم ہوتے تو کبھی انکار نہ کرتے بلکہ کتاب و سنت سے ان کے اقوال و افعال پر استدلال کرتے۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "المنن والاخلاق" میں اس کی توضیح کی ہے۔

لوگوں کے مالوں سے بہت زیادہ بچنا

سچے مریدوں کا ایک اوراعلیٰ وصف لوگوں کے مالوں اور کھالوں سے ظاہری اور باطنی پرہیز کرنا۔ خصوصاً حکام کے مالوں سے بچنا۔ کیونکہ جب فقیر کی پست نفسی دیکھتے ہیں تو حقارت کا اظہار کرتے ہیں۔ خواہ اس کے پاس تسبیح اور اونی عمامہ ہو۔ وہ اس کو پیشہ ور بھکاری سمجھتے ہیں۔ اس طرح اس کے ذریعے حکام سے کسی مسلمان کا فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ حکام کے مالوں سے بہت زیادہ اجتناب کرے تاکہ سب لوگوں سے زیادہ ان کے ہاں سفارش کے قابل ہو۔

میرے بھائی یہ بات ذہن نشین کرلے کہ کھلے نصب یعنی چاپلوسی کی نشانی یہ ہے کہ فقیر اس امیر کو گلاب یا شکر کی مٹھاس پیش کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحبِ جاہ و منصب کو ایسی باتوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ فقیر کے اس قسم کے ہدیے اور چاپلوسی سے پہلی ہی نظر میں جان لیتا ہے کہ وہ گداگر ہے۔

ان کا کہنا کہ "فقیروں کی شکستہ دلی کا مداوا کرو" جہالت اور منافقت کا آئینہ دار ہے کیونکہ سچا فقیر اہلِ حکومت واقتدار سے شکستہ دلی کا علاج نہیں مانگتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فقیر کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے بلکہ اہلِ اقتدار خود اس سے ٹکڑے مانگ کر ول جوئی طلب کرتے ہیں۔ اس لیے کہ فقیر کا ہر لقمہ اس زمانے میں ہزار دینار کے برابر ہے۔ پاس ہر طعام سے ان کھانا ان کے مناسب نہیں نہ ہر لباس ان کے لیے سزاوار ہے۔ اگر امیر کو فقراء کے کھانے کی اجازت مل جائے تو یہ اس کی انتہائی تعظیم وشان ہے۔ اور جن اہلِ مناصب کو میں نے دیکھا کہ وہ اہلِ فقر کو اپنے سے زیادہ مقام دیتے ہیں اور ان کے لنگر کے ٹکڑوں سے تبرک حاصل کرے ت ہیں وہ بغداد کے باسی ہیں۔ جس دن انہیں صاحبِ فقر کے ہاں کھانا نصیب ہو وہ اس دن کو عید شمار کرتے ہیں۔ اور وہ فقراء کے اس کھانے کو دنیادار امیروں کے کھانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ فقیروں کا لنگر نمک، دال اور پیاز ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو دونوں جہانوں میں نعمتوں سے نوازے اور اہلِ اللہ سے محبت کی وجہ سے ان کے گھروں کو ہمیشہ آباد رکھے۔ اور ان کے بدکاروں پر بھی لطف وکرم فرمائے۔ آمین۔

سیدنا وقدوتنا حضرت سیدی شیخ عبدالوہاب شعرانی صاحبِ کرامات وعلوم ومعانی کی کتاب "الکوکب الشاهق فی الفرق بین المریدالصادق وغیرالصادق" کا اختتام ہے۔ رضی اللہ عنه وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنامحمدواله وصحبه وسلم۔

ان کلماتِ شریفہ کی تحریر سے آج جمعہ کی صبح پانچ ماہ شہود سن 1037ھ کو فراغت ہوئی۔

وآخردعواناان الحمدللہ رب العالمین،وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد واله الطیبین وصحبه المقربین ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین۔

نوٹ از مترجم:

الحمدللہ حمداً کثیراً کہ ان کلماتِ طیبات کے ترجمہ کی تکمیل آج یکم شوال 1433ھ بمطابق 21 اگست 2012ء بروز پیر روزِ عیدالفطر قبل از نمازِ صبح ہوئی۔ والحمدللہ علیٰ ذلك